اثبات علم الغیب

(جلد دوم)

تصنیف

حضرت مولانا علامہ غلام فرید صاحب رضوی ہزاروی مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ

ناشر
مکتبہ سعیدیہ رضویہ مین بازار فاروق گنج ۔ گوجرانوالہ

اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب

(جلد دوم)

تصنیف

حضرت مولانا علامہ غلام فرید صاحب رضوی ہزاروی مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ سعیدیہ رضویہ مین بازار فاروق گنج ۔ گوجرانوالہ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب (جلد دوم)

مصنف ——— محمد غلام فرید رضوی

کتابت ——— مسعود احمد کیلانی حضرت کیلیانوالہ

طباعت ——— بار اول

مطبع ——— سٹیون برادرز پریس اردو بازار لاہور

صفحات ——— ۳۶۰

قیمت ——— ۴۸/- روپے

ناشر ——— مکتبہ سعیدیہ رضویہ فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالےٰ جل جلالہ و عمانوالہ کا ہزار ہا شکر ہے جس نے ہمیں مسلک حق اہل سنت و جماعت کی اشاعت کی توفیق بخشی۔ علماء کرام اور عوام اہلسنت نے ادارہ کی سعی اور کوششوں کو بے حد سراہا۔ کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ خرید کر معاونت فرمائی۔ امید واثق ہے کہ علماء کرام اور احباب اہل سنت اسی طرح تعاون فرماتے رہیں گے۔

زیر نظر کتاب "اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب" کا پہلا نام ہماری شائع شدہ کتاب "مقام ولایت و نبوت" کے صفحہ نمبر ۴ پر "اثبات الغیب علی ازالۃ الریب" تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن مصنف کتاب ہذا نے نام تبدیل کر دیا ہے ساتھ ہی اس کتاب کو ایک ہی جلد میں شائع کرنے کا خیال تھا۔ لیکن اس کی ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے اس کو دو جلدوں میں شائع کیا جا رہا ہے۔

"اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب" دیوبندی مولوی سرفراز خاں صفدر گکھڑوی کی کتاب ازالۃ الریب کا مکمل جواب ہے۔

مولانا علامہ غلام فرید صاحب رضوی شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ نے نام نہاد محقق اور شیخ الحدیث کے دجل و فریب تحریف و خیانت

اور بودے دلائل کے مسکت اور مسقط جوابات دیئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداداد علم غیب شریف پر کیے گئے تمام اعتراضات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں اور فریق مخالف کی پے در پے کھائی ہوئی ٹھوکروں کو واضح کر کے حق کی طرف دعوت دی گئی ہے (واللہ بالتوفیق)

"شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"

ادارہ مولانا علامہ غلام فرید صاحب رضوی کا بے ممنون و مشکور ہے جنہوں نے اس خدمت کے لیئے ہمیں منتخب فرمایا انشاء اللہ ادارہ مولانا کی مزید کتب بھی اپنی روایت کے مطابق شائع کرے گا۔

تصحیح کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے تاہم اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے التماس ہے کہ ادارہ کو فوراً مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جاسکے۔

محمد دلاور حسین قادری چشتی اویسی
گوجرانوالہ

ختم شد

اعلان:۔ قارئین کرام اظہار العیب کا جواب باصواب بھی لکھا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب چھپ کر منظرِ عام پر آئے گا۔ اور آپ پڑھ کر محظوظ ہوں گے اور سرفراز گکھڑوی کے مختارِ کل کا جواب بھی لکھا جاچکا ہے۔

(غلام فرید رضوی سعیدی)

مقام ولایت و نبوت

سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی کتاب "اتمام البرہان" حصہ اول کا مسکت اور دندان شکن جواب شیخ الحدیث علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے تحریر فرمایا ہے۔

اہلِ سنت کے گھر گھر یہ کتاب ہونی چاہیئے۔

ہدیہ اکیس روپے

مفتاح الجنّت بجواب راہِ سنّت

دو ضخیم جلدوں میں

مصنف :- شیخ الحدیث علامہ غلام فرید صاحب رضوی

رئیس المحرفین سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی کی کتاب "راہ سنت" کا مدلل مسکت اور دندان شکن جواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہفتم

بجواب باب ہفتم

اس باب میں سرفراز صاحب نے چھبیس احادیث پیش کر کے بزعم خویش اپنے مدعاء باطل اور عقیدۂ فاسدہ کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

جواب کا اجمالی خاکہ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان پیش کردہ احادیث میں سے اول تو کسی ایک کے متعلق یہ ثبوت پیش نہیں کیا گیا کہ وہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے یا بعد کی جب تک بعدیت کے دعویٰ کو ثابت نہ کیا جائے یہ حدیث ہمارے خلاف نہ ہوگی بالفرض اگر کسی ایک روایت کی بعدیت ثابت بھی ہو جائے۔ تب بھی سرفراز صاحب کے لیے مفید نہیں ہے۔

اولاً اس لیے کہ وہ نہ حدیث متواتر ہوگی نہ مشہور بلکہ خبر واحد ہوگی اور خبر واحد آیات قرآنیہ کے عموم و اطلاق کی مخصص نہیں ہو سکتی۔ جس کو خود سرفراز صاحب نے ازالہ کے متعدد صفحات میں تسلیم کیا ہے۔

ثانیاً وہ مؤول ہوگی عدم توجہ سے یا نسیان اور ذہول پر بھی محمول ہو سکتی ہے اور ہم وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عدم توجہ یا نسیان یا ذہول علم کے ہرگز منافی نہیں ہیں۔

الغرض سرفراز صاحب کی پیش کردہ احادیث ان چار صورتوں میں ہی منحصر ہیں یا نزول قرآن کی تکمیل سے قبل سے متعلق ہیں یا عدم توجہ پہ محمول ہیں یا نسیان پہ یا ذہول پہ۔ ان میں سے کسی صورت میں بھی وہ ہمارے خلاف نہیں ہوں گی یہ جواب کا اجمالی خاکہ ہے تفصیلی جوابات کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے۔ مگر

سرفراز صاحب کو ہم موقعہ نہیں دینا چاہتے ۔ اس لیے تفصیلی جوابات ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ اس معاملہ میں حق کس کے ساتھ ہے اور کون باطل پرست ہے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے ۔

سرفراز صاحب کا ان احادیث سے استدلال ایسا ہی ہے جیسے منکرین حدیث حادیث کے خلاف قرآن و حدیث کو ہی حجت بناتے ہیں ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۳۲۸ ، ۳۲۹ پر بخاری وغیرہ سے حدیث احسان کو نقل کر کے چند شروح کی عبارات بھی نقل کرتے ہیں اور ثابت یہ کرتے ہیں کہ یہ روایت نص قطعی ہے کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کے قیام کا ٹھیک وقت معلوم نہ تھا ۔ اور یہ کہ اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ خالص دین ہے کیونکہ اس میں ہے ۔ ھذا جبرئیل اتاکم یعلمکم معالم دینکم اور یہ کہ یہ حضور علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام کا واقعہ ہے اور یہ کہ :

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ ہی جمیع ماکان و مایکون کے عالم تھے ۔ (ملخص)

جواب :

سابقہ ابواب میں اس حدیث کے جوابات گزر چکے ہیں ۔ مزید یاد دہانی کے لیے عرض ہے کہ یہ حدیث ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے ۔ اولاً اس لیے کہ اس میں علم ذاتی بلا واسطہ اور تعلیم خداوندی کے بغیر جاننے کی نفی ہے ۔ جیسا کہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ :

۱- ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس ایں ہارا نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از خود کسے رابداناند بوحی والہام ہیں اسے بے دانانیدن حق سبحانہ وتعالیٰ الخ ۔

۲- اور لمعات جلد اوّل ص ۶۵ میں فرماتے ہیں :

المراد بدون تعلیم اللہ تعالیٰ یعنی اللہ کے بتائے بغیر از خود ذاتی طور پہ یا تعلیم الٰہی کے بغیر صرف عقل کے حساب سے اس کو کوئی نہیں جانتا ۔ معلوم ہوا کہ نفی ذاتی استقلالی کی ہے ۔ عطائی کی نہیں ہے ۔

۳- علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۷ ص ۱۱۲ جزء عشرون میں فرماتے ہیں ۔ بلکہ ص ۱۱۳ پر بھی لکھتے ہیں :

ویجوز ان یکون للہ تعالیٰ قد اطلع حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی وقت قیامہا علی وجہہ کامل و اوجب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم تکتمہ

۴- علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں :

ذھب بعضھم الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اُوتی علم الخمس ایضاً و علم الساعۃ والروح وانہ اُمر بکتم ذالک (ص ۱۹۵ جلد ثانی) ۔

۵- امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں :

فمن ادعیٰ علم شئ منہا غیر مُستند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذباً فی دعواہ

(شرح بخاری جلد اول ص ۳۳۷)

۶- یہی بات ملا علی قاری مرقات جلد اول ص ۶۵ پر لکھتے ہیں ۔

۷- امام قرطبی بھی یونہی فرماتے ہیں شرح بخاری میں ۔

۸- علامہ قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۶۵ پر لکھتے ہیں :

بل یحتمل ان یکون اطلعہ اللہ ولم یامرہ ان یطلعھم وقد قالوا فی علم الساعۃ نحو ھذا واللہ اعلم انتھی ۔

قارئین کرام ان آٹھ عدد حوالجات و عبارات سے روشن ہو گیا کہ حدیث مذکورہ منقولہ بالا میں نفی ذاتی ۔ بلاواسطہ کی ہے اور بغیر تعلیم الٰہی کے محض عقل کے اندازہ سے جاننے کی ہے ۔ لعطاء الٰہی بذریعہ وحی یا الہام ربانی کے جاننے

کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ یہ اکابرین امت وقت وقوع قیامت کے علم کے قائل
ہیں اور سرفراز صاحب اس کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ قائلین علم کو مشرک و گمراہ بھی
قرار دیتے ہیں۔ اس لیے صرف سرفراز صاحب ہی بتائیں۔ کیا علامہ آلوسی۔ شیخ
محقق۔ ملا علی قاری۔ امام بدر الدین عینی۔ علامہ قسطلانی۔ علامہ سیوطی۔ امام قرطبی
یہ سب جلیل القدر حضرات محدثین و مفسرین و شارحین حدیث بھی آپ کے
نزدیک مشرک و گمراہ ہیں۔ کچھ خدا کا خوف کریں اور سوچ لیں کہ آپ کے فتویٰ کی
زد میں اسلام کی کیسی کیسی برگزیدہ ہستیاں آ رہی ہیں۔ کیا یہی اسلام کی خدمت
ہے جو آپ سر انجام دے رہے ہیں اور پھر اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ ہٹ دھرمی
کی انتہا ہے۔

رہا یہ کہ اس حدیث میں خالص دین کا بیان ہے تو بالکل حق ہے اور وہ
یہی ہے جو بندہ نے عرض کر کے آٹھ عدد حوالے پیش کیے ہیں۔ یعنی خالص دین ذاتی
کی نفی ماننا ہے نہ عطائی کی اگر عطائی کی نفی کو خالص دین قرار دیا جائے تو پھر مذکورہ
محدثین و مفسرین کرام کے متعلق کیا خیال ہے کیا وہ خالص دین نہ رکھتے تھے۔ کیا
وہ خالص دین والے نہ تھے اور پھر دیگر وہ حضرات جو آپ کے لیے علم قیامت
مانتے آئے تھے، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ کیا وہ خالص دین سے محروم
تھے۔ العیاذ باللہ بزرگوں کی بارگاہ میں ایسی عبارت آپ جیسا گستاخ ہی
کر سکتا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ یہ آپ کی زندگی کے آخری ایام یا دور کا واقعہ ہے تو بھی یہ غلط
ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد حضور علیہ السلام ایک عرصہ تک بقید حیات رہے
ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ ملا علی قاری۔ جلال الدین سیوطی کی عبارت موضوعات کبیر ص ۱۱۹
پر نقل کرتے ہیں۔ اور اس عبارت کو بعینہٖ سرفراز صاحب نے خود بھی ازالۃ
الریب ص ۲۳۳، ۲۳۴ پر نقل کیا ہے۔ اس عبارت میں یہ جملے بھی
موجود ہیں کہ:

انما علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ جبریل بعد مدۃ۔ ولم
یخبر الصحابۃ بذالک الا بعد مدۃ۔

اور سرفراز صاحب ان جملوں کے ترجمہ میں دونوں جگہ لکھتے ہیں کہ:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ عرصہ کے بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ
جبرائیل تھے۔ اور حضرات صحابہ کرام کو آپ نے اس کی اطلاع ایک
عرصہ کے بعد دی۔

ترجمہ میں خود سرفراز صاحب نے ایک عرصہ کے بعد تک آپ کا بقید حیات
رہنا تسلیم کر لیا ہے پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کہ یہ واقعہ بالکل آخری دور و ایام کا
کیونکر درست ہے سرفراز صاحب کی اپنی نقل کردہ عبارت سرفراز صاحب کی
تکذیب کرتی ہے۔

رہا یہ کہنا کہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو نہ تو علم غیب حاصل
تھا اور نہ ہی جمیع ماکان و مایکون کے عالم تھے۔

تو اس عبارت میں سرفراز صاحب نے اپنا ہی بیڑا غرق کیا ہے۔ کیونکہ یہ
عبارت ان کے اپنے خلاف ہے وجہ یہ ہے کہ علم غیب اور جمیع ماکان و ما
یکون کو مقابلتہ بیان کیا ہے۔ اس لیے اس عبارت میں علم غیب سے مراد کل یا
کل علم غیب تو مراد ہو نہیں سکتا اگر ہو سکتا ہے تو وہ صرف بعض اور جزی علم غیب ہوگا
اور بعض علم غیب اور جزی علم غیب تو سرفراز صاحب نے ازالہ کے علاوہ تنقید
متین میں بھی تسلیم کیا ہے ازالہ کے ص ۲۰۵، ۲۰۶ پر بالترتیب لکھتے ہیں۔ ان
میں سے جن بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم
جزی ہے۔ ان میں سے بعض جزیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء
کو بھی ہو جاتا ہے الخ۔

اور تنقید متین ص ۱۶۲ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطاء ہونا مسلم حقیقت ہے۔ اور

کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔

ان عبارات میں بعض اور جزئی علم غیب سرفراز صاحب نے تسلیم کر لیا ہے مگر ازالہ کے مذکورہ ص ۳۲۸، ۳۲۹ پر مطلقاً علم غیب کا انکار کر کے بعض اور جزئی کا بھی انکار کر دیا ہے۔ اب سرفراز صاحب ہی بتائیں ان کی کون سی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب لکھتے لکھتے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کبھی کچھ لکھتے ہیں اور کبھی کچھ یہاں تو جمیع ماکان و مایکون کا انکار کرتے ہیں۔ مگر ازالہ کے ص ۲۲۵ پر حضور علیہ السلام کے لیے ماکان و مایکون کا علم عطائی تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بہر حال ہمارے نزدیک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیا گیا ہے وہ کسی کو نہیں دیا گیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم الاولین والآخرین عطا فرمایا ہے اور ماکان و مایکون کا علم آپ کو دیا ہے الخ۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے حضور علیہ السلام کے لیے علم اولین و آخرین کے علاوہ علم ماکان و مایکون عطائی حاصل مانا ہے ہم بھی ماکان و مایکون کا علم مانتے ہیں۔ وہی سرفراز صاحب نے مان لیا ہے گویا سرفراز صاحب نے اہلسنت بریلوی کا دعویٰ اور عقیدہ تسلیم کر لیا ہے۔ صرف عوام اور شاگردوں سے ڈر کر ہمارے ساتھ اتفاق کا اعلان نہیں کرتے۔ سرفراز صاحب غیر اللہ سے نہ ڈریئے۔ حق و صداقت کا برملا اظہار کیجئے اور علماء حق میں شامل ہو کر اپنی آخرت کو تباہی سے بچائیے۔ سرفراز صاحب یہاں آپ نے علم اولین و آخرین بھی مانا ہے اور علم ماکان و مایکون بھی مان لیا ہے اور کلی بھی ازالہ کے ص ۴۸ پر تسلیم کر لیا ہے۔

چنانچہ آپ کی عبارت یہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل

حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شانِ اقدس کے لائق اور مناسب تھے۔

اس عبارت میں آپ نے حضور علیہ السلام کے لیے علم کلی واضح اور صریح الفاظ میں تسلیم کر لیا ہے۔ الغرض اہلسنت کا دعویٰ آپ نے تسلیم کر لیا ہے اور اپنے مسلمات کو تسلیم کر لینا ہی شکست ہے۔ اور اختتام بحث کا ایک طریقہ ہے۔

قارئین کرام دیکھا آپ نے سرفراز صاحب سب کچھ مان کر بھی منکر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے معنوی جدِ امجد سے سبق ہی لا نسلم کا سیکھا ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

غلبۂ حق کا مظاہرہ:

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب نے ازالۃ الریب کے ص ۴۸ پر حضور علیہ السلام کے لیے تمام جزئی اور کلی علوم کے حصول کا صریح لفظوں میں اقرار کیا ہے اور ص ۲۲۵ پر ماکان و مایکون اور علم اولین و آخرین کا حاصل ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے اور ذاتی و عطائی کو چور دروازہ کہنے والے نے خود تنقید متین کے ص ۱۶۲ پر بعض علم غیب کے عطا ہونے کو حقیقت مسئلہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔

ان عبارات کے پیش نظر یہ کہنا بالکل بجا اور حق ہے کہ حق غالب آگیا ہے اور باطل کو فرار کے سوا چارہ نہیں اس لیے سرفراز صاحب نے ہمارے مسلک کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور الحق یعلو ولا یعلی کا مظاہرہ خوب ہوا ہے۔

قارئین کرام ص ۳۲۱، ص ۳۲۳ تک سرفراز صاحب حدیث مذکورہ کی شرح علامہ عینی۔ علامہ قسطلانی۔ شیخ الاسلام ذکریا۔ ابن کثیر۔ امام نووی۔ علامہ سندی حنفی۔

شیخ محقق کی عبارات نقل کر کے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ اس حدیث سے ان اکابر نے عدم علم قیامت پر استدلال کیا ہے۔

جواب :

چونکہ حدیث مذکورہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے بعد کی نہیں۔ اس لیے ان شارحین کی عبارات کا تعلق بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے زمانہ سے ہے۔ یعنی ان میں نفی عطاء ہونے سے قبل کی ہے۔ جس کے ہم قائل نہیں اس لیے یہ عبارات ہمارے ہرگز خلاف نہیں ہیں اور جو شخص نزول قرآن کی تکمیل سے اس واقعہ کی بعدیت کا مدعی ہے تو اس کو برہان سے ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ من ادعیٰ فعلیہ البیان۔

جواب نمبر ۲ :

نفی ان عبارات میں بھی ذاتی بلا واسطہ جاننے کی ہے نہ عطائی کی جیسے شیخ صاحب کی عبارات اسے بے دانیدن حق سبحانہ وتعالیٰ او را بے بدون تعلیم اللہ تعالیٰ۔ اور بے تعلیم الٰہی بحساب عقل الخ۔

یہ عبارات واضح دلالت کرتی ہیں کہ اپنی عقل اور اندازہ سے کوئی نہیں جانتا بغیر تعلیم خداوندی کے معلوم ہوا کہ عطائی طور پہ جاننا حق ہے۔ جیسے شیخ صاحب فرماتے ہیں مگر آنکہ وے تعالیٰ از خود کسے را بداند بوحی والہام اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۴۔

ان کے علاوہ امام عینی۔ امام قسطلانی۔ امام قرطبی۔ ملا علی قاری۔ علامہ آلوسی۔ علامہ سیوطی و دیگر اکابرین ملت کی تصریحات نقل کر دی گئی ہیں۔ اگر نفی کی ان عبارات کو ذاتی یا قبل از نزول قرآن کی تکمیل پہ محمول نہ کیا جائے تو عبارات منقولہ میں تضاد ہو جائے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ نفی کی عبارات کو ذاتی وغیرہ پر اور اثبات کی عبارات کو عطائی پر محمول کیا جائے۔ مزید یہ کہ سرفراز صاحب کی نقل کردہ عبارات میں بعض خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف

کیونکہ ان میں علوم خمسہ کی نفی ہے اور وہ نفی مطلق ہے۔ حالانکہ سرفراز صاحب غیوب خمسہ کے بعض بعض جزیات کا علم انبیاء و اولیاء کے لیے تسلیم کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ازالہ کا ص ۲۰۵-۲۰۶-

سرفراز صاحب پر ایک لاجواب اعتراض :

قارئین کرام سرفراز صاحب علوم خمسہ کے بعض جزئیات کو علم حضور کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ علوم خمسہ کی نفی کی آیات سے بعض جزئیات کی تخصیص جو سرفراز صاحب نے کی ہے وہ دلائل قطعیہ سے کی ہے یا ظنیہ سے اگر ظنیہ سے کی ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ مطلق یا عام کی تخصیص ظنی سے ابتداءً جائز نہیں ہے۔ اگر کسی دلیل قطعی سے کی ہے۔ تو پھر یہ آیات نافیہ عام مخصوص البعض ہو کر ظنی ہو گئیں۔ ایسی صورت میں سرفراز صاحب کا جگہ جگہ یہ کہنا باطل و مردود ہو جائے گا۔ کہ آیات نافیہ قطعیہ کے مقابلہ میں ظنی دلائل پیش کرنا غلط ہے۔

اشعۃ اللمعات کے ص ۴۲ عبارت جس کو سرفراز صاحب نے ص ۵۴ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

وو وے تعالیٰ ہیچکس را از ملائکہ و رسل برآن اطلاع نداده"

تو اس عبارت کا تعلق عطاء کرنے سے قبل کے زمانہ سے ہے۔ یعنی جس وقت یہ واقعہ ہوا اور جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا تھا اس وقت تک تو یہ علم حضور علیہ السلام کو بھی عطاء نہ ہوا تھا۔ اسی لیے آپ نے یہ فرمایا اور جب عطاء کر دیا گیا تو پھر اس کے متعلق شیخ محقق ہی اشعۃ اللمعات کے ص ۴۴ پر فرماتے ہیں:

مگر آنکہ وے تعالیٰ از خود کسے را بداناند بوحی والہام "

اس عبارت میں شیخ صاحب نے یہ تصریح فرما دی ہے۔ کہ اگر خداوند

قدوس خود کسی کو وحی یا الہام کے ذریعہ قیامت کا علم عطا فرما دے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ یعنی عطائی طور پر علم قیامت حاصل ہو سکتا ہے اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ شیخ صاحب علم قیامت کے حصول کے منکر ہیں تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ جن آیات قرآنیہ کے عموم و اطلاق سے ہم نے استدلال کیا ہے اُن کے عموم و اطلاق کی نہ ہی حدیث جبرئیل ہی مخصص ہو سکتی ہے اور نہ ہی قول شیخ مخصص بن سکتا ہے۔ جیسا کہ مفصلاً بیان کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۴۳ پہ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی مرحوم پر برسنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ:

ایک ہے نفس قیامت کا علم اور ایک ہے اس کی بعض علامات و اشراط کا علم۔ نفس قیامت کا علم نہیں بلکہ نفس وقت وقوع قیامت کا علم کہنا چاہیئے کیونکہ قیامت کا علم اور چیز ہے اور وقوع قیامت کے وقت کا علم اور چیز ہے نفس قیامت کا علم تو سب اہل ایمان کو ہے۔ بایں معنی کہ وہ آئے گی یا وہ آنے والی ہے۔ مگر زیر بحث یہ نہیں بلکہ زیر بحث قیامت کے آنے کے وقت کا علم ہے کہ کب آئے گی۔

ہمارے نزدیک علم وقت کو علی الوجہ الاتم والاکمل صرف باری تعالیٰ ہی جانتا ہے نہ کوئی اور۔ ابن حجر اور آلوسی کی جو عبارات ص ۳۳۵ پر سرفراز صاحب نے نقل کی ہیں وہ قطعاً ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اُن میں مراد یہی ہے کہ اکمل و اتم طریقہ سے جاننا ذات باری کا خاصہ ہے۔

اور ملا علی قاری نے مرقات ص ۶۶ پہ جو فرمایا ہے کہ علم قیامت باری تعالیٰ سے مختص ہے تو اس سے بھی مراد مذکورہ بالا ہی ہے اکمل و اتم وجہ سے جاننا باری تعالیٰ کا خاصہ ہے اور یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

ازالہ کے ص ۳۳۷، ۳۳۸ پہ موضوعات کبیر ص ۱۱۹ کی طویل عبارت جو سرفراز

صاحب نے بزعم خویش نقل کی ہے وہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے۔

اولاً اس لیے کہ وہ خود یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ حدیث جبرئیل والا واقعہ حضور علیہ السلام کی زندگی کے بالکل آخری ایام کا واقعہ ہے۔ حالانکہ اس عبارت میں

وانما علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ جبرائیل بعد ملاۃ۔

کہ آپ کو ایک مدت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ سائل جبرائیل تھے۔

ولم یخبر الصحابۃ بذالک الا بعد ملاۃ۔

اور آپ نے ایک مدت کے بعد صحابہ کو یہ بتایا تھا کہ وہ سائل جبرائیل تھے۔

اس عبارت میں دو جگہ بعد مدت کے الفاظ بیانگ دہل سرفراز صاحب کی تردید و تکذیب کر رہے ہیں اور ان سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپ اس واقعہ کے بعد ایک مدت اور ایک عرصہ تک بقید حیات رہے ہیں۔

لہٰذا سرفراز صاحب کی اپنی نقل کردہ عبارت سے ہی سرفراز صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ باقی اس عبارت کا مکمل جواب سابقہ ابواب میں پوری وضاحت سے مفصلاً دیا جا چکا ہے۔ مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

امر دوم:

اس عنوان میں سرفراز صاحب ص ۳۳۹ - ۳۴۰ پہ بخاری۔ شرح اربعین نووی، فتح الباری۔ عمدۃ القاری وغیرہ سے چند بے محل عبارات کو نقل کر کے بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی ناکام بلکہ بے ہودہ کوشش کی ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ قواعد دین، ایمان اور جزو دین ہے۔ اب جو شخص اس عقیدے کے خلاف کوئی اور خود ساختہ عقیدہ رکھتا ہے تو گویا وہ دین کے ایک اہم عقیدہ اور قاعدہ دین کا منکر ہے اور اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

جواب: لاریب اس حدیث میں خالص دین کا بیان ہے۔ مگر

عطائی طور پر علم قیامت یعنی وقت وقوع قیامت کو ماننا ہرگز خلاف دین نہیں
نہ دین کے کسی قاعدہ کے خلاف ہے۔ جس قدر عبارات سرفراز صاحب نے
نقل کی ہیں۔ اُن سب کا محل یہ ہے کہ کسی غیر اللہ کے لیے علم قیامت بغیر وحی اور
بغیر عطاء خداوندی کے ماننا خلاف دین ہے اور یقیناً کفر بھی ہے۔ مگر عطاء
خداوندی سے ماننا نہ دین کے خلاف ہے نہ قاعدہ دین کے خلاف ہے۔ اگر
سرفراز صاحب کے نزدیک وہی مطلب ہے جو وہ سمجھے ہیں تو پھر یہ بتانا ہوگا
کہ ملا علی قاری۔ علامہ آلوسی۔ علامہ قرطبی۔ علامہ قسطلانی۔ علامہ سیوطی عینی کے حوالے
قبل ازیں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ کیا وہ آپ کے نزدیک خالص دین سے بے بہرہ
و محروم تھے۔ کیا وہ بقول آپ کے دین کے اہم عقیدہ و قاعدہ کے منکر تھے۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ علم قیامت کا مسئلہ علماء کرام کے درمیان اختلافی
چلا آیا ہے۔ جیسے کہ سابقہ ابواب میں باحوالہ عبارات قائلین حضرات کی نقل
کی جا چکی ہیں۔ مگر از حد افسوس ہے کہ سرفراز صاحب قائلین کی اتنی بڑی جماعت
کو (جو مذکورہ بالا شخصیات و اکابرین ملت پر مشتمل ہے) بے دین یا منکر
دین قرار دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ کسی نے سچ فرمایا ہے کہ بے حیا باش
و ہر چہ خواہی کن۔

امر سوم:

اس عنوان میں بھی سرفراز صاحب نے ایک تو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ
یہ واقعہ آخری ایام کا ہے اور دوسرا یہ کہ علم قیامت ذات باری سے مخصوص
ہے پہلی بات کا جواب تو موضوعات کبیر سے ہے سرفراز صاحب کی نقل کردہ
عبارت سے ہی دیا جا چکا ہے کہ اس واقعہ کے آخر العمر میں ہونے کا یہ
مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کے بعد آپ کو مزید علم عطا نہیں ہوا۔ بلکہ زیادہ
سے زیادہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد احکام کا علم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔
باقی واقعات وغیرہ کا علم دیئے جانے کی نفی اس سے ثابت کرنا حماقت ہی

ہو سکتی ہے۔ موضوعات کی عبارت میں بعد مدت کے الفاظ دو جگہ سے منقول
ہو چکے ہیں۔ فتح الباری اور عمدۃ القاری کی عبارات کہ:

انما جاء بعد انزال جميع الاحكام اور فهذا يدل على انه انما
جاء بعد انزال جميع الاحكام الخ

ان عبارات میں صرف احکام کا ذکر ہے۔ حوادث و واقعات کا ذکر نہیں ہے
معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد بھی علم عطا ہوا ہے مگر وہ احکام کا نہ تھا۔
احکام کے علم کا ملنا ہرگز اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ اس واقعہ کے بعد بالکل
کسی بات کا علم بعد میں نہیں دیا گیا

اگر سرفراز صاحب اپنے ادعاء باطل میں سچے ہیں تو پھر ایک ہی صریح
حوالہ پیش کریں کہ اس واقعہ کے بعد حضور علیہ السلام کو بالکل کسی بھی بات کا
علم عطاء نہیں ہوا۔

یہ واقعہ جس روایت میں ہے وہ خود ظنی الثبوت ہے۔ بلکہ ظنی
الدلالت بھی ہے۔ ایسی روایت کو نصوص قرآنیہ کا مخصص قرار دینا
جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث جبریلؑ اور فریق مخالف کا جواب:

ص ۲۴۵-۲۴۶-۲۴۳ پر ازالہ میں گکھڑوی صاحب عنوان مندرجہ بالا میں امام
قرطبی۔ امام عینی۔ امام قسطلانی۔ ملا علی قاری وغیرہ اکابر کی عبارات کا جواب
دیتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ فریق مخالف کے مفتی اور وکیل
نے اصل عبارت کے پیش کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ کیونکہ عبارت
میں یہ الفاظ بھی ہیں:

قال القرطبي لا مطمع لاحد في علم شيء من هذه الامور
الخمس لهذا الحديث الخ

امام قرطبی نے فرمایا کہ:

اس حدیث کی رد سے ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کے لیے اُمید نہیں کی جا سکتی فریق مخالف نے ان امور خمسہ کے کلیات کے علم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو دعویٰ کیا تھا۔ اور اس عبارت کے آخری حصہ سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ محض نافہمی یا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ امام قرطبی تو ان امور خمسہ کے جزئیات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور صاف فرما رہے ہیں:

فی علم شیٔ من ھذہ الامور الخمس۔ اور فمن ادعیٰ علم شیٔ منھا۔

کہاں امور خمسہ کے کلیات کا علم اور کہاں اُن کے بعض جزئیات کا علم ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان امور خمسہ کے جزئیات کے علم میں اہل حق کا اہل بدعت سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا صرف کلیات میں ہے

ص ۴۷۳ یہی مفاد ہے امام قرطبی کے ارشاد کا جس کو ابن حجر علامہ عینی قسطلانی ملا علی قاری وغیرہ نے صرف نقل کیا ہے اور یہی وہ جزئیات امور خمسہ ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق لمعات اور اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ یہ بدون تعلیم خداوندی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے الخ۔

سرفراز صاحب اپنے جال میں پھنس گئے:

جواب نمبر ۱:

المرء یقیس علی نفسہ کے مطابق چونکہ سرفراز صاحب خود رئیس المحرفین ہیں اور حد درجہ نقل عبارات میں خائن اور بد دیانت ہیں جس کی چند مثالیں سابقہ ابواب میں گزر چکی ہیں۔ اس لیے ان کو اپنے سوا سب خائن نظر آتے ہیں۔ بنا بریں انہوں نے مفتی صاحب مرحوم پر خیانت کا الزام عائد کر دیا۔

سرفراز صاحب مفتی صاحب مرحوم نے ہرگز کوئی خیانت نہیں کی یہ آپ کی

غلطی ہے کہ اس کو خیانت سمجھ لیا ہے۔

جو اصل عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ مفتی صاحب مرحوم کے مسلک کے ہرگز خلاف نہیں اس لیے کہ:

لا مطمع لاحد فی علم شیٔ من ھذہ الامور الخمس۔

لہٰذا الحدیث میں جس علم کی نفی ہے وہ ذاتی استقلالی بلا واسطہ کی ہے عطائی کی نہیں۔ کیونکہ عطائی کا اثبات تو وہ ضمن ادعیٰ والی عبارت میں کر رہے ہیں۔ اس عبارت میں حصہ اول میں نفی علم ہے اور حصہ ثانی میں اثبات ہے۔ لازماً نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے اور اثبات عطائی کا ہے۔ یہ وہ تطبیق ہے جس کو تسلیم کیے بغیر آپ کو بھی چارہ نہیں۔ کیونکہ اگر بقول آپ کے نفی کو کلیات کی نفی اور اثبات کو جزئیات کے اثبات پر محمول کیا جائے تو بھی ضروری ہے کہ جو جزئیات کا علم مانا ہے وہ عطائی ہی مانا ہے۔ کیونکہ ذاتی علم تو ایک ذرہ کا بھی غیر اللہ کے لیے کفر ہے۔

جواب نمبر ۲:

فمن ادعیٰ علم شیٔ منھا غیر مستند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذباً فی دعواہ۔

فتح الباری۔ جلد اول ص ۱۱۴۔ عمدۃ القاری جلد اول ص ۲۳۷۔ ارشاد الباری جلد اول۔ مرقات جلد اول ص ۶۵۔

ملاحظہ ہو اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص غیوب خمسہ کے کسی جزی علم کا دعویٰ تو کرے مگر اس کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف نہ کرے۔ تو ایسی صورت میں وہ جھوٹا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ غیوب خمسہ کے تمام جزئیات کا علم آپ کو حاصل ہو۔ کیونکہ جب کوئی کسی بھی جزی کا ادعاء کرے تو اس کی صداقت مبنی ہے آپ کی طرف نسبت کرنے پر اور یہ بات تب درست ہو سکتی ہے جبکہ آپ کے لیے امور خمسہ کے کلیات اور تمام جزئیات کا علم حاصل مانا جائے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب نے ان اکابر کی عبارات کی جو توجیہہ کی ہے اور جواب دیا ہے وہ غلط ہے۔

جواب نمبر ۳:

امام قرطبی کی یہ عبارت (جس کی عدم نقل کو آپ نے مفتی صاحب کی خیانت پر محمول کیا ہے) تو سرفراز صاحب آپ کے بھی بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں لا نفی کا ہے اور شئی نکرہ ہے اور نکرہ تحت النفی مفید استغراق و مفید عموم و شمول ہوتا ہے۔

اب اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ان امور خمسہ کی کسی ایک جزی کے علم کا طمع یا اُمید کسی کے لیے نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح یہ عبارت صرف کلیات کی ہی نفی نہیں کرتی بلکہ بعض جزئیات کے علم کی بھی نفی کرتی ہے۔ حالانکہ آپ خود ازالہ کے ص ۲۰۵-۲۰۶ پر اور ص ۲۴۶ پر بھی بعض جزئیات کا علم انبیاء و اولیاء کے لیے تسلیم کر چکے ہیں۔

ثابت ہو گیا کہ یہ عبارت آپ کے اپنے خلاف ہے۔ اس کو نقل کرکے سوائے ذلت کے آپ کو کیا حاصل ہوا ہے۔ سرفراز صاحب یہی عبارت آپ کی مذکورہ سابقہ تطبیق یا توجیہ کی بیخ کنی بھی کر رہی ہے کیونکہ عبارت میں نکرہ خبر نفی میں آکر مفید استغراق و مفید عموم و شمول ہے اور مفاد یہ ہے کہ امور خمسہ کی کسی ایک جزی کا علم بھی کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس لیے آپ کا کلیات اور جزئیات کا فرق نکالنا اور یہ کہنا کہ کلیات کی نفی ہے اور جزئیات کا علم ثابت ہے یہ غلط ہے اور یہ عبارت اس کی تردید کرتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے اور حق یہی ہے کہ نفی کو ذاتی بلاواسطہ پر اور اثبات کو عطائی پر محمول کیا جائے اور یہی وہ حق ہے جس کے آنے کے بعد باطل بھاگ جاتا ہے۔

شیخ محقق کی اشعۃ اللمعات ص ۴۴ کی عبارت بھی ہماری اس بات کی ہی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ شیخ صاحب نے حدیث جبرئیل کی مراد بیان کرتے

ہوئے یوں فرمایا ہے کہ:

ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہارا نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداناند بوحی والہام۔

اس عبارت میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ یہ امور خمسہ غیب ہیں ان کو از خود کوئی نہیں جانتا۔ صرف وہ جانتا ہے جس کو خدا نے وحی یا الہام کے ذریعے علم دیا ہو۔ یہ عبارت بھی ذاتی اور عطائی پر نص صریح ہے۔ یعنی ذاتی اور عطائی کی تقسیم صراحۃً ثابت ہوتی ہے۔ جس کو سرفراز صاحب نے خانہ زاد اور چور دروازہ قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث:

اس عنوان میں گکھڑوی پہلوان نے مسلم شریف و مشکوٰۃ وغیرہ سے حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت نقل کرکے استدلال کیا ہے کہ وصال شریف سے ایک ماہ قبل آپ کو قیامت کا علم حاصل نہ تھا۔ اور اس کے بعد کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق بھی یہی فرماتے ہیں اس حدیث کی شرح میں۔

جواب نمبر ۱:

یہ اور اس قسم کی سب روایات اخبار آحاد ہیں۔ جو نصوص قرآنیہ کے عموم کی نہ تو مخصص بن سکتی ہیں اور نہ ہی ان سے آیات قرآنیہ کے اطلاق کو مقید کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ خود سرفراز صاحب نے اس ازالہ کے علاوہ تسکین الصدور اور راہ سنت وغیرہ میں تسلیم کیا ہے۔ جن کی عبارات سابقہ ابواب و صفحات میں نقل کر دی گئی ہیں۔

جواب نمبر ۲: ایک ماہ قبل تک علم قیامت کا نہ حاصل ہونا وقت

وصال شریف تک حاصل نہ ہونے کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ نزول قرآن ایک قول کے مطابق وصال سے اکیس دن اور ایک قول کے مطابق سات دن قبل مکمل ہوا ہے جیسا کہ حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

مزید یہ کہ وحی جلی کا اختتام تو نزول قرآن کی تکمیل پر موقوف ہے مگر وحی خفی کا اختتام ہرگز اس پر موقوف نہیں ہے یہ امکان موجود ہے کہ یہ علم وحی خفی کے ذریعہ حاصل ہوا ہو۔ جب تک اس امکان کے خلاف دلیل نہ لائی جائے تب تک سرفراز صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر ۳:

پہلے سرفراز صاحب خود تسلیم کر چکے ہیں کہ امور خمسہ کے بعض جزئیات کا علم انبیاء و اولیاء کو حاصل ہوتا ہے اور امور خمسہ کا ایک امر قیامت بھی ہے اور قیامت تو ایک جزی ہے اس کے کلیات کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ سرفراز صاحب جہل مرکب میں مبتلا ہیں جو علم قیامت کے انکار پر اصرار کرتے ہیں۔

باقی ملا علی قاری اور حضرت شیخ صاحب کی عبارات چونکہ ذاتی بلاواسطہ کی نفی کرتی ہیں اس لیے وہ ہمارے خلاف نہیں ہیں؛

جواب نمبر ۴:

علامہ آلوسی کی روح المعانی اور علامہ جلال الدین سیوطی کی خصائص کبریٰ کے حوالے سابقہ صفحات میں نقل کر دیئے گئے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم حضور علیہ السلام کو عطاء تو ہوا مگر حکمت کی بنا پر اس کو چھپانے کا آپ کو حکم تھا۔ جب امر خداوندی چھپانے کا تھا تو اب صرف یہ کہہ دینا کہ وہ علم خدا کے پاس ہے۔ وہی اس کو جانتا ہے۔ یا وہی اس کو ظاہر کرے گا۔ نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ لہٰذا سرفراز صاحب کا اس حدیث کو دلیل بنانا باطل و مردود ہے۔

تیسری حدیث:

اس عنوان میں ص ۳۴۹ سے ۳۵۱ تک سرفراز صاحب نے ابن کثیر وغیرہ سے حضرت حذیفہ رضؓ کی روایت سے استدلال کر کے اپنے مدعا باطل کو ثابت کرنے کی سعی خام فرمائی ہے بلکہ ص ۳۵۰ پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الا هو اور فقال لا یعلمها الا هو ولا یجلیها الا هو الخ

سرفراز صاحب ان روایات استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیثیں بھی اپنے مفہوم اور مراد میں بالکل واضح ہیں۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایات بھی سابقہ روایات کی طرح اخبار احاد ہیں جو عموم قرآنی کی نہ تو مخصص بن سکتی ہے اور نہ ان سے ان کے اطلاق کو مقید بنا سکتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ علم کو ذات باری پر سونپنا اور یہ کہنا کہ یہ علم خدا کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں اس وجہ سے ہے کہ آپ کو عدم اظہار کا حکم تھا۔ جیسا کہ باحوالہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اس کو لاعلمی پر مبنی قرار دینا جہالت ہے۔

چوتھی حدیث:

ص ۳۵۱ پر اس عنوان میں سرفراز صاحب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شب معراج میری ملاقات

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو ان
میں وقت قیامت کا تذکرہ ہوا۔ مگر ہر ایک نے لاعلمی ظاہر فرمائی اور عیسیٰ علیہ السلام
نے یہ فرمایا کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ بعض روایات میں ہے
کہ ہم اس کو نہیں جانتے۔ معلوم ہوا کہ جب ان برگزیدہ حضرات کو قیامت کا
علم حاصل نہ تھا تو پھر اور کس کو ہو سکتا ہے۔ اور فن حدیث کا طے شدہ قاعدہ
ہے کہ جب کوئی بات آپ کے سامنے کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور
آپ سن کر یا دیکھ کر سکوت فرمائیں تو وہ بھی آپ کی (تقریری) حدیث ہے۔
لہٰذا اس قاعدہ کی رو سے آپ کے علم قیامت کی نفی ہو گئی (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

اولاً تو یہ روایت بھی خبر واحد ہے جو عموم قرآنی کی مخصص اور اطلاق قرآنی
کی مقید نہیں بن سکتی۔

جواب نمبر ۲:

ثانیاً یہ واقعہ شب معراج کا ہے۔ اس سے شب معراج تک علم قیامت کے
حصول کی نفی ہوتی ہے۔ بعد میں حصول کی نفی نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳:

دیگر انبیاء پر حضور علیہ السلام کو قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ آپ دیگر کمالات
کے علاوہ علمی کمالات میں بھی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی شان کے
مالک ہیں۔

اگر اس کو حدیث تقریری مان کر بھی نفی ثابت کریں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا
کیونکہ یہ واقعہ معراج کی شب کا ہے اور شب معراج کے بعد بھی نزول قرآن ہوتا
رہا ہے۔ اس لیے بعد میں علم کے عطا ہونے کی نفی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا سرفراز
صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا ان کی جہالت کی روشن دلیل
ہے۔

ازالہ کے ص ۳۵۳ پر مولانا محمد عمر صاحب پر برستے ہوئے سرفراز صاحب
لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں سے ہر ایک نے سوال کے
جواب میں فرمایا لا علم لی بہا مجھے اس کا علم نہیں ہے کیا لاعلمی کو ظاہر
کرنے میں یہ حضرات سچے تھے یا مولوی محمد عمر سچے ہیں الخ۔

جواب:

سرفراز صاحب لا علم لی بہا کہنا سوال کے جواب میں تواضع
اور ادب یا مبنی بر حکمت بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر خازن وغیرہ تفاسیر
میں لا علم لنا الا ما علمتنا کی تفسیر میں مفسرین کرام نے اس قول
کو تواضع و ادب پر محمول فرمایا ہے۔ جب تک یہ امکان ہو احتمال موجود ہے
لاعلمی پر اس قول سے استدلال باطل و مردود ہے کم از کم یہ احتمال تو موجود ہے
اور قاعدہ مشہور ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔
لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ لا علم لی بہا کے جملہ سے قطعی طور پر
استدلال کرنا سرفراز صاحب کی اپنی لاعلمی اور جہالت کی واضح دلیل ہے۔

پانچویں حدیث سے استدلال کا جواب:

ص ۳۵۴ - ۳۵۵ پر پانچویں حدیث کے عنوان میں سرفراز صاحب نے
بخاری وغیرہ کی ایک حدیث کے ان الفاظ سے کہ حضور نے فرمایا:
انی لا ادری من اذن منکم فمن لم یاذن فارجعوا
حتی یرفع الینا عرفاء۔
مجھے پتہ نہیں چلتا کہ تم میں سے کس کی مرضی ہے اور کس کی مرضی نہیں
ہے۔ لہٰذا یہاں سے تم چلے جاؤ پھر ہر قبیلہ کا سربراہ اس کے
متعلق ہمیں رپورٹ دے۔
یہ واقعہ ۸ھ کے بعد کا ہے اس سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ عام

مجمع ہی آپ کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تجویز کس کو منظور ہے اور کس کو نامنظور ہے
اگر آپ جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے تو لامحالہ آپ کو ان کے قلبی میلانات
کا علم ہوتا اور آپ لا ادری نہ فرماتے ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ درایت اور علم متحد
المعنی ہیں اور ایک قول کے لحاظ سے درایت خاص اور علم عام ہے اور معقول
کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ خاص کا انتفاء عام کے انتفاء کو مستلزم ہے و لا عکس یہ
روایت بھی علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کے عالم نہ ہونے کی واضح دلیل
ہے اور یہ ہے بھی رمضان ۸ھ کے بعد کی دیکھیئے فریق مخالف کیا جواب
ارشاد فرماتا ہے۔

جواب نمبر ۱:

سرفراز صاحب یاد رکھیئے گا یہ روایت نہ متواتر ہے نہ مشہور بلکہ خبر
واحد ہے جو عموم قرآنی کی مخصص نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس سے اطلاق قرآنی
کی تقیید ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ یہ امر آپ کی کتابوں کے حوالوں سے سابقہ ابواب
میں مبرہن ہو چکا ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے بعد کا نہیں ہے۔ اس
لیے یہ ہمارے دعویٰ اور عقیدہ کے خلاف نہیں ہے اور اسی لیے سرفراز صاحب
کا یہ کہنا بھی بے سود ہے کہ درایت اور علم متحد المعنی ہیں درایت خاص ہے
علم عام ہے۔

علاوہ ازیں ہم بھی کتب لغت کے متعدد حوالوں سے سابقہ ابواب میں
ثابت کر چکے ہیں۔ بلکہ بعض تفاسیر کے حوالہ جات سے بھی واضح کر چکے ہیں
کہ درایت اور علم الگ الگ چیزیں ہیں یہ سرفراز صاحب کی غلط فہمی ہے
کہ وہ ان کو متحد المعنیٰ قرار دیتے ہیں اگر یہ متحد المعنیٰ ہوتے تو ضرور درایت
کا اطلاق ذات باری پر بھی کبھی ہوتا مگر تفاسیر کے حوالے سے ہم پہلے بتا چکے

ہیں درایت چونکہ حیلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا اطلاق ذات باری
پر جائز نہیں ہے اور نہ کبھی یہ لفظ خدا کے لیے بولا گیا ہے۔

چھٹی حدیث:

ص ۳۵۵ سے ۳۵۹ پر سرفراز صاحب بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ جس
میں آتا ہے کہ حضرت میمونہؓ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو انہوں
نے بھُنی ہوئی گوہ آپ کی خدمت میں پیش کی اور آپ کو بتایا نہیں۔ کہ یہ گوہ
ہے۔ مگر جب آپ نے ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ یہ گوہ
ہے یہ سُن کر آپ نے ہاتھ ہٹا لیا اور حضرت خالد نے مزے سے کھائی۔ اس
سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب کلی اور جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حاصل
نہ تھا۔ ورنہ حضور خود ہی جان لیتے کہ یہ گوہ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج
مطہرات کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا۔ اور آپ کو جمیع ماکان
و مایکون کا علم بھی حاصل نہ تھا۔

سرفراز صاحب نے اس کے علاوہ بھی ان صفحات میں گوہ کے بارے چند
روایات مزید نقل کی ہیں۔ سب سے یہی استدلال کیا ہے؛
کہ حضور کو علم نہ تھا۔ پہلی حدیث کی شرح میں فتح الباری سے نقل کیا ہے
کہ: وانہ کان لا یعلم من المغیبات الا ما علمہ اللہ تعالیٰ۔
اور بعض روایات میں گوہ کی انگلیاں شمار کرنے کا ذکر ہے۔ بعض میں
لا ادری کا صریح لفظ ہے۔
یہ سب واقعات ہیں اور قیامت سے قبل کے ہیں اور معراج شریف کے
بعد کے ہیں اور لطف یہ ہے کہ حلت حرمت و احکام سے متعلق ہیں مگر آپ نے
لا ادری فرما کر علم کی نفی فرمائی ہے۔

جواب نمبر ۱: یہ روایات بھی اخبار آحاد ہیں ان میں کوئی

ایک روایت بھی متواتر یا مشہور نہیں ہے۔ اور ایسی روایات کو عموم قرآنی کا مخصص بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اطلاق قرآنی کی ان سے تقیید ہو سکتی ہے۔ کما مر مرارا۔

جواب:

یہ واقعات بھی نزول قرآن کی تکمیل سے بہر کیف قبل کے ہیں بعد کے نہیں۔ لہٰذا ہمارے دعویٰ و عقیدہ کے ہرگز خلاف و منافی نہیں ہیں۔

سرفراز صاحب اگر یہ واقعات سنہ ھ کے بعد کے ہیں تو کیا فرق پڑھتا ہے تمام احکام کا علم آپ کو بذریعہ وحی و قرآن عطا ہو چکا تھا۔ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل جیسا کہ حدیث جبریل کی شرح میں آپ خود ابن حجر اور علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں ازالہ کے ص ۱۴۳ پر انما جاء بعد انزال جمیع الاحکام گوہ کی حلت یا حرمت کے حکم کا علم اس واقعہ کے بعد یقیناً دے دیا گیا تھا۔

ساتویں حدیث:

ازالہ کے ص ۳۵۹ پر سرفراز صاحب نے عنوان بالا کے تحت ترمذی وغیرہ سے ایک روایت کے مختلف الفاظ نقل کیے ہیں کہ حجۃ الوداع سنہ ھ مقام عرفات سے واپسی پر صحابہ کو فرمایا تھا کہ:

لتاخذ امتی منسکھما فانی لا ادری لعلی لا القاھم بعد عامھم ھذا به مولا اراکم بعد عامی ھذا۔

یعنی ہر امت کو چاہئیے کہ وہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لے کیونکہ میں نہیں جانتا شاید کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں جب آپ کو عرفات سے واپسی کے وقت اپنی وفات کا وقت معلوم نہیں حالانکہ اس واپسی کے بعد آپ صرف تین ماہ دنیا میں بقید حیات رہے ہیں تو پھر

دوسروں کی وفات کا علم کلی کیسے حاصل ہوگا اور جب آپ صحابہ کو فرماتے ہیں کہ شاید میں پھر تمہیں نہ دیکھ سکوں تو دوسروں کو وہ کیسے اور کہاں دیکھ سکتے ہیں یہ صحیح روایت ہے۔ علم کلی اور حاضر و ناظر کی نفی بھی واضح دلیل ہے۔

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے نہ متواتر ہے نہ مشہور اور نہ خبر واحد عموم قرآن کی نہ مخصص ہو سکتی ہے اور نہ ہی قرآنی آیات کے اطلاق کی تقیید اس سے جائز ہے۔ کما مر مرارا۔

جواب نمبر ۲:

یہ بھی بہر حال نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا واقعہ ہے جو ہرگز ہمارے مدعا و عقیدہ کے خلاف و منافی نہیں ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا ان سے ہمارے خلاف استدلال کرنا پرلے درجہ کی جہالت ہے یا دھوکہ دہی ہے۔

اس روایت کو حاضر و ناظر کے خلاف سمجھنا بھی سرفراز صاحب کی حماقت ہے۔ سرفراز صاحب مراد لا القاکم یا لا اراکم سے اس دنیا میں دنیوی زندگی کے ساتھ نہ رہنا ہے یعنی جسمانیت و بشریت کے لحاظ سے ورنہ روحانیت اور نور نبوت کے لحاظ سے تو آپ کو آپ کے اکابر بھی حاضر و ناظر مان چکے ہیں۔

چنانچہ فیوض الحرمین ص ۲۸ پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

ان الفضا ممتلئٌ بروحه عليه الصلوٰة والسلام وهى تتموّج به تموّج الريح العاصفة۔

یعنی تمام فضا حضور علیہ السلام کی روح پاک سے بھری ہوئی ہے اور روح مبارک اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے۔

بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس ص۱۰ پر فرماتے ہیں

النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم کو بعد لحاظ صلہ من انفسهم

کے دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت

کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں ہے

کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اُس
نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ اس اعتبار سے
کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے
نزدیک ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب امداد السلوک ص۱۰ پر لکھتے ہیں۔ جس

کا ترجمہ یہ ہے کہ:

مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک ہی مکان میں مقید نہیں
ہے۔ مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگرچہ وہ شیخ سے دور ہے لیکن
شیخ کی روحانیت دور نہیں ہے الخ۔

اب سرفراز صاحب اور ان کے چیلے چانٹے بہ تو بتائیں کہ کیا آپ کے

اکابرین نے حضور علیہ السلام کو روحانیت کے لحاظ سے حاضر و ناظر مانا ہے

یا نہیں۔ جن آیات و احادیث کو تم لوگ دن رات حاضر و ناظر کے خلاف پیش کرتے

ہو۔ کیا یہ تمہارے اکابر ان سے بے خبر تھے یا کیا اُن کو ان کے معانی معلوم نہ تھے

یا کیا وہ بھی بریلویوں کی طرح بقول تمہارے مشرک ہی تھے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

---

۱ اور حسین احمد مدنی پوری شہاب ثاقب میں اس عبارت کو نقل کرتے ہیں

آٹھویں حدیث

ص۳۵۹ اور ص۳۶۰ پر عنوان بالا میں بخاری و مسلم وغیرہ سے چند روایتیں نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں۔ ان جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ افتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں۔

جواب:

یہ بھی خبر واحد ہے نہ متواتر کہ مشہور اور ایسی روایت سرفراز صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ عموماً قرآنی کی مخصص بھی نہیں ہو سکتی اور اس سے اطلاق قرآنی کی تقیید کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے بعد کا نہیں جو بعدیت کا مدعی ہو وہ باحوالہ دلیل دے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا استدلال اس حدیث سے باطل و مردود ہے اور اس سے حاضر و ناظر کے خلاف استدلال کا جواب گذشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے۔

ناویں حدیث:

ص۳۶۱ پر اور ص۳۶۲ پر عنوان بالا میں سرفراز صاحب نے بخاری و مسلم سے حضرت عائشہ رضی سے روایت نقل کی ہے کہ غزوہ خندق سے واپس ہو کر آپ نے ہتھیار اتار دیئے تو جبرئیل آئے اور کہا ابھی اُدھر جانا ہے آپ نے دریافت کیا۔ کدھر جانا ہے تو جبریل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا آپ لشکر لے کر چل پڑے۔ پھر جن کو اسیر بنایا اُن میں سے ایک لڑکے

کی بلوغت میں تردد ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ موئے زیر ناف دیکھو۔

اگر آپ جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے اولاً تو ہتھیار نہ اتارتے ثانیاً جبریل سے نہ پوچھتے کہ اب کدھر جانا ہے۔ ثالثاً لڑکے کی بلوغت معلوم کرنے کی مذکورہ طریقہ سے نوبت نہ آتی۔ (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے جو عموم قرآنی کی مخصص نہیں ہو سکتی۔

جواب نمبر ۲:

یہ بھی نزول کی تکمیل سے قبل کا واقعہ ہے جو ہمارے عقیدہ و دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا استدلال باطل و مردود ہے۔ باقی صحابہ کے لیے یا کسی اور ولی کے لیے کوئی بھی جمیع ماکان و مایکون کے حصول دائمی کا قائل نہیں ہے۔ اس لیے اس سے صحابہ کے علم کی نفی پر استدلال بھی خود فریبی ہے۔

دسویں حدیث:

ص ۳۶۳ پر عنوان بالا میں سرفراز صاحب نے کہا کہ بخاری و مسلم میں جنگ خیبر کے مال غنیمت میں آنے والے قیدیوں کا تذکرہ ہے۔ آپ نے ایک صحابی دحیہ بن کلبی کو اجازت دی کہ تم جا کر ایک لونڈی لے لو وہ گئے انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیی کا انتخاب کیا۔ مگر ایک صحابی کے بتلانے اور مشورہ دینے پر آپ نے دحیہ کو فرمایا تم اور کوئی لونڈی لے لو۔ چنانچہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو آزاد کرنے کے بعد ان سے اپنا نکاح فرما لیا۔

اگر آپ کو علم غیب کلی یا علم جمیع ماکان و مایکون ہوتا تو آپ صحابی کے مشورہ سے پہلے ہی حضرت صفیہ حضرت دحیہ کو عطا نہ کرتے اور پہلے ہی جان لیتے

کہ یہ اعلیٰ خاندان کی ہے جو معمولی سپاہی کے مناسب نہیں۔ اور جو رائے آپ نے بعد میں اختیار فرمائی وہ پہلے ہی اختیار فرما لیتے۔

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے عموم قرآنی کا مقابلہ نہیں کر سکتی نہ اطلاق قرآنی کے مقابلہ میں آسکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے۔ بعد کا نہیں۔ ادعلی تعلیہ البیان۔

گیارہویں حدیث

سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۶۳ سے ۳۶۶ کے آخر تک بخاری و مسلم وغیرہ سے متعدد روایات نقل کرتے ہیں کہ آپ کو زہر آلود گوشت خیبر میں کھلایا گیا اگرچہ آپ کا انتقال نہیں ہوا مگر آپ کو آخر دم تک اس تکلیف ہوتی رہی اور آپ کے بعض صحابہ یا کم از کم ایک صحابی بشر بن براء بن معرور شہید ہو گئے اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اگر ہوتا تو یہ المناک اور افسوسناک واقعہ رونما نہ ہوتا اور پھر صحابی کے شہید ہونے کی نوبت نہ آتی کیا آپ نے عمداً و قصداً ایسا کیا ہے ہرگز نہیں (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

جتنی بھی روایات نقل کی گئی ہیں وہ سب اخبار احاد ہیں جو نصوص قرآنیہ کے عموم و اطلاق کی تخصیص و تقیید کے لیے ہرگز کافی نہیں ہیں۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جو ہرگز ہمارے عقیدہ

و دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳:

عدم توجہ یا نسیان و ذہول کی وجہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے۔

بارہویں حدیث:

ص ۳۶۶ تا ص ۳۶۷ بخاری و مسلم سے خیبر کی کھجوروں کے متعلق سرفراز صاحب ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے آپ کے سامنے خیبر کی عمدہ کھجوریں پیش کیں تو آپ نے فرمایا:
کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں اگر حضور علیہ السلام کو کلی غیب یا جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ کو خیبر کے علاقہ کی کھجوروں کا ضرور علم ہوتا اور سوال کی نوبت نہ آتی (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے نہ متواتر ہے نہ مشہور۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل کے بعد کا ہے۔ لہٰذا ہمارے دعویٰ و عقیدہ کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ سوال عدم توجہ یا ذہول پر بھی مبنی ہو سکتا ہے۔

ضروری انتباہ:

اس عنوان میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ حضور کے سوال کو فریق مخالف خدا کے سوال ما تلک بیمینک یا موسیٰ پہ قیاس کر لیتے ہیں حالانکہ یہ قیاس غلط ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ علیمٌ بالذات الصدور ہے اور اللہ کے بارے میں روایات میں وہوا علم بھی وارد ہے (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

بے شک باری تعالیٰ علیمٌ بالذات الصدور ہے۔ مگر یہاں صرف یہی بات کہی جاتی ہے کہ علم کے ہوتے ہوئے بھی سوال ہو سکتا ہے اور علم کے ہوتے ہوئے سوال مبنی بر حکمت و مبنی بر مصلحت ہوتا ہے۔ جیسے ممتحن طالب علم سے سوال کرتا ہے۔ باوجود جاننے کے ما تلک والی آیت کو اس لیے پیش نہیں کیا جاتا کہ ذات رسول کو ذات خداوندی پہ قیاس کر کے مساوی قرار دیا جائے۔ بلکہ محض اس مقصد کے تحت پیش کیا جاتا ہے کہ بعض دفعہ علم ہوتے ہوئے بھی سوال کیا جاتا ہے اور اس احتمال کے ہوتے ہوئے عدم علم پر استدلال محض سوال کی بنیاد پہ مبنی بر جہالت ہے۔

تیرھویں حدیث:

ترمذی وغیرہ سے اس عنوان میں سرفراز صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے اندر کب تک رہوں گا۔ اس لیے تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا اور مشکوٰۃ میں ہے کہ آپ نے ایک دفعہ پیشاب کے بعد تیمم کر لیا۔ حالانکہ پانی قریب تھا۔ بتانے پر فرمایا مجھے کیا معلوم ہے کہ میں پانی تک رسائی حاصل کر سکتا ہوں یا نہیں اگر جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے تو یوں کیوں فرماتے۔

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے جو قرآن کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی اور نہ مخصص بن سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲: یہ واقعہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے۔

یا بعد کا اگر قبل کا ہے تو ہمارے خلاف نہیں اور اگر بعد کا ہے تو بعدیت باحوالہ
ثابت کریں۔

جواب نمبر ۳:
یہ بھی عدم توجہ یا نسیان و ذہول پر مبنی ہو سکتا ہے۔

چودھویں حدیث:

اس عنوان میں سرفراز صاحب نے بخاری وغیرہ سے یہ حدیث نقل کی
ہے کہ جب سورہ حجرات کی آیۃ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ
نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس نے حضور علیہ السلام کی مجلس میں آنا چھوڑ
دیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت ثابت بن قیس کو گم اور غائب پایا تو ایک
صحابی نے عرض کی حضرت میں اس کی خبر آپ کو لا کر دیتا ہوں وہ گئے تو دیکھا
کہ وہ گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں دریافت پر بتایا کہ معاملہ خراب ہے میری
آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جاتی رہی ہے تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے
ہیں اور میں تو دوزخی ہو گیا ہوں وہ صحابی گئے جا کر حضور کو اس کے حال کی
خبر دی تو حضور نے فرمایا جا کر اس کو بشارت دو کہ تم دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہو

(اس مضمون کی تھوڑی سے اختلاف کے ساتھ مزید چند روایات
بھی نقل کرنے کے بعد) سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہمارے استدلال اس صحیح روایت سے بالکل واضح ہے کہ اگر جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر
ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس کے فقدان کا یا ان کے بیمار پڑ جانے کا خلاف
واقعہ خیال ہرگز آپ کے ذہن میں نہ پیدا ہوتا اور صحابہ سے اس کے متعلق نہ
پوچھتے (وغیرہ وغیرہ)

جواب نمبر ۱: یہ روایت بھی خبر واحد ہے جس کو عموم قرآنی کا

مخصص نہیں بنا سکتے اور نہ ہی اطلاق قرآنی کی اس سے تقیید کر سکتے ہیں۔ جیسا
کہ سرفراز صاحب کی اپنی کتابوں میں بصراحتہ مذکور ہے۔

جواب نمبر ۲:
یہ واقعہ بھی یقیناً نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس
لیے یہ ہمارے عقیدہ علم غیب کلی کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔

ایک اعتراض کا جواب:

سرفراز صاحب ص ۳۷۴، ۳۷۵ پر لکھتے ہیں کہ:
افسوس اور صد افسوس ہے فریق مخالف پر کہ ایک طرف تو وہ یہ
عقیدہ رکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ
حاضر و ناظر ہیں اور دوسری طرف خصوصیت سے مسجدوں کے
اندر چلا چلا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر بلند آواز سے درود پڑھتا
ہے اور نعت خوانی (بلکہ قوالی) کرتا ہے اگر اہل بدعت کا
عقیدہ واقعی دیانت پر مبنی ہے جب آپ ان کے زعم باطل میں
ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ان کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنی لازم
ہے۔

جواب نمبر ۱:
الحمد للہ اہلسنت کا عقیدہ حاضر و ناظر بلحاظ روحانیت و نورانیت کے
بالکل مبنی بر دیانت ہے۔ رہا چلا چلا کر مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر تو یہ
ہمارے نزدیک اور ہمارے اکابر کے نزدیک بھی منع ہے یعنی جہر مفرط
ناجائز و ممنوع ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی اتہام تراشی ہے کہ وہ جہر مفرط کے
جواز سے اہلسنت کی طرف منسوب کر رہے ہیں اعلیٰ حضرت نے اور دیگر
اکابرین اہلسنت نے جہر مفرط کو منع فرمایا ہے اور یہی جہر مفرط اکابرین دیوبند

کے نزدیک بھی منع ہے مگر جہر غیر مفرط نہ ہمارے اکابر کے نزدیک منع ہے اور نہ ہی اکابرین دیوبند کے نزدیک منع ہے۔ جیسا کہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر اور فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ سے ثابت ہے جس کی بحث کسی اور موقعہ پر مفصل طور پر کی جائے گی۔ سر دست قارئین کو چاہیئے کہ علامہ سعیدی صاحب کی کتاب ذکر بالجہر کا مطالعہ کریں۔

باقی رہا یہ کہ حاضر و ناظر کے بھی خلاف ہے۔ تو یہ سرفراز صاحب کا خبط ہے۔ کیونکہ آیت میں ایک تو فوق صوت النبی کی قید ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مجلس میں آپ کی آواز پر کسی آواز بلند نہ ہو اور یہاں مساجد میں جہاں ذکر ہوتا ہے صوت رسول مفقود ہے۔

لہٰذا رفع صوت فوق صوت النبی اس کو قرار دینا جہالت ہے۔ صرف رفع صوت منع نہیں بلکہ رفع صوت علی صوت الرسول منع ہے۔ کیونکہ آیت میں فوق صوت النبی کی قید موجود و مذکور ہے۔ چنانچہ ابن کثیر کی روایت میں بھی یہی ہے کہ:

والا رفع صوتی ابداً اعلی صوتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ میں کبھی بھی اپنی آواز کو حضور علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کروں گا۔

جواب نمبر ۲:

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ بلند آواز سے بولنے میں اگر حضور علیہ السلام کے تکلیف پانے یا آپ کی بے ادبی کا کوئی تصور نہ ہو تو وہ رفع صوت اس نہی قرآنی کے تحت داخل نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں آپ کے سامنے ایسا رفع صوت جو تاذی یا استہانت کے تصور سے خالی ہے پایا گیا ہے۔ جس کو سرفراز صاحب خود ص ۳۷۵ پر تسلیم کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کا رفع صوت نہی مذکور میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عادت پر مبنی تھا اور ہم عرض کرتے ہیں کہ سرفراز صاحب جناب ثابت بن قیس باوجود

رفع صوت کے جنتی ہیں۔ کیونکہ ان کا رفع صوت تاذی و استہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی تھا۔ بلکہ ایسا رفع صوت تو کفر ہے۔ کیونکہ قصداً تاذی یا استہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی حنفی روح المعانی پ ۲۶ ص ۱۳۴ میں لکھتے ہیں کہ:

ثم ان من الجهر ما لم يناد له النهى بالاتفاق وهو ما كان منهم فى حرب او مجادلة معاند او ارحاب عداد او ما اشبه ذالك مما منه تأذ او امتهما منه ففى الحديث انه عليه الصلوٰة والسلام قال للعباس بن عبد المطلب لما ولى المسلمون يوم حنين ناد اصحاب السمرة فنادى يا على صوته ابن السمرة لكان رجلاً مليتاً يُروى

ان غارةً اُتيتهُمُ يومًا فصاح العباس

يا صباحاه فاسقطت

الحوامل لشدة

صورتهٗ

ترجمہ:۔ پھر جہر (بلند آوازی) کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن کو باالاتفاق نہی قرآنی شامل نہیں اور وہ وہ صورتیں ہیں جن میں حضور علیہ السلام کے تکلیف پانے یا آپ کی بے ادبی ہونے کا خیال تک پیدا نہ ہوسکے۔ جیسے لڑائی یا مجادلہ یا دشمن کے ڈرانے وغیرہ کے مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آواز بلند کی جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب غزوہ حنین کے دن مسلمان میدان جہاد میں چلے گئے تو حضور علیہ السلام نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا کہ اصحاب سمرہ یعنی بیعت الرضوان کو آواز دو تو حضرت

عباس نے بڑی اونچی آواز سے فرمایا کہاں ہیں اصحاب سمرہ۔ اور حضرت عباس بڑے بلند آواز تھے مروی ہے کہ ایک دن کچھ لٹیرے آپڑے تو حضرت عباس نے یا صباحاہ کہہ کر پکارا تو ان کی شدت آواز سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو گئے۔

روح المعانی کی اس عبارت کو مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی بھی اپنی کتاب فتح الملہم جلد اول ص ۲۷۰ پر نقل کر کے ہماری تائید کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ سے استدلال سرفراز صاحب کی جہالت پر مبنی ہے۔ اور مذکورہ بالا صورتوں میں اور ایسی صورت میں جہاں تاذی یا استہانت کسی کو بھی تصور نہ ہو۔ رفع صوت نہی قرآنی کے تحت داخل نہیں ہے۔ و ہوا المقصود۔

پندرہویں حدیث:

اس عنوان میں سرفراز صاحب ص ۳۷۵ تا ۳۷۸ تک یہ حدیث پیش کی ہے کہ ایک دفعہ آپ سر اقدس پر کنگھی پھیر رہے تھے کہ ایک آدمی نے گھر کے دروازے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا جب آپ نے اُس کو دیکھا تو فرمایا اگر میں جانتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں تیر مار دیتا۔ معلوم ہوا کہ آپ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم تھے اور نہ حاضر و ناظر تھے۔

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے جو نصوص قرآنیہ کے نہ تو عموم کی مخصص بن سکتی ہے اور نہ ہی اس سے اطلاق قرآنی کی تقیید کر سکتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ اگر نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے تو ہمارے عقیدہ کے

خلاف نہیں اور اگر بعد کا ہے تو بعدیت کے مدعی پر لازم ہے کہ وہ بعدیت کو ثابت کرے ورنہ اس کا استدلال باطل و مردود ہے۔

سولہویں حدیث:

اس عنوان میں ص ۳۷۸ سے ص ۳۸۰ کے آخر تک بخاری وغیرہ سے یہ نقل کیا ہے کہ عکل یا عرینہ قبیلہ کے چند آدمیوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لا کر بیعت کی اور جب مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ بیمار ہو گئے تو آپ نے اجازت لی کہ ہم کو اونٹوں کے گلوں کے ساتھ جنگل میں رہنے کی اجازت دی جائے آپ نے اجازت دے دی اور بیت المال کے کچھ اونٹ اور کچھ خادم بھی ساتھ دے دیئے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے ایک چرواہے راعی کو جس کا نام لیسار تھا شہید کر دیا اور بیت المال کے اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے۔ دوسرے راعی نے مدینہ طیبہ میں آکر آپ کو اور صحابہ کو مطلع کیا۔ یہ اور دیگر روایات واضح کرتی ہیں۔ کہ اگر آپ کو ان کے حالات کا علم ہوتا کہ وہ میرے خادموں کو قتل کر دیں گے اور بیت المال کے اونٹ لے کر بھاگ جائیں گے تو آپ کبھی ان پر اعتبار نہ کرتے۔ (وغیرہ وغیرہ)

جواب نمبر ۱:

یہ بھی اخبار آحاد ہیں نہ متواتر ہیں نہ مشہور اور خبر واحد عموم قرآنی کی نہ مخصص بن سکتی ہے اور نہ ہی اس سے اس کی تقیید جائز ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا واقعہ ہے جو ہمارے عقیدہ کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ جو اس کی بعدیت کا مدعی ہے۔ وہ بیان بالبرہان لائے۔

سترہویں حدیث:

اس عنوان میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو دعوت ولیمہ پر چند صحابہ کرام کو بلایا کچھ لوگ کھانے سے فراغت کے بعد بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے آپ کے اوقات و مشاغل میں خلل واقع ہوا تو آپ اس خیال سے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے کہ یہ بھی اٹھ کر چلے جائیں گے۔ مگر جب آپ واپس آئے اس خیال سے کہ وہ اٹھ گئے ہوں گے تو وہ اب بھی بیٹھے تھے۔ ثم ظن انهم خرجوا فرجع الخ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اگر ہوتا تو آپ پہلی دفعہ یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ چلے گئے ہوں گے۔ پھر بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت انس نے آکر بتایا کہ لوگ چلے گئے ہیں۔ اگر آپ غیب داں ہوتے یا حاضر و ناظر ہوتے یا مختار کل ہوتے تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہوتا کہ وہ ابھی نہیں گئے حاضر و ناظر ہوتے تو اطلاع دینا کہیں مختار کل ہوتے تو تکوینی طور پر تصرف فرما کر ان کو باہر نکال دیتے۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایت بھی اخبار احاد میں سے ہے جو عموم قرآنی کی ہرگز مخصص نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اطلاق قرآنی کی تقیید کر سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جو ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

باقی اس سے روحانی و نورانی لحاظ سے حاضر و ناظر ہونے کی نفی بھی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ پہلے مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے اور نہ ہی مختار کل ہونے کی

نفی ہوتی ہے گھر کے مہمانوں کو تکوینی طور پر تصرف کر کے نکال دینا میزبانی کے آداب کے خلاف ہے۔ اس لیے ایسا نہیں کیا اس کو مختار نہ ہونے کی دلیل بنانا بھی جہالت ہے۔

اگر ایسی روایات کو حاضر و ناظر کے خلاف قرار دیا جائے تو پھر کیا قاسم نانوتوی صاحب وغیرہ اکابر دیوبند (جن کی عبارات پہلے پیش کی جا چکی ہیں) ان احادیث سے بے خبر تھے۔ کیا ان کو ان کا علم نہ تھا۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

اٹھارویں حدیث:

سنہ ۱۰ھ اواخر میں جب حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار فرمایا اور قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی سے ساتھ لے لیے تو مکہ میں جا کر آپ پر منکشف ہوا کہ اصل جاہلیت کے اس خیال باطل کے لیے کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے انہی دنوں میں مستقل عمرہ ادا کیا جائے۔ اور اس کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے لیکن چونکہ احرام حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ساتھ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جا سکتا) اس لیے آپ بذات خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے معذور تھے۔ اس لیے آپ نے صحابہ کرام کو جو اپنی قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کے لیے مستقل احرام یہاں سے باندھ لیں۔ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہوگا۔ اس لیے اس نئی تجویز پر بعض حضرات کو تردد لاحق ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے اگر وہ مجھے پہلے معلوم ہوتی تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے باہر نکل آتا الخ۔

اس حدیث اور اس کی شرح میں حضرات اکابر علماء و محققین نے جو

کچھ ارشاد فرمایا ہے اسے ہمارا استدلال اور مدعی بالکل واضح ہے کہ اگر سنۃ کے اواخر تک بھی آپ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوتا تو یہ ارشاد فرمانے کی اور اس پریشانی کی نوبت نہ آتی۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایات بھی اخبار آحاد ہیں جو نصوص قرآنی کی نہ تو مخصص بن سکتی ہیں اور نہ ان سے اطلاق قرآنی کی تقیید ہو سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جو ہمارے عقیدہ کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔

انیسویں حدیث:

اس عنوان میں ص ۳۸۴، ۳۸۵ میں ترمذی وغیرہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پہ ہی آپ نے فرمایا ہے کہ میں کعبہ میں داخل ہوا تھا اگر مجھے پہلے ہی یہ بات معلوم ہو جاتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا ورنہ آپ ہرگز اظہار افسوس کے طور پہ یہ نہ فرماتے اور نہ بعد میں رائے بدلتی۔ الخ

جواب نمبر ۱:

یہ بھی خبر واحد ہے سابقہ روایات کی طرح فلہٰذا عموم قرآنی کی مخصص نہیں ہو سکتی۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جو ہمارے خلاف نہیں ہے۔

بیسویں حدیث:

اس عنوان میں ص ۳۸۵، ۳۸۶ میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب آپ پر مرض الموت کا غلبہ ہوا تو آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا کسی کو کہو وہ نماز پڑھا دے۔ لوگوں نے ابوبکرؓ کو نہ پایا کہ عمر فاروقؓ سے کہا آپ نے جب تکبیر کہی تو آواز سن کر آپ باہر آ گئے اور فرمایا نہیں نہیں نہیں ابوبکرؓ ہی نماز پڑھائے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر ہوتا تو آپ ابتدا میں ہی روک دیتے۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایت بھی خبر واحد ہے جو عموم قرآنی کی مخصص نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اطلاق قرآنی کی تقیید کر سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ روایت خبر واحد ہونے کے علاوہ ضعیف بھی ہے۔ کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی محمد بن سلمۃ ہے اگر یہ محمد بن سلمہ بن کہیل ہو تو اس کو ذاہب اور واھی الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان جلد ثالث ص۵۶۸ اگر یہ محمد بن سلمۃ البناتی ہو تو اس کے متعلق میزان کے صفحہ مذکورہ پر لکھا ہے۔

ترکہ ابن حبان وقال لا یحل الروایۃ عنہ۔

اس کو ابن حبان نے ترک کیا ہے اور کہا کہ اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے اگر محمد بن سلمۃ بن قریار البغدادی ہو تو اس کے متعلق میزان میں صفحہ مذکورہ پر ہی لکھا ہے کہ قال الدارقطنی لیس بالقوی ملاحظہ ہو میزان جلد ثالث ص۵۶۸۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کے متعلق میزان جلد ثالث ص ۴۶۹ تا ۴۷۱ میں لکھا ہے:

قال النسائی لیس بالقوی۔ وقال الدار قطنی لا یحتج بہ

و قال سلیمان التیمی کذّاب و قال وهیب سمعت هشام
بن عروة یقول : کذّابٌ و قال مالك انظروا
الی رجال من لدا   وقال ابن عدی کان
ابن اسحاق یلعب بالدیوک وقال یحیٰی
القطان اشهد ان محمد بن اسحاق کذاّب

امام نسائی نے فرمایا نہیں امام دارقطنی نے کہا اس سے احتجاج جائز
نہیں سلیمان التیمی نے کہا کذاب ہے امام وہیب نے کہا میں نے
امام ہشام بن عروۃ سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے یہ کذاب ہے
امام مالک نے اس کو دجال قرار دیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ
مرغ لڑایا کرتا تھا۔ امام یحیٰی القطان کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں
کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے۔

دیکھا آپ نے سرفراز صاحب کہ آپ کی اس روایت کے دو راویوں پر
کتب اسماء الرجال میں کس قدر شدید جرح کی گئی ہے پھر یہ جرح مبہم بھی نہیں
بلکہ مفسر جرح ہے کیونکہ لفظ کذاب جرح مفسر ہے۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ سرفراز صاحب کا اس روایت سے استدلال بھی دجل
وفریب اور باطل و مردود ہے۔

اکیسویں حدیث :

(اس عنوان میں ص ۲۸۰ پر ایک حدیث نقل کی ہے) کہ حضور علیہ السلام صحابہ
کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوڑا مبارک اتار دیا دیکھ کر صحابہ
نے بھی اتار دیں حضور نے صحابہ کو پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا تو صحابہ نے عرض
کی ہم نے آپ کو دیکھ کر ایسا کیا ہے :

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان جبریل اتانی فاخبرنی ان

فیها قذراً۔ (رواہ ابوداؤد جلد اول ص ۹۵)

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان ومایکون
کا علم حاصل نہ تھا ورنہ جبرئیل نہ آتے اور آپ صحابہ سے بھی سوال نہ کرتے
(وغیرہ وغیرہ)

جواب نمبر ۱ :

یہ بھی خبر واحد ہے جو عموم قرآنی کی مخصص نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس سے
اطلاق قرآنی کی تقیید کر سکتے ہیں۔

جواب نمبر ۲ :

یہ واقعہ اگر نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے تو ہمارے عقیدہ کے خلاف
نہیں اور اگر کوئی اس کی بعدیت کا مدعی ہے تو پھر ادعاء بعدیت کے مدعی پر
لازم ہے کہ وہ اپنے ادعاء کو باحوالہ ثابت کریں۔

جواب نمبر ۳ :

یہ روایت صحیح نہیں ہے جیسا کہ سرفراز صاحب نے اس کو ص ۲۸۰ پر
صحیح قرار دیا ہے۔ سرفراز صاحب یہ روایت ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے
اس کی سند جو ابوداؤد میں ہے اس کا ایک راوی موسیٰ بن اسماعیل المنقری
ہے جس کے متعلق تقریب میں لکھا ہے :

قلت تعلم الناس فیه۔

میزان جلد رابع ص ۲۰۰ میں لکھا ہے :

قلت لم اذکر اباسلمة للبن فیه و تکلم الناس فیه۔

اور ایک راوی عبدربہ ہے جس کی کنیت ابونعامۃ السعدی ہے۔ اس کے
متعلق میزان جلد دوم ص ۵۴ میں لکھا ہے کہ :

قال البیهقی لیس بالقوی۔

ایک راوی منذر بن مالک ہے جس کی کنیت ابونضرت العبدی البصری ہے

اس کے متعلق میزان میں ہے:

اوردہ العقیلی فی الضعفاء اور یہ کہ ولکنی ما احتج بہ البخاری و قال ابن حبان فی الثقات: کان یہمّ یخطئ و قال احمد ثقة و لیس کل
اور یتحج به۔

میزان جلد رابع صـ ۱۸۱، ۱۸۲

باقی حضرات کی تعدیل مفید نہیں کیونکہ یہاں جو جرح کی گئی ہے وہ مفسّر ہے اور ایسی جرح بہر حال تعدیل پہ مقدم ہے۔ جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں شرح نخبۃ الفکر وغیرہ میں مصرح ہے۔

ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا اس روایت کو صحیح قرار دے کر استدلال کرنا مبنی بر جہالت ہے۔ سرفراز صاحب خود بھی اپنی کتاب سماع موتیٰ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ جرح مقدم ہے تعدیل پہ باوجود دو راویوں کے ضعیف ہونے کے سرفراز صاحب کا اس روایت کو صحیح قرار دینا جاہلانہ اور احمقانہ اقدام نہیں تو اور کیا ہے۔

بائیسویں حدیث:

اس عنوان میں ازالہ کے صـ ۳۸۸ تا ۳۹۰ تک میں سرفراز صاحب نے بخاری وغیرہ سے یہ بیان کیا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق یا فتح مکہ کے سفر میں جناب عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرا ہار گم ہو گیا تو حضور اور صحابہ کو رکنا پڑ گیا آپ نے صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھی بھیجا۔ کافی پریشانی صحابہ کو اور آپ کو ہوئی اور یہ واقعہ عائشہ صدیقہ کے علاوہ حضرت عمار بن یاسر سے بھی مروی ہے۔ جیسا کہ نسائی جلد اول صـ ۳۵ اور ابوداؤد جلد اول صـ ۵۴ پہ بھی موجود ہے۔ الغرض یہ روایات بتاتی ہیں کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون

کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی اور ہار کی تلاش کے لیے آپ خود کیوں قیام فرماتے الخ (وغیرہ وغیرہ)

جواب نمبر ا:

یہ بھی خبر واحد ہے جو عموم قرآن کی مخصص نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس سے اطلاق قرآنی کی تقیید ہو سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ یقیناً نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جو ہمارے عقیدہ کے خلاف و منافی نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ عدم توجہ یا ذہول پہ مبنی ہو اس احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال باطل ہے۔ کیونکہ مشہور قاعدہ ہے: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

جواب نمبر ۴:

ابوداؤد صـ ۴۵ کی عمار بن یاسر والی روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی عبید اللہ بن عبد اللہ ہے۔ اس کے متعلق تقریب التہذیب صـ ۲۵۲ میں لکھا ہے: فیہ لیس من الرابعة چوتھے طبقہ سے ہے۔ اور اس میں لیس ہے۔ لیس کا لفظ الفاظ جرح میں سے ایک ہے۔

اگر یہ عبید اللہ بن عبد اللہ ابو المنیب المروزی العتکی ہے تو پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

اگر عبید اللہ بن عبد اللہ بن موہب ہے تو پھر اس کے متعلق لکھا ہے:

قال احمد بن حنبل احادیثه مناکیر لا یعرف لا هو ولا ابوه۔

اگر عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابو المنیب المروزی ہے تو اس کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں: فی حدیثه نظر۔

اگر عبید اللہ بن عبد اللہ بن محمد العطار ہے تو اس کے متعلق لکھا ہے:

لا یصرف ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد ثالث ص ۱۱، ۱۲۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب نے ابو داؤد کی جو روایت پیش کی ہے وہ ضعیف ہے اس لیے اس کو استدلال میں پیش کرنا مبنی بر حماقت ہے۔

تیئسویں حدیث:

اس عنوان میں سرفراز صاحب نے بخاری جلد اول و ثانی سے ابو سعید الخدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت میں نقل کی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایا تھامے ہوئے ہوں گے مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آ چکا ہو گا یا ان کو طور کی بیہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو گا یہ واقعہ قیامت سے متعلق ہے اور دخول جنت و نار سے قبل کا ہے اگر بقول اور بزعم فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہیں تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ فلا ادری میں نہیں جانتا جن لوگوں کا یہ غلط خیال ہے کہ وفات کے بعد حجاب نفس اُٹھ جانے کے بعد اس کی وجہ سے آدمی علم غیب پر حاوی ہو جاتا ہے یہ دیگر صحیح حدیثیں ان کے باطل نظریہ کی تردید کے لیے بالکل کافی ہیں الخ۔

جواب نمبر ۱:

یہ روائتیں بھی اخبار احاد ہیں جن کو عموم قرآنی کا مخصص بنانا جائز نہیں ہے اور نہ اطلاق قرآنی کی تقیید ان سے جائز ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ عدم درایت اُس بے ہوشی کے اثرات کا نتیجہ ہو گا جو ماضی قریب

میں لاحق رہی ہو گی پھر ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک آپ کے جمیع ماکان و ماکان کے عالم ہونے کا یہ مطلب و مقصد ہرگز نہیں ہے کہ آپ ہر شے کو اس طرح ہر وقت جانتے ہیں کہ کبھی بھی آپ پر نسیان یا ذہول کا طریان نہیں ہوتا۔ بلکہ نسیان و ذہول کی صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ یہ شان صرف ذات باری تعالیٰ کی ہے نہ بھولے نہ ذہول طاری ہو نہ توجہ کا محتاج رہے آپ کی ذات کے لیے نسیان و ذہول بھی جائز ہے اور عدم توجہ کی وجہ سے کسی بات سے عدم علم کا اظہار بھی ممکن ہے اس لیے یہ روایات ہمارے عقیدہ و دعویٰ کے ہرگز منافی و مخالف نہیں ہیں اور ان سے سرفراز صاحب کا استدلال ایک جاہلانہ کارروائی ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ حدیثیں تو آپ کے علم کی وسعت کی دلیل ہیں کیونکہ قیامت سے کئی صدیاں پہلے آپ نے قیامت کو ہونے والا واقعہ بیان کر دیا ہے اور بیان کرنا علم کے بغیر ممکن نہیں ہے معلوم ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بے شمار واقعات کا علم بھی عطا فرما دیا تھا جو لوگ یہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ آپ کو کل کا علم نہیں وہ غور کریں کہ جب صدیوں بعد ہونے والے واقعات کا علم عطا ہوا ہے تو پھر اُن کی یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے کہ آپ کو کل کا پتہ نہیں۔ جو روایت مثبت علم تھی اُس کو علم کی نافی سمجھ لیا سچ ہے کہ:

برعکس نہند نام زنگی کافور

چوبیسویں حدیث:

اس حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں کی شفاعت کے لیے سجدہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے خاص تعریفیں ثنائیں اور محامد بتائے

گا جو لاتحضرنی الآن کے اب میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں یا میرے علم میں نہیں ہیں جیسا کہ بخاری وغیرہ میں موجود ہے ان سے ثابت ہوا کہ اگر آپ کو دخول جنت ونار تک کی کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا۔

جواب نمبر ۱:

یہ حدیث بھی خبر واحد ہی ہے نہ متواتر ہے نہ مشہور اس لیے عموم قرآنی کی تخصیص نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس سے اطلاق قرآنی کی تقیید ہو سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

اس روایت میں جن محامد کا ذکر ہے اس سے مراد غیر متناہی محامد صفات ہیں اور ہم آپ کے لیے غیر متناہی علم کے قائل نہیں اس لیے یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ روایت بھی مثبت علم ہے کیونکہ جو چیز قیامت کو دی جائے گی۔ حضور علیہ وسلم صدیوں پہلے اس کے متعلق جانتے ہیں کہ وہ مجھے عطا ہو گی اس سے علمی وسعت ثابت ہوتی ہے نہ کہ وسعت علم کی نفی جیسا کہ سرفراز صاحب کا خیال باطل ہے۔

جواب ۴:

روایت میں لاتحضرنی الآن کے الفاظ ہیں یعنی نفی علم کی نہیں بلکہ استحضار کی نفی ہے اور عدم استحضار کو مطلقاً عدم علم قرار دینا درست نہیں ہے۔

پچیسویں حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محشر کے بعض حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر ہوں گا تو وہاں میری اُمت کے بعض لوگ لائے جائیں گے اور پھر ان کو بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جائے گا تو میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار یہ میرے ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ نہیں جانتے جو نئی نئی حرکتیں انہوں آپ کے بعد اختیار کیں آپ نے فرمایا تو میں خدا تعالیٰ کے نیک بندہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا:

وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم الخ

(بخاری جلد دوم ص۶۶۶ وغیرہ)

اور چونکہ یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ تیس صحابہ کرام سے مروی ہے کہ امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں متعدد صحابہ کرام سے اس حدیث کوثر کی تصریح کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:

بعض هذا ما یقتضی کون الحدیث متواتراً۔

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں یہ متواتر نقل ہے۔ الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کے ثبوت کے لیے نص قطعی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دخول جنت ونار سے قبل کے کل واقعات معلوم نہیں اگر ایسا ہوتا تو ان مرتدین ومنافقین کی بے ایمانیوں اور بدعات کا علم بھی ضرور ہوتا۔

جواب نمبر ۱:

یہ حدیث جس کے تواتر کو سرفراز صاحب نے تسلیم کر لیا ہے ہرگز ہمارے خلاف نہیں بلکہ ہمارے حق میں ہے اور سرفراز صاحب کے خلاف ہے

اولاً اس لیے کہ اس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے صدیوں پہلے وہ واقعہ
بیان کر دیا ہے جو صدیوں بعد قیامت کے دن وقوع پذیر ہوگا یعنی واقعہ
کے وجود میں آنے سے صدیوں پہلے آپ نے جان لیا ہے کہ قیامت کے
دن یوں ہوگا اور یوں ہوگا۔ جب آپ صدیوں پہلے اور وجود میں آنے سے بھی
پہلے بتا رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا علم آپ کو حاصل نہ ہو۔
ثانیاً یہ کہ سرفراز صاحب اور ان کے شرذمہ قلیلہ کا عقیدہ ہے کہ آپ کو
کل کا علم نہیں کہ کیا ہوگا۔ مگر یہ متواتر حدیث اس کے خلاف جاتی ہے۔ جب
آپ کو صدیوں پہلے واقعہ کے وجود میں آنے سے پہلے علم حاصل ہے تو
کل کا علم کیوں حاصل نہ ہوگا۔ ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کی اپنی پیش کردہ
حدیث کوثر متواتر ان کے خلاف ہے یا یوں کہیں کہ سرفراز صاحب اور ان
کے شرذمہ قلیلہ کا عقیدہ مذکورہ بالا اس حدیث متواتر کے خلاف ہے ظاہر
ہے کہ جن کا عقیدہ متواتر حدیث کے خلاف ہو وہ اہل سنت اور اہل حق نہیں
بلکہ اہل بدعت اور اہل باطل ہی ہو سکتے ہیں۔
اب رہا یہ کہ آپ نے ان کو اصحابی یا اصیحابی کیوں فرمایا اور خداوند قدوس
یا فرشتہ ان کو یہ کیوں کہیں کہ:

انك لا تدری ما احدثوا بعدك اور ما شعرت ما احدثوا
بعدك یا هل شعرت ما عملوا بعدك وغیرہ۔

تو جواباً عرض ہے کہ انک لا تدری مؤول ہے أانک لا تدری سے یعنی
اس إنّ سے پہلے ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے یا محذوف ہے اور
اس کا قرینہ مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ أ ماشعرت ما احدثوا بعدك

---

[1] یہ روایت بخاری متواتر نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاری مرقات جلد اول صـ میں
فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی روایات کی صحت ظنی ہے۔

ماشعرت ماضی منفی پہ ہمزہ استفہام انکاری ہے اور نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے
چونکہ دونوں جگہ واقعہ ایک ہی ہے اور ایک جگہ ہمزہ مذکور ہے۔ اور
دوسری جگہ مذکور نہیں اس لیے جہاں مذکور ہے اس کو حذف کرنا جائز نہیں
ہے۔ لہٰذا جہاں مذکور نہیں وہاں اس کے محذوف یا مقدر ہونے پہ مذکور
کو قرینہ بنا کر مقدر یا محذوف ہی ماننا مناسب ہے تاکہ دونوں حدیثیں آپس
میں موافق و مطابق ہو جائیں گی۔

اعتراض:

(سرفراز صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہمزہ کی تقدیر پر کہ)
باقی رہا مسلم کے حوالے سے اماشعرت کے لفظ سے علم ثابت کرنا تو یہ
عجیب حماقت ہے اولاً اس لیے کہ امام مسلم کا احادیث سے استدلال و
احتجاج کرنے کا طریقہ ہی جدا ہے۔ چنانچہ خود تصریح کرتے ہیں کہ میں سب
سے پہلے وہ روایات پیش کروں گا جو ہر قسم کے عیب سے محفوظ ہوں گی اور
ان کے رواۃ حفظ و اتقان سے موصوف ہوں گے۔ ان کے بعد وہ روایات
پیش کروں گا جن کے رُواۃ اگرچہ فی الجملہ ثقہ ہوں گے۔ مگر حفظ و اتقان میں
منزل اول کے رواۃ کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے اور حضرت اسماء کی یہ روایت
جس میں اماشعرت ہے امام مسلم نے درجہ دوم پر پیش کی ہے اس لیے اس
روایت کو بنیاد قرار دینا فن حدیث کا صریح انکار ہے۔ (وغیرہ وغیرہ)

جواب ہذا:

یہاں ایک نمبر کے رواۃ والی روایت پر درجہ دوم کے رواۃ
والی روایت کو ترجیح تو نہیں دی گئی یہاں تو دونوں روایتوں کے درمیان
تطبیق کی صورت پیش کی گئی ہے۔ "قاعدہ ہے کہ اگر تطبیق اور توفیق ممکن
ہو تو پھر توفیق پیدا کی جائے ورنہ اقوی کو قوی پر ترجیح اور قوی کو ضعیف
پر ترجیح دی جائے گی اگر رنگ لا تدری اور ماشعرت میں ہمزہ مقدر

نہ مانا جائے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ جہاں ہمزہ مذکور ہے وہاں سے اس کو زائد مانا جائے اور ایسا کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حضور علیہ السلام کی علمی فضیلت کی نفی ہوتی ہے جو نصوص قرآنی کے اطلاق وعموم کے خلاف ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ انک اور ماشعرت سے پہلے ہمزہ مقدر مانا جائے تاکہ دونوں حدیثوں میں موافقت ہو جائے۔

ہمزہ کی تقدیر کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ بلکہ خود قرآن میں بھی موجود ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قول ھذا ربی ھذا اکبر میں مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ ہٰذا سے پہلے ہمزہ مقدر ہے اور مقدر عبارت یوں ہے ءھذا ربی کیا یہ میرا رب ہے۔

جواب نمبر ۲:

امام مسلم کی اس روایت میں اگر ہمزہ محذوف قرار نہ دیا جائے تو پھر ان منافقین یا مرتدین کے نفاق وارتداد کے علم کی نفی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ نفی دوسری صحیح حدیثوں کے خلاف جاتی ہے۔ جن میں عرض اعمال کا ثبوت ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف جلد ص پر کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

عرضت علیَّ اعمال امتی حسنہا و قبیحہا ہے میری اُمت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے ہیں۔ یہ منافقین ومرتدین بھی آپ کی اُمت میں داخل تھے ان کا ارتداد بھی یقیناً عمل قبیح و بُرا ہے۔ العیاذ باللہ جب اُمت کے تمام اعمال حسنہ و اعمال قبیحہ آپ کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے وہ کیونکر پیش نہ ہوا ہو گا۔ ایسی صورت میں آپ کو ان کے اس احداث فی الدین یعنی ارتداد کا علم نہ ہوتا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث انک لاتدری کے یہی معنی درست ہیں کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے آپ کے بعد۔ یعنی آپ کو

معلوم تو ہے پھر بھی آپ غلبہ رحمت کے حال میں اصحابی یا اصحابی فرما رہے ہیں۔ جب کسی کریم کو سخاوت کے لیے بٹھایا جائے تو اس وقت اس کا دریائے سخاوت ایسا جوش مارتا ہے کہ اس کی دشمنی کی طرف توجہ نہیں ہوتی وہ بے اختیار اپنے دامن کرم و سخاوت کو پھیلا دیتا ہے اور جب اس کو توجہ دلائی جاتی ہے تو اس وقت وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی بالکل ایسا معاملہ ہے کہ آپ ان کے بُرے اعمال کا پورا پورا علم ہے مگر جود و سخا کا سمندر موجزن ہے اور رحمۃ العالمین ہونے کی شان اتم کا ظہور ہو رہا ہے۔

فلہٰذا ان کی بداعمالیوں کی طرف توجہ ہوتی ہی نہیں اور اس عدم توجہ یا ذہول کی وجہ سے بے اختیار فرمانے لگتے ہیں اصحابی اصحابی۔ لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے۔ اما شعرت ما احدثوا بعدک کہہ کر تو فوراً بداعمالیوں کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے تو پھر ارشاد ہوتا ہے۔ سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی ایک حق کے متلاشی کے لیے تو اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لیے یہ ہماری تقریر اور بیان کافی و درشتائی ہے مگر معاند اور متعصب کے لیے نہ قرآن کافی ہے اور نہ ہی عظیم ذخیرہ احادیث ہی کافی ہے۔

یاد رہے کہ سرفراز صاحب ازالہ میں ذہول سے جواب کا انکار تو کرتے ہیں عدم ذہول کی معقول وجہ اور کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے جو اُن کے عجز کی واضح دلیل ہے۔

اعتراض:

جن روایات میں عرض اعمال کا ذکر ہے اُن سے بھی فریق ثانی کا مدعی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں عرض سے عرض اجمالی مراد ہے عرض تفصیلی مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ فتح الباری جلد ۲۔ ص ۳۰۸ وغیرہ میں ہے

اور مولانا انور شاہ صاحب کشمیری بھی فرماتے ہیں:

انه عرض كعرض الاسماء على الملائكة لا علم محيط۔

فہرست مضامین عقیدہ الاسلام ص۱۱

(یہی بات سرفراز صاحب نے تسکین الصدور ص ۱۲۲-۱۲۳ کے منہیہ میں لکھی ہے اور حوالہ بھی انور شاہ صاحب کا ہی دیا ہے) ازالہ ص ۴۰۱۔

جواب:

اس عرض کو سرفراز صاحب کا عرض اجمالی قرار دینا سراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ ہماری ترمذی سے نقل کردہ روایت میں حسنہا و قبیحہا کے الفاظ وارد ہیں جو قرینہ واضحہ ہے کہ مراد تمام اعمال حسنہ و قبیحہ ہیں۔ بعض اعمال مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ خود سرفراز بھی ازالہ کے ص ۴۰۳ پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اکابر علماء میں سے (یعنی شارحین حدیث میں سے) جنہوں عرض اعمال کے ساتھ جملہ یا ہر یا سب کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو وہ محض استغراق عرفی کے طور پر مبالغۃً استعمال کیے ہیں۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے اس حقیقت واقعیہ کو مان لیا ہے کہ شارحین حدیث میں حضرات علماء کرام ایسے بھی موجود ہیں جنہوں نے عرض اعمال کے بیان و تشریح میں لفظ جملہ یا لفظ ہر یا سب لکھا ہے اور اپنی طرف سے اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ یہ مذکورہ الفاظ استغراق عرفی کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ سرفراز صاحب کون کہتا ہے کہ یہ استغراق عرفی کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ بات کسی محدث نے کسی امام نے کسی فقیہ نے کہا ہے۔ اگر کہی ہے تو کہاں ذرا نشاندہی کریں۔ اگر کہی ہے تو کیا وہ وہ قول محدث اس قابل ہے کہ اس کو عمومات قرآنیہ کے مقابلہ میں لایا جائے یا اُسے مطلق کو مقید کرنے کے لیے استعمال کیا جائے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر چونکہ تعرض یا عرضت علیّ اعمال اُمتی میں اُمت کے وہ افراد مراد ہیں جو مکلف الاعمال ہیں اور مکلف بالاعمال افراد کے اعمال کے لحاظ سے لفظ جملہ یا ہر

یا سب کا استعمال استغراق عرفی کے لیے نہیں بلکہ استغراق حقیقی کے لیے ہے۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا ص ۴۰۴ پر یہ اعتراض بھی ھباءً منثورا ہو گیا کہ دیگر حیوانات و جمادات اور نباتات کے مختلف حالات کا عرض کس دلیل اور کس حدیث سے ثابت ہوگا۔ کیونکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ عرض اعمال مکلف مخلوق کے اعمال سے متعلق ہے نہ کہ غیر مکلف مخلوق کے اعمال و حالات سے ثابت ہو گیا کہ ان کا یہ اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔ عرضت علی اعمال امتی کی شرح میں ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۰۰ پر لکھتے ہیں:

اى اجمالا من غير بيان عامليها ويحتمل تفصيلاً الخ

علامہ قاری صاحب نے واضح کر دیا ہے کہ تفصیلی مراد لینا ممتنع و ناجائز نہیں بلکہ تفصیل بھی مراد ہو سکتی ہے۔ ثابت ہوا وہ بھی تفصیل کے قائل ہیں۔

اعتراض:

سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۴۰۰ پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ یہ روایت انک لا تدری اور اپنی دیگر روایات قطعی الثبوت ہیں ان کو رد کرنے کے لیے کوئی قطعی الثبوت دلیل درکار ہے۔

جواب:

جناب اگر یہ قطعی الثبوت ہیں تو پھر کیا یہ آپ کے دعویٰ باطل و مردود پر قطعی الدلالت تو نہیں ہیں۔ بلکہ علم کی نفی پر ان کی دلالت زیادہ سے زیادہ ظنی ہے۔ کیونکہ عدم توجہ اور ذہول کا احتمال موجود ہے۔ اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی باطل و مردود ہے کہ ان قطعی الثبوت دلائل کو کوئی بھی رد نہیں کرتا۔ ہم اور ہمارے اکابر ان کو رد نہیں کرتے بلکہ ان کی تاویل کرتے ہیں۔ دیگر دلائل و قرائن کی روشنی میں اور سرفراز صاحب اس تاویل کو آپ کا رد سمجھنا اور کہنا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر مقلدین تمام

احناف کو عموماً اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصاً الزام دیتے ہیں کہ یہ
لوگ صحاح ستہ کی صحیح احادیث کو قیاس کے مقابلہ میں رد کر دیتے ہیں۔
حالانکہ نہ احناف نے اور نہ ہی امام الاحناف نے کبھی کسی صحیح حدیث کو
رد کیا اور نہ ہی ایسی جرأت کر سکتے ہیں بلکہ یہ حضرات تطبیق دیتے ہیں وہ
ممکن نہ ہو تو ترجیح کے قاعدہ کو اپناتے ہیں یا ایک کی تنسیخ ثابت کرتے
ہیں یا بعض روایات امر عادی پر محمول فرماتے ہیں۔

الغرض رد کسی صحیح روایت کو نہیں کرتے بلکہ باوجود اس کے مخالفین
معاندین اور حدیث کا الزام عائد کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہی
معاملہ سرفراز صاحب کا ہے۔ یہاں غیر مقلدین کی ڈگر پر چل کر وہ بھی ہم
اہلسنت وجماعت کو رد حدیث کا الزام دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو تشابہت
قلوبہم کا مظاہرہ نہ کریں تو اور کیا کریں۔

اعتراض:

سرفراز صاحب نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ عرض اعمال کی حدیث
میں امت سے مراد امت اجابت ہے۔ امت دعوت مراد نہیں اور
یہ منافقین و مرتدین امت دعوت ہیں اجابت نہیں۔ کیونکہ ایک حدیث
میں ہے:

وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر صرف وہ برائیاں پیش ہوتی ہیں یا
کی جا سکتی ہیں جن کی مغفرت ہو سکتی ہے اور جن پر آپ بارگاہ خداوندی
میں معافی کی سفارش فرما سکتے ہیں اور یہ بالکل کھلی حقیقت ہے کہ کفر و
شرک اور ارتداد و نفاق ایسے گناہ ہیں کہ نہ تو ان کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے
گا اور نہ ہی آپ ایسے لوگوں کی سفارش کریں گے۔
وغیرہ وغیرہ

جواب:

یہ واقعہ حوض کوثر پر پیش آتا ہے اور حوض کوثر جنت میں ہے اور
جنت میں وہ شخص ہرگز داخل نہیں ہو سکتا جو دنیا میں آپ پر ایمان نہیں لایا بلکہ
کفر پر قائم رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جن کا ذکر ہے وہ آپ
پر ایک بار ایمان تو لا چکے تھے مگر آپ کے وصال شریف کے بعد انہوں نے
دین بدل لیا نفاق و ارتداد کو اختیار کر لیا اور احداث فی الدین کے مرتکب ہو
گئے۔ اس لیے وہ امت اجابت میں داخل تھے نہ کہ امت دعوت میں۔

اس لیے سرفراز صاحب کا ان کو امت دعوت میں داخل قرار دینا جہالت
ہے۔ کیونکہ کوئی بھی کافر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب یہ پہلے ہی کافر
تھے تو پھر دخول فی الجنۃ کیسا حالانکہ ان کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔

کہ یہ کافر جنت میں نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں
داخل ہو جائے۔

یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے داخل ہو جانا ناممکن ہے
اسی طرح کفار و مرتدین کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے۔

جواب نمبر۲:

حوض کوثر پر آنے والے وہ مرتدین نہیں جو آپ کی زندگی میں مرتد ہوئے
تھے بلکہ ان سے مراد وہ ہیں جو آپ کے وصال شریف کے بعد مرتد ہوئے
اور احداث فی الدین کے مرتکب ہوئے اور ان کے ارتداد سے مراد
اصطلاحی و شرعی ارتداد نہیں۔ کیونکہ شرعی یا اصطلاحی مرتدین تو کفار سے بھی
پرلے درجے کے ہیں ان کا جنت میں داخلہ تو ہرگز جائز نہیں۔

اس لیے مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو آپ کے بعد احداث فی الدین
کر کے گمراہ و بدعتی بن گئے۔ جیسے گمراہ و باطل پرست ... اسلامی فرقے کیونکہ

حدیث میں مرتدین کا لفظ وارد نہیں ہے تو بعض اکابر نے مراد بتائی ہے حدیث میں تو احداث فی الدین اور لمن غیر بعدی یا عن بدال بعدی کے الفاظ آتے ہیں جن سے مراد بدعات شنیعہ وغیرہ ہیں۔ جیسے گمراہ فرقوں کے عقائد[1] و نظریات شفاعت کا انکار اور خدا کے لیے جہت کا قول کرنا اور امکان کذب باری اور مثیل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

جیسا کہ موجودہ زمانے میں دیابنہ اور وہابیہ کے عقائد خبیثہ ہیں یا دیگر فرق ضالہ کے سرفراز صاحب اگر منافقین و مرتدین و کفار کی مغفرت نہیں ہو سکتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سفارش بھی نہیں فرمائیں گے تو جنت میں ان کا داخلہ بھی ممکن نہیں ہے۔ کیا آپ کے نزدیک کفار و مرتدین و منافقین کا داخلہ جنت میں ہوگا اور وہ حوض کوثر پہ بھی حاضر ہو سکیں گے یا کیا آپ کے نزدیک جنت کے محافظ فرشتوں کو (نعوذ باللہ من ذالک) نسیان ہو جائے گا جب آپ کے نزدیک یہ مرتدین شرعی ہوں گے تو پھر آخر جنت میں یہ کیونکر چلے جائیں گے اس معمہ کو حل کرنا ذمہ داری ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہاں حدیث میں حوض سے وہ مراد نہیں۔ جو حوض جنت میں بلکہ مراد وہ حوض ہے جو محشر میں ہوگا۔ جو جنت سے خارج ہے تو پھر بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہاں آپ کی توجہ سخاوت کی طرف مبذول ہوگی۔ بنابریں ان کے احداث کی طرف توجہ نہ ہوگی اور عدم توجہ عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔

---

[1] اور اگر شرعی ارتداد ہی مراد ہو تو پھر وہ فرقہ یا وہ افراد مراد ہوں گے جو آپ کے بعد واقعی مرتد ہو گئے تھے اس صورت میں حوض سے وہ حوض مراد ہوگا جو محشر میں ہوگا نہ وہ جو جنت میں ہے۔

اعتراض:

سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۴۰۷ سے ۴۰۹ تک میں جو بحث کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ اما شعرت کے جملہ کا زیادہ تر استعمال ہی ایسے مواقع پر ہوتا ہے۔ جہاں مخاطب کو پہلے سے اس چیز کا علم نہیں ہوتا۔

جیسا کہ بخاری جلد اول ص ۲۰۲ میں حضور علیہ السلام نے حضرت حسن سے ایک موقعہ پر فرمایا تھا:

ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقة۔

کیا تو نہیں جانتا کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ حضرت حسن کو آل رسول ؐ کو بر صدقہ کی حرمت کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ مگر باوجود اس کے آپ نے اما شعرت سے خطاب فرمایا ہے۔ اور عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۳۹۴ میں علامہ عینی فرماتے ہیں۔

هذه اللفظة تقال فی الشئ الواضح التحريم ونحوه و ان لم يكن المخاطب عالما به ای كيف خفی عليك مع ظهور تحريمه۔

اور مذکورہ بالا حدیث اور عینی کی عبارت بالترتیب مسلم جلد اول ص ۳۴۴ پر موجود ہے۔ تعجب ہے کہ فریق مخالف تو اما شعرت کی روایت سے مخاطب کا علم ثابت کرتا ہے اور یہاں حسب تصریح امام نووی وغیرہ اما علمت کے صریح جملہ سے بھی مخاطب کا عالم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ فریق مخالف کو یہ ذوق عطا فرمائے کہ وہ عربی زبان کو اور اس کے مواقع استعمال کو سمجھ سکے الخ۔

جواب: قارئین کرام سرفراز صاحب نے خود سوال کی عبارت

میں تسلیم کیا ہے کہ اما شعرت کا استعمال زیادہ تر ایسے مواقع پر ہوتا جہاں مخاطب
کو علم نہیں ہوتا۔ وہ تو مانتے ہیں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں زیادہ سے زیادہ یہ
قاعدہ اکثریہ ہے۔ جب یہ کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے تو پھر یہ ہمارے خلاف
بطور دلیل پیش کرنا جہالت ہے۔ عینی اور شرح نووی کی جو عبارتیں نقل کی
گئی ہیں اُن میں بھی قرینہ تو یہ موجود ہے۔ کہ یہ قاعدہ "کلیہ نہیں" ہے۔ کیونکہ
عبارتوں میں دونوں جگہ یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ:

وان لم یکن المخاطب عالما بہ۔

اس عبارت میں ان وصلیہ ہے شرطیہ نہیں ہے یعنی اگرچہ مخاطب کو
علم نہ بھی ہو تو بھی اس کو اما شعرت سے مخاطب کر سکتے ہیں۔ اس کا واضح
مطلب یہ ہے کہ اگر مخاطب کو علم حاصل ہو تو بھی اما شعرت سے خطاب
ہو سکتا ہے اور علم نہ ہو تو بھی اس سے خطاب ہو سکتا ہے۔ یہاں اما شعرت
کے احدثوا بعدک میں کوئی قرینہ عدم علم پر موجود نہیں ہے۔ صرف سرفراز
صاحب کی سینہ زوری ہے اور بدبختی ہے کہ حضور علیہ السلام کے کمال
علمی کی نفی کے لیے اس قدر پاپڑ بیل رہے ہیں اور اتنی مغز خوری کر رہے
ہیں۔ جب تک واضح قرینہ پیش نہ کیا جائے اس بات پر کہ اما شعرت
میں حضور علیہ السلام کو عدم علم کی بنیاد پر مخاطب کیا گیا ہے اس وقت
تک سرفراز صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر ۲:

قارئین کرام ان گمراہوں کی گمراہی کی اصل اور بنیاد کی وجہ ہی یہ ہے
کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو کبھی تو اپنے اوپر قیاس
کر لیتے ہیں اور کبھی چوپایوں اور پاگلوں پر اور کبھی بچوں پر۔ آپ نے
دیکھا کہ یہاں سرفراز صاحب نے حضور علیہ السلام کی ذات گرامی کو حضرت حسن رضی
پر (جبکہ تھے بھی وہ بچے) قیاس کر لیا اور ثابت کرتے ہیں کہ جس طرح

اما شعرت حضرت حسن رض کے علم کی نفی کرتا ہے۔ اس طرح اس سے آپ کے علم کی
بھی نفی ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قیاس بے ادبی ہے۔

سرفراز صاحب آپ کی اپنی نقل کردہ عبارات اور آپ کے اپنے
الفاظ صراحتًہ بتاتے ہیں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے تو پھر اما شعرت
میں علم کی نفی بغیر کسی اور قرینہ واضحہ کے کیونکر ہو سکتی ہے تاکہ وہ قرینہ یقین
کرے کہ یہاں بھی اس کا استعمال اسی طرح ہوا ہے جس طرح حضرت حسن
کے بارے میں ہوا ہے۔ سرفراز صاحب کی ذمہ داری تھی کہ وہ اما شعرت
ما احدثوا بعدک والی روایت کی شرح میں کسی محدث اور شارح سے نقل
کرتے۔ کہ یہاں اما شعرت کا استعمال عدم علم کی وجہ سے ہوا ہے۔ سرفراز صاحب
کا اس کی شرح میں ایسے قول کو نقل نہ کر سکنا دلیل ہے اس امر کی کسی نے
بھی اس کو عدم علم پر محمول نہیں کیا۔ اگر ایسا کوئی قول ہوتا تو سرفراز صاحب
ضرور نقل کرتے۔ یہ ان کے عجز کی ٹھوس دلیل ہے۔

اعتراض:

سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۲۰۷ پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر
اس روایت کو اول درجہ کی صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ہمزہ
استفہام ہمیشہ اور ہر مقام پر انکاری ہی ہوتا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر
اس کے لیے کونسا قطعی قرینہ ہے کہ اس روایت میں ہمزہ استفہام انکار ہی
کے لیے ہے اور اگر بالفرض ہمزہ کو انکار ہی کے لیے مانا جائے تو پھر
اس کا بھی قوی احتمال موجود ہے کہ صرف ما زائد ہو کیونکہ کلام عرب میں
حروف نفی ما اور لا کا زائد ہونا بکثرت پایا جاتا ہے۔ اور یہی قرینہ
قیاس ہے۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب بوکھلاہٹ میں اتنی ترقی کر چکے ہیں جس کی

کوئی حد نہیں رہی۔ سرفراز صاحب واقعی ہمزہ ہمیشہ انکاری نہیں ہوتا کبھی اقراری بھی ہوتا ہے اور قرائن سے ہی اس کا یقین کیا جاتا ہے اور یہاں قوی قرینہ موجود ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں ہمزہ استفہام انکاری قرار نہ دیا جائے تو پھر آیات قرآنیہ کے عموم و اطلاق کے خلاف ہو جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علمی کی نفی ہو گی جو در حقیقت غلط ہے یہ آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جمیع ما کان و ما یکون عموم قرآنی و اطلاق قرآنی سے ثابت ہے۔ جیسا کہ مفصلاً بیان ہو چکا ہے۔

اور یہ کہنا کہ ما حرف زائد بھی ہو سکتا ہے۔ عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا ہے۔ کمال علمی کی نفی کا ایسا جوش ہے سرفراز صاحب کے دل میں کہ ما کے زائد ہونے کا احتمال نکال لائے ہیں۔ سچ ہے:

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

سرفراز صاحب اگر ایسے ہی احتمال مانے جائیں تو پھر دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا۔

مزید یہ کہ سرفراز صاحب اگر ما کے زائد ہونے کا احتمال موجود ہے۔ تو ما کے زائد نہ ہو کر ہمزہ استفہام انکاری کا کم از کم احتمال تو ہے نا۔ اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور دوسری طرف جن روایتوں میں ہمزہ مذکور نہیں عبارت میں وہاں کم از کم محذوف ہونے کا احتمال تو موجود ہے نا اور قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال چلیئے اگر احتمالات سے ہی کام چلانے کا پروگرام ہے آپ کا تو پھر آپ کے خلاف بھی احتمالات نکل سکتے ہیں۔

سرفراز صاحب بھی عجیب انسان ہیں جب حاضر و ناظر کی نفی پہ آتے ہیں تو ملا علی قاری کی عبارت میں لا حرف نفی مقدر یا محذوف نکال کر یوں

گوہر افشانی فرمانے لگتے ہیں کہ اصل عبارت یوں ہے:

لان روحہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر فی بیوت اہل الاسلام

مگر جب فضیلت علمی اور کمال علمی کی نفی پہ آتے ہیں تو حدیث صحیح میں موجود حرف ما کو زائد قرار دے کر اپنی عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ:

ولکل فی ما یشتھون مذاھبُ۔

جواب نمبر ۲:

یہ واقعہ دخول جنت کے بعد کا ہے کیونکہ حوض کوثر پہ یہ ظہور پذیر ہو گا اور ہم نے اپنے دعوی میں لکھا ہے کہ جمیع ما کان و ما یکون تا دخول جنت و نار کا علم بلکہ اس سے بھی کچھ زائد علم عطاء ہوا ہے باری تعالیٰ کی طرف سے اول تو یہ واقعہ دخول جنت کے بعد کا ہے۔ ثانی یہ کہ اگر ہم نے کچھ زائد مانا ہے۔ کچھ زائد ماننے کے یہ واقعہ خلاف نہیں ہے۔ اگر ہم نے یہ کہا ہوتا دعوی میں کہ دخول جنت کے بعد جنت اور دوزخ میں پیش آنے والے تمام واقعات و حالات کا علم عطاء ہوا ہے۔ تب تو یہ واقعہ یقیناً ہمارے خلاف ہوتا مگر ہم نے کچھ زائد مانا ہے۔ اس لیے یہ واقعہ ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے۔

اور اگر یہ واقعہ قبل از دخول جنت میدانِ محشر کا ہے جیسا کہ قرین قیاس اور صحیح بھی یہی ہے تو عدم توجہ پہ محمول کیا جائے گا یا ذہول پہ۔ اگر ما شوت میں اس کے استعمال کو نفی علم کے لیے بھی مان لیں یا ما کو زائد بھی مان لیں اور انک لا تدری سے پہلے ہمزہ کو محذوف نہ بھی قرار دیا جائے۔ تب بھی یہ حدیث جس کے تواتر کا قول سرفراز صاحب نے کیا ہے۔ ہرگز ہمارے دعوی و عقیدہ کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ رو بہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

اعتراض:

سرفراز صاحب ص۹۰ پر لکھتے ہیں الحاصل حدیث انک لا تدری اور انک لا اعلم لک وغیرہ نفی علم غیب میں نص صریح ہے اور نہ تو مخالفین کی طرف سے آج تک کوئی صحیح جواب اس کا نہ بن سکا اور نہ تا قیامت اس کی توقع ان سے کی جا سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جواب نمبر۱:

گذشتہ سوال کے جوابات میں آخری جواب میں اس کا جواب بھی گزر چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے دعویٰ کیا ہے یا ہمارا عقیدہ یہ ہے جو ہمارے مسلمہ اکابر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ قرآن تدریجاً جمیع ماکان ومایکون تا دخول جنت و نار بلکہ اس سے بھی کچھ زائد علم عطا فرمایا ہے۔ غور سے دیکھیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ روایات ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ دخول جنت کے بعد ایک جزی کی نفی ہوتی ہے وہ کچھ کے حصول کے منافی نہیں ہے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ قیامت تک اس کا جواب نہیں ہو سکتا یہ ایک ابلیسانہ تسلی ہے اور شیخی ہے اور کچھ نہیں ہے۔

اس جواب کے پیش نظر عرض اجمالی اور تفصیلی کی بحث میں جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ مقصد یہ کہ اگر عرض کو اجمالی ہی قرار دیا جائے یہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

جواب نمبر۲:

اگر انک لا تدری سے پہلے ہمزہ محذوف بقرائن ہو سکتا ہے تو انک لا اعلم لک میں بھی انک سے پہلے یہ ہمزہ محذوف ہو سکتا ہے جو جواب

اس کا ہے وہی اس کا ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ نہ تو لا تدری ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے اور نہ ہی لا علم لک جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ مزید یہ کہ یہ لا علم لک بھی آپ کی عدم توجہ یا ذہول کے پیش نظر عرض کیا جائے گا۔

اور سرفراز صاحب بخاری کی روایت ھل شعرت ما عملوا بعدک کو بھی بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ اس کے ہوتے ہوئے تو فریق مخالف کا کوئی جواب قابل قبول ہی نہیں اور اس کا جواب تو ان کے پاس کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو یہ بھی سرفراز صاحب کی ابلیسانہ تعلی و شیخی ہے کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ اگر بالفرض اس سے نفی مان بھی لی جائے تو دخول جنت کے بعد کچھ حالات جنت اور جنتیوں کے جاننے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ کل اور سب حالات جنت اور جنتیوں کے جاننے کے خلاف ہے جو ہمارا مدعی و عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔ سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ موجبہ جزئیہ کی نقیض نہیں ہے کما لا یخفی۔

اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی انتہائی احمقانہ ہے۔

اعتراض:

ص۹۱ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

رہا اَغرِفُھُم کے جملہ سے ان کا پہچاننا تو وہ آثار وضوء سے ہوگا جیسا کہ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

فقالوا کیف تعرف من لم یات بعد من امتک یا رسول اللہ الی ان قال فانهم یاتون غرًا محجلین من الوضوء۔

پھر اسی روایت کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ:

فیقال انهم قد بدلوا بعدک فاقول سحقًا سحقًا۔

(مسلم جلد اول ص ۱۲۷)

جواب: قارئین کرام سچ ہے کہ:

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

سرفراز صاحب ایک طرف تو ان کو مرتدین قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں کہ حضور ان کو ان کے اعضاء کے وضوء کے آثار سے پہچانتے گے سرفراز صاحب جب وہ مرتد ہو گئے تو کیا اب بھی وضوء کے آثار باقی رہے کیا مرتدین کے اعضاء وضوء بھی مومنین ومسلمین کی طرح چمکیں گے۔

سرفراز صاحب صـ۴۱۰ پر ہی لکھتے ہیں کہ اور یہ پہچاننا صرف اجمالی ہوگا اور ظاہری ہوگا باقی یہ کہ وہ مرتدین وغیرہ کس خاندان اور کس قبیلہ وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں گے (وغیرہ وغیرہ)

یہ عبارت بالکل واضح ہے کہ ان مرتدین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہچاننا آثار وضوء سے ہوگا۔ کیوں جناب مرتد کا جنت میں داخلہ کب ممکن ہے اور کیا مرتد کے اعضاء وضوء بھی آثار وضوء سے وہاں قیامت کو متصف ہوں گے۔

یہ عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ مرتد بھی ہوں جنت میں بھی داخل ہوں اور آثار وضوء سے متصف بھی ہوں سرفراز صاحب اگر جنت مرتدوں کے لیے ہے تو پھر دوزخ کن کے لیے ہے ذرا غور تو فرمایئے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں یہ ندامت تو نہ اٹھانی پڑتی۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اعتراض:

صـ۴۱۱ پر سرفراز صاحب مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ پر برستے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بات قابل غور ہے کہ محمد بن یوسف فریابی ثقہ اور ثبت ہیں۔ ہاں سفیان ثوری وغیرہ سے ان کی روایت میں خطاء ہو جاتی رہی ہے۔

ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد۹ صـ۵۳۵ مگر یہ روایت سفیان کے طریق

سے نہیں ہے (الی ان قال) بخاری جلد۱ صـ۳۷۴ و ۴۹۰ و جلد۲ صـ۶۹۳ و ۹۶۶ و صـ۹۷۴، ۹۷۵ وغیرہ میں ملاحظہ کریں کہ نہ تو ان میں محمد یوسف فریابی ہیں۔

جواب نمبرا:

صـ۴۹۰ پر محمد بن یوسف موجود ہے اور روایت بھی سفیان سے کرتا ہے ملاحظہ ہو عبارت :۔

حدثنا محمد بن یوسف نا سفین عن المغیرۃ بن نعمان الخ

سرفراز صاحب خود مانتے ہیں کہ اگر محمد بن یوسف سفیان کے طریق سے روایت کرے تو اس میں خطاء ہوتی رہی ہے۔

اب ذرا غور فرمایئے محمد بن یوسف صـ۴۹۰ پر موجود بھی ہے اور روایت بھی سفیان سے کرتے ہیں اور یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ صـ بخاری جلد اول صـ۴۹۰ پر محمد یوسف نہیں ہے۔ (شاید کاتب کی غلطی سے محمد بن یوسف کو محمد یوسف لکھ دیا گیا ہے) بہر حال محمد بن یوسف صـ۴۹۰ پر موجود ہے۔

اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ مذکورہ صفحہ پر مذکور نہیں ہے۔ چونکہ سابقہ ابواب میں کسی موقعہ پر کچھ بحث اس پر گزر چکی ہے اس لیے یہاں اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۲۶ چھبیسویں حدیث:

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے صـ۳۴۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ارقم سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اللھم انی اعوذ بك من علم لا ینفع الحدیث مسلم۔

نسائی جلد۲ صـ۲۷۳ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:

سلوا اللہ علمًا نافعًا و تعوّذوا باللہ من علم لا ینفع۔

(ابن ماجہ ص۲۸۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر نافعہ عطا نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ نے خود ان سے پناہ مانگی ہے۔ حالانکہ جمیع ماکان و مایکون میں ہر قسم کے علوم داخل ہیں۔ خواہ وہ نافع ہوں جیسے علوم دینیہ اور علوم مفیدہ دنیویہ یا غیر نافعہ ہوں جیسے علوم سفلیہ خسیسہ الخ۔

اس کے بعد سرفراز صاحب نے متعدد کتابوں کی عبارات نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ علوم غیر مفیدہ اور غیر نافعہ کا سیکھنا اور سکھانا اور ان پر عمل کرنا حرام ہے۔ بلکہ بعض نے اس کو کفر بھی قرار دیا ہے۔ بلکہ خود خاں صاحب بریلی علم سیمیا (جو بقول ابن خلدون جادو کی قسم ہے) کے متعلق لکھتے ہیں کہ نہایت ناپاک علم ہے۔ ملفوظات حصہ دوم ص۶۰۔

جواب نمبرا:

قارئین کرام ہمارے اکابر کا نکتہ نظر یہ ہے کہ کوئی علم بھی فی نفسہ اور اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم و قبیح نہیں البتہ جن علوم کو مذموم یا قبیح اور برے کہا گیا ہے وہ ان کی ذات کے لحاظ سے نہیں بلکہ ان کے کسب و عمل اور ان کے انجام و مآل کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ مقدمہ شامی میں لکھا ہے:

وعلم الریاء وعلم الحسد والعُجب وعلم الالفاظ المحرّمۃ ولعمری ھذا من أھمّ المھمات (ملخصًا)

یعنی علم ریا اور حسد اور حرام اور کفریہ کلمات کے متعلق علم حاصل کرنا ضروری اور اللہ کی قسم بہت ضروری ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم جلد اول باب اوّل فصل سوم میں برے علوم کی بحث میں فرماتے ہیں کہ:

علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بندوں کے حق میں اس کے برا ہونے کی تین وجہیں ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم بذات خود کوئی بھی برا نہیں ہے۔

اور مقدمۂ شامی میں ہی لکھا ہے کہ:

وفی ذخیرۃ الناظر تعلّمہٗ فرض لردّ ساحر اھل الحرب۔

یعنی کفار کے جادو کا مقابلہ کرنے کے لیے جادو کا علم حاصل کرنا فرض و ضروری ہو جاتا ہے۔

ان عبارات سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی علم بھی فی نفسہ مذموم و برا نہیں بلکہ اس میں برائی عمل و کسب و انجام کے لحاظ سے آتی ہے۔ اس لیے کسی علم کو فی نفسہ برا کہنا مبنی بر جہالت ہے۔ چنانچہ ابو عبداللہ الرازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان العلم بالسحر لیس بقبیح ولا مخطور اتفق المحققون علی ذلک لان العلم لذاتہ شریف الخ

اور روح المعانی جلد اول ص۳۳۹ پر لکھتے ہیں:

اُختلف فی تعلیمہ وتعلمہ فقیل کفر (الی ان قال) واُجیب بانا لا نسلم ان فیھا ذالک وقیل انھما وامان ویہ قطع الجمھور وقیل مکروھان والیہ ذھب البعض وقیل مباحان والتعلیم المساق للذم ھُنا محمول علی التعلیم للاغواء ولاخلال والیہ مال الامام الرازی قائلاً: اتفق المحققون علی ان العلم بالسحر لیس بقبیح ولا محظور لان العلم لذاتہ شریف الخ

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جادو سیکھنا اور سکھانا اس کے متعلق

علماء کا اختلاف ہے بعض اس کو کفر قرار دیتے اور جمہور حرام فرماتے ہیں اور
بعض مکروہ کہتے ہیں اور بعض مباح قرار دیتے ہیں اور یہاں وہ تعلیم و تعلم
مراد ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتے کے لیے ہو اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام رازی
نے اور وہ فرماتے ہیں کہ جادو کا جاننا بُرا بھی نہیں اور منع بھی نہیں۔ کیونکہ کوئی
علم ذات کے لحاظ سے بُرا نہیں بلکہ شریف ہے۔ یعنی ہر علم ذات کے اعتبار
سے اچھا ہوتا ہے اور یہ مسئلہ محققین کا متفقہ ہے۔

علامہ آلوسی ان عبارتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والحق عندی الحرمة تبعًا للجمهور الا لداع شرعی۔

یعنی میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ان کا سیکھنا سکھانا حرام ہے۔ الّا یہ
کہ کوئی شرعی ضرورت پیش آجائے تو پھر جائز ہے۔ اس کے بعد امام رازی
پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفیما قاله نظر (اما اولاً) فلانا لا ندعی انه قبیح لذاته
و انما قبحه باعتبار ما یترتب علیه فتحریمه من باب
سد الذریعة الخ

(روح المعانی جلد اول ص ۳۳۹، ۳۴۰)

علامہ آلوسی نے تو تصریح فرمادی ہے کہ ہمارے نزدیک اس کی حرمت
اس لیے نہیں کہ وہ علم جادو اپنی ذات کے لحاظ سے بُرا ہے بلکہ برائی کے
دروازے کو بند کرنے کے لیے ہم اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔

امام رازی اور علامہ آلوسی کی عبارات سے ثابت ہوگیا کہ علم جادو اپنی
ذات کے لحاظ سے بُرا نہیں بلکہ ما یترتب علیہ اور انجام کے لحاظ سے بُرا
ہے۔ جب جادو جیسا علم ان حضرات کے نزدیک اپنی ذات کے لحاظ سے
بُرا نہیں تو پھر کون سا علم ہے جو ذات کے اعتبار سے بُرا ہوگا۔

اور ابو بکر احمد بن علی الجصاص الحنفی احکام القرآن ص ۵۳ پر

لکھتے ہیں:

فثبت ان ذالك كفر اذا عمل به واعتقده۔

یعنی اس کا سیکھنا کفر نہیں۔ بلکہ اس پر اعتقاد رکھ کر اس کا عامل بننا
کفر ہے۔

جواب نمبر ۲:

کسی شے یا علم کا حاصل ہونا دو طرح پر ہے ایک تو تعلم اور سیکھنے سے
دوسرا بغیر سیکھنے کے سیکھنا اور سکھانا تو کفر یا حرام یا مکروہ لکھا ہے۔ مگر جس کو
اس کا علم حاصل ہو جائے بغیر سیکھنے کے تو اس کو نہ کفر قرار دے سکتے ہیں اور نہ
ہی حرام ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسے غیر نافع علوم آپ نے سیکھے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں
کہ اللہ نے آپ کو تمام علوم عطاء فرمائے ہیں اور بُرے علوم باعتبار مآل کے
وہ بھی ان میں شامل ہیں مگر چونکہ علم فی نفسہ بُرا نہیں اس لیے سرفراز صاحب کا
اعتراض بے ہودہ ہے علم قبیح لغیرہ سے متصف ہونا بُرا نہیں بلکہ اس کا کاسب
ہونا بُرا ہے ہم آپ کو عالم مانتے ہیں کاسب نہیں۔

اور سرفراز صاحب نے جو روایتیں اپنے استدلال میں پیش کی ہیں
اُن سے مراد علم سے پناہ نہیں بلکہ علم کے غیر نافع ہونے سے پناہ مانگی گئی
ہے۔ باقی جتنی عبارات سرفراز صاحب نے علم غیر نافع ثابت کرتے پر
نقل کی ہیں اُن میں کسی بھی علم کو ذات کے لحاظ سے مذموم اور قبیح قرار نہیں دیا
گیا۔ بلکہ ما یترتب علیہ اور مآل کے لحاظ سے بعض علوم کو قبیح و مذموم کہا
گیا ہے۔ جو ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے یہ کہا ہے
کہ علم ہر چیز کا اچھا ہے یا ہر علم ذات کے اعتبار سے اچھا ہے اور اس
کے خلاف کوئی حوالہ سرفراز صاحب پیش نہیں کر سکے۔

اور اعلیٰ حضرت کی جو عبارت سرفراز صاحب نے ملفوظات سے
نقل کی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے "ہم ہیں اپنے مآل و انجام اور نہ

کسب کے اعتبار سے بہت ناپاک ہے انہوں نے کسی بھی جگہ کسی علم کو ذات کے
لحاظ سے مذموم و قبیح قرار نہیں دیا۔

اگر سرفراز صاحب میں ہمت ہے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی
حوالہ ایسا پیش کریں جن میں یہ ہو کہ آپ نے کسی علم کو باعتبار ذات کے قبیح و
مذموم اور شر قرار دیا ہے۔

رہا سرفراز صاحب کا مفتی احمد یار خاں مرحوم پر برسنا کہ وہ جادو سیکھنا
واجب قرار دیتے ہیں تو جواباً عرض ہے انہوں نے مطلقاً جادو سیکھنا واجب
قرار نہیں دیا بلکہ کفار کے جادو کے مقابلہ میں بوقت ضرورت اس کو واجب
قرار دیا ہے اور وہ بھی واجب علی الکفایہ ہے کہ واجب علی العین جیسا کہ سرفراز
صاحب تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ انہوں نے باحوالہ لکھا ہے۔ علامہ شامی کے مقدمہ سے
اور ذخیرۃ الناظر سے نقل کیا ہے پھر وہ اس میں تنہا نہیں بلکہ امام فخرالدین رازی
بھی تفسیر میں اس کو واجب قرار دیتے ہیں۔ جیسے ابن کثیر اور روح المعانی نے بھی
ان کے موقف اور دلائل کو نقل کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے منقول ہو چکا ہے۔

اب رہا یہ کہ مفتی صاحب نے مرجوح قول نقل کیا ہے تو یہ غلط ہے
یعنی اہل حرب کے کفار کے جادو کا مقابلہ کرنے کے لیے جادو سیکھنے کا وجوب
ہرگز مرجوح نہیں ہے۔ عام حالات میں بغیر شرعی ضرورت کے اس کا سیکھنے کا
وجوب تو قول مرجوح ہو سکتا۔ مگر عند ضرورت الشرعی اس کے مرجوح ہونے
پہ کوئی دلیل سرفراز صاحب ہرگز پیش نہیں کر سکے۔

چنانچہ علامہ آلوسی کی روح المعانی کی منقولہ عبارت میں الا لداع شرعی
کے الفاظ ہماری تائید کے لیے کافی ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کے
اعتراضات بے بنیاد اور حماقت پہ مبنی ہیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ ادنیٰ کا علم ادنیٰ نہیں ہوتا اور علم من حیث العلم ہرگز مضر

اور غیر مفید نہیں ہوتا ہر علم اپنی ذات کے اعتبار سے مفید ہوتا ہے۔ البتہ عمل
اور کسب و مال کے لحاظ سے مضر ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا یعنی ہر علم حسن
بعینہٖ ہے اور بعض علوم کا قبح قبح لغیرہ ہے۔ قبح لغیرہ کو دیکھ کر قبیح لغیرہ
کو قبیح لعینہٖ قرار دینا یا سمجھنا اہل علم کا کام نہیں ہے مگر کیا کیا جائے۔ اہل
باطل اور مقلدین دیوبند کا باوا آدم ہی نرالا ہے ان کے ہاں ایمان کا کمال
ہی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے کمال علمی وغیرہ کی قدم قدم پر نفی کی جائے
اور ابلیس کے لیے کمال علمی وغیرہ کو توحید خالص قرار دے کر نصوص قرآنی
کا تضاد تسلیم کیا جائے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔

ببیں تفاوت راہ   از کجا تا بہ کجا!

قارئین کرام اس باب میں سرفراز صاحب نے بظاہر چھبیس ۲۶ احادیث
اور اپنے زعم کے مطابق چھتالیس احادیث پیش کی ہیں جن پہ ان کو بڑا
ناز اور فخر تھا کہ اب ان کا جواب نہ ہو سکے گا۔ بلکہ سابقہ ابواب میں نفی علم
غیب پر سرفراز صاحب نے اپنے باطل زعم کے مطابق ڈیڑھ سو سے زائد
احادیث پیش کی ہیں۔ جن کے جوابات بحمداللہ و توفیقہ پیش کر دیے گئے
ہیں اور باب سفتم کے اوّل میں ایک اجمالی جواب عرض کر دیا گیا تھا جو
نہایت کافی تھا مگر الگ الگ ہر ہر حدیث کا تفصیلاً جواب بھی دے دیا
گیا ہے تاکہ سرفراز صاحب کو شکایت کا موقعہ باقی نہ رہے۔

باب ہشتم

بجواب باب ہشتم

قارئین کرام اس باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ مولوی سرفراز صاحب کے پیش کردہ دلائل کے جوابات بھی مسکت اور دندان شکن ہوں گے۔ بغور مطالعہ کی ضرورت ہے۔

۱- سرفراز صاحب نے اس باب میں ایک بات یہ کہی ہے کہ عقائد میں غلطی اور خطاء سے کوئی شخص معذور متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مواخذہ سے بچ سکتا ہے۔

۲- دوسری بات یہ کہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ ترین توہین و تحقیر بھی بالاتفاق کفر ہے۔

۳- تیسری بات یہ کہی ہے کہ آپ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر اور اسی طرح بزرگان دین کو عالم الغیب و حاضر و ناظر سمجھنے والوں کی بھی فقہاء کرام نے تکفیر کی ہے۔ باوجودیکہ وہ تکفیر کے معاملہ میں انتہائی محتاط واقع ہوئے ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ پہلی بات کہ عقائد میں کوئی بھی غلطی اور خطاء کو عذر نہیں بنا سکتا۔ یہ مسلمہ بین الفریقین ہے۔ ہم اہلسنت وجماعت حنفی بریلوی بھی تو کہتے ہیں کہ موجودہ دور کے دیابنہ وہابیہ کے عقائد انتہائی خبیثانہ ہیں کہ ذات باری کے لیے امکان کذب اور جہت وغیرہ مانتے ہیں اور کل مقدور العبد مقدور اللہ من حیث الکسب لا من حیث الخلق فقط۔ کے قائل ہیں ذات رسول کے لیے مثیل اور نظیر کے امکان کے قائل ہیں۔ حضور علیہ السلام کے علم کی وسعتوں کا انکار کرتے ہیں اور شیطان ابلیس کے علم کی

وسعت کو بمقابلہ علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نصوص قطعیہ قرآنیہ سے ثابت قرار دیتے ہیں اور بسا اوقات ایک امتی کا عمل میں نبی سے بڑھ جانا مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ ایسے عقائد ان کی کتابوں تحذیر الناس۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ براہین قاطعہ۔ الجہد المقل اور یکروزی وغیرہ میں موجود ہیں۔ جیسا کہ یہ حقیقت بالکل واضح ہے۔

دوسری بات یہ کہی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ توہین و تحقیر بھی کفر ہے بالاتفاق یہ علماء دیوبند کی زبانی کلامی بات ہے ورنہ ان کی اپنی کتابیں توہین و تحقیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر شاہد عدل ہیں۔ قادیانیوں کی طرح یہ بھی اپنے اکابر کی صفائی میں عبارات اکابر وغیرہ لکھ کر تاویلات فاسدہ بلکہ کفر ہے۔ تاویلات کا ارتکاب بالاصرار کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کی اس بات میں ذرہ بھر بھی صداقت موجود نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور

تیسری بات جو کہی ہے اس کے جوابات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

عقائد میں غلطی:

اس عنوان میں سرفراز صاحب نے ص ۲۴۲ تا ص ۲۴۵ تک تلویح حاشی شرح حموی۔ شرح فقہ اکبر۔ الیواقیت والجواہر وغیرہ سے چند عبارات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اصول دین اور عقائد میں اور اسی طرح قرآن کریم، حدیث مشہور، اجماع اور قیاس جلی کے مقابلہ میں اگرچہ خبر غریب بھی پیش کی جاتی ہو۔ تب بھی وہ باطل اور مردود ہو گی اور اس باب میں مخالف یا مخطی ہرگز معذور نہیں ہو سکتا۔

جواب:

ان کتابوں کی جس قدر عبارات نقل ہوئیں وہ سرفراز صاحب کے اپنے

خلاف جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے ہی اکابر کی عبارات (جو بارہا زیر بحث لائی
جا چکی ہیں۔ ایسی ہیں جن میں اصول دین وضروریات دین کا انکار لازم آتا
ہے۔

چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت سرفراز صاحب نے ص ۴۲۵
پر نقل کی ہے کہ:

وما خالف القرآن والمتواتر من السنة وجب تاويله وان لم يقبل
التاويل كان باطلاً۔

یہ عبارت خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے کیونکہ خاتم النبیین کا جو معنیٰ
نانوتوی صاحب نے تحذیر میں بیان کیا ہے وہ سنت متواترہ کے خلاف
بھی ہے اور اس کی تاویل بھی فاسد بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ یہ عبارت کنایہ نہیں
بلکہ اپنے مفہوم کو ادا کرنے میں بالکل صریح ہے اور صریح میں تاویل بجائے
خود کفر ہے۔ مزید بحث تھوڑا آگے آئے گی۔

مدار تکفیر کا جواب:

اس عنوان میں گکھڑوی صاحب نے ص ۴۲۵ سے ۴۳۰ تک سیر الکبیر
مسامرہ۔ کلیات ابو البقاء۔ الیواقیت والجواہر۔ موافق مع الشرح وغیرہ متعدد
کتابوں کی چند عبارات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ فقہاء کرام کے نزدیک
ہر چیز کا انکار یا ہر مخالفت موجب کفر نہیں ہے۔ بلکہ صرف اُن اشیاء
کا انکار کفر ہے جن کا ثبوت ادلہ قطعیہ سے ثابت ہو اور جو امور ضروریات
دین اور اصول دین میں سے ہوں صرف ان کا انکار کرنا یا اُن کی تاویل کرنا
کفر ہے۔

جواب:

قارئین کرام یہ عبارات بھی سرفراز صاحب کے خلاف جاتی ہیں کیونکہ

اُن کے اپنے اکابر کی کتابوں میں ان عبارات کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ وہ
خود قطعی معنی متواتر کے منکر ہیں اور باوجود اس کے فاسد تاویلات کا سہارا
ہمیشہ لیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ کچھ تفصیل کے ساتھ آرہا ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کا منقولہ بالا عبارت میں یہ کہنا بھی محل نظر
ہے کہ۔ بلکہ صرف ان اشیاء کا انکار کفر ہے جن کا ثبوت ادلہ قطعیہ سے ثابت
ہو۔ اس لیے یہ محل نظر ہے کہ بعض ادلہ قطعیہ سے ثابت شدہ چیز کا انکار بھی
کفر نہیں ہے۔ کیونکہ قطعیت میں بھی تفاوت و فرق ہے۔ بعض ادلہ قطعیہ کی
قطعیت اول درجہ کی ہے۔ اور بعض کی قطعیت دوم درجہ کی ہے۔ مثلاً
اجماع صحابہ کرام دو قسم کا ہے ایک تو اجماع نصی ہے اور دوسرا اجماع
سکوتی اور ظاہر ہے کہ پہلی قسم کی قطعیت اول درجہ کی ہے اور اس کا انکار کفر
ہے اور دوسری قسم کی قطعیت درجہ دوم کی ہے جس کا انکار کفر نہیں ہے جیسا کہ
اصول شاشی ص ۶۷ میں ہے۔

اما الاول فهو بمنزلة آية من كتاب الله تعالى ثم الاجماع بعض
وسكوت الباقين فهو بمنزلة المتواتر الخ

اور حاشیہ ۲-۳ میں لکھا ہے:

اى فى المرتبة فى الاعتقاد والعمل فردة كفر لكن الفرق انما هو
اعتبارى لان الاول كتاب الله تعالى فهو ذو العظم من الثانى قوله فهو
بمنزلة المتواتر فى القطعية ووجوب العمل به ولكن لا يكفر جاحدہ
لانه تفاوة عن الاول الخ

اور ملا جیون علیہ الرحمۃ نور الانوار ص ۲۲۲-۲۲۳ میں لکھتے ہیں:

فالاقوى اجماع الصحابة نصا مثل ان يقولوا جميعا اجمعنا على
كذا فانه مثل الآية والخبر المتواتر حتى يكفر جاحده ثم بعده الاجماع
على خلافة ابى بكر ثم الذى نص البعض وسكت الباقى من الصحابة و

هو المسمى بالاجماع السکوتی ولا یکفر جاحدہٗ وان کان من الادلة القطعیة۔

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قطعیت دو درجہ کی ہے یا دو قسم کی ہے۔ نمبر۱ کا انکار کفر ہے اور نمبر۲ کا انکار کفر نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ سرفراز صاحب کا مطلقاً قطعیت کے انکار کو کفر قرار دینا درست نہیں بلکہ غلط ہے۔

کیا ضرورت دین میں تاویل کفر سے بچا سکتی ہے؟

اس عنوان میں ص ۴۳۰ سے ص ۴۳۳ تک سرفراز صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ ضروریات دین میں تاویل کرنا بھی کفر ہے۔ اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین اور اجماعِ اُمت کے خلاف کسی چیز کی تفسیر کرنا زندقہ اور الحاد ہے اور اسی الحاد و تحریف پر اہل بدعت کی عمارت قائم ہے اور یہ کہ اہل بدعت کو قرآن و حدیث کی حقیقی مراد اس لیے سمجھ نہیں آتی کی یہ گناہوں پر مصر اور متکبر نکتے وغیرہ ہیں۔

جواب:

امر اول ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ناممکن ہے۔ البتہ اس کی خلاف ورزی بھی وہ اور ان کے اکابر کرتے آئے ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امر ثانی بھی ناقابل انکار ہے مگر درحقیقت اس کی خلاف ورزی بھی اکابرین دیوبندی سے ہوئی ہے۔ کیونکہ بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے محض ایک معلل شاذ بلکہ بعض کے بقول موضوع اثر ابن عباس کی بنیاد پر چار زمینوں میں آپ کی طرح الگ الگ ایک نبی موجود مانا ہے اور آیت کریمہ کے لفظ خاتم النبیین کا ایسا معنیٰ و تفسیر پیش کی ہے۔ جو خود

حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین بلکہ جمیع مفسرین و محدثین و دیگر بزرگان دین کی تفسیر کے سراسر خلاف ہے اور اجماع امت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ یعنی خاتم النبیین کا معنیٰ و تفسیر کی ہے کہ آپ نبی بالذات ہیں اور باقی انبیاء نبی بالعرض الخ۔ (تحذیر الناس) یہ معنیٰ و مطلب نہ تو حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین اور مفسرین و محدثین و فقہاء کرام و بزرگان دین سے اگر بعینہٖ یہ معنی آیت مذکورہ کا سرفراز صاحب کسی مستند و معتبر کتاب سے نکال کر دکھا دیں تو منہ مانگا انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ سرفراز صاحب آپ نے خود ازالہ کے ص ۴۳۰ پر مندرجہ ذیل دو عبارتیں نقل کی ہیں:

۱۔ یہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

ثم التاویل تاویلان تاویلٌ لا یخالف قاطعا من الکتاب و السُنة و اتفاق الاُمة وتاویلٌ یصادم ما ثبت بالقاطع فذالك الزندقة۔

۲۔ یہ کہ آگے فرماتے ہیں:

وان اعترف به ظاهرًا لکنهٗ یُفسِّرُ بعض ما ثبت من الدین بخلاف ما فسّرہٗ الصحابة والتابعون واجمعت الاُمة علیه فهو الزندیق۔

(مسوی جلد ۲ ص ۱۰۹)

سرفراز صاحب نے ص ۴۳۲ پر امام جلال الدین سیوطی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

وهی الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعین و تفسیرهم الی ما یخالف ذالك کان مخطئًا فی ذالك بل مبتدعا لانهم کانوا اعلم بتفسیرہ و معانیه کما انهم اعلم بالحق

الذی بعث اللہ بہٖ رسولہٗ۔

(اتقان جلد ۲ صہ ۱۷۸)

ان عبارات کا ملخص یہ ہے کہ ایک تاویل وہ ہے جو کسی دلیل قطعی کے خلاف نہیں نہ آیت کے خلاف ہے نہ حدیث متواتر کے نہ اجماع اُمت کے اور دوسری وہ تاویل ہے جو کہ ان کے خلاف ہے۔ ایسی تاویل زندقہ ہے اور ایسا مؤول زندیق ہے اور یہ کہ ملحد ظاہری طور پر تو مانتا ہے مگر ضروریات میں سے کسی چیز کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو حضرات صحابہ و تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو تو ایسی تفسیر کرنا زندقہ اور کرنے والا زندیق ہے اور یہ کہ جو لوگ صحابہ کرام و تابعین کے مذہب سے اور ان کی بیان کردہ تفسیر کی مخالفت کرتے وہ یقیناً خطا کار بلکہ بدعتی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین تفسیر اور معانی کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ جیسا کہ وہ حق کو بہت خوب جانتے تھے الخ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کی اپنی نقل کردہ یہ تین عدد عبارات خود سرفراز صاحب کے اکابر کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ بانی دیو بند نے جو تفسیر و معنیٰ یا تاویل خاتم النبیین کی تحذیر الناس میں کی ہے یقیناً وہ اجماع اُمت اور معنیٰ متواتر کے خلاف ہے بلکہ سنت کے بھی خلاف ہے اور صحابہ اور تابعین کی تفسیر کے بھی خلاف ہے۔ یہ عبارات بانگ دہل پکار رہی ہیں کہ ایسا معنیٰ اور تفسیر یا تاویل کرنا زندقہ اور کرنے والا زندیق ہے۔ کیوں سرفراز صاحب کیا آپ موت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معنیٰ روح کا قلب میں سمٹ جانا یا استتار روح زیر پردہ کا معنیٰ و تفسیر یا تاویل قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اقوال صحابہ و تابعین بلکہ تبع تابعین کے اقوال سے ثابت کر سکتے ہیں۔ کیا یہ تفسیر یا تاویل تفسیر رسول و تفسیر صحابہ و تابعین کے خلاف نہیں کیا یہ معانی و مطالب جو نانوتوی صاحب نے آب حیات وغیرہ میں بیان کیے ہیں۔ ان عبارات ثلاثہ کی زد میں آ کر اُن کو اور ان کے وکلاء کو جن میں آپ

بھی شامل ہیں زندیق بناتی اور ثابت کرتی ہیں کہ نہیں۔

قارئین محترم سرفراز صاحب توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے کرتے مخبوط الحواس ہو گئے ہیں کہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ جو عبارت نقل کر رہا ہوں کہیں وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کے مترادف تو نہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

باقی کسی کو اہل بدعت کہہ کر سرفراز صاحب خوش نہ ہوں ہمارے نزدیک وہ خود اہل بدعت ہیں وہ بدعت اعتقادی میں مبتلا ہیں اور ان کی یہ بدعت منجر الی الکفر بھی بن چکی ہے۔ اسی لیے ان کے اکابر کی بعض بدعات اعتقادیہ کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ باقی یہ کہنا کہ اہل بدعت کو مطالب قرآنی سمجھ میں نہیں آ سکتے تو یہ بھی بالکل بجا ہے اسی لیے قرآن کی تفسیر کے سمجھنے میں یہ خود اور ان کے اکابر جا بجا ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی بجا ہے کہ اہل بدعت حریص علی الدنیا ہوتے ہیں۔

اور ہم ابتدائی صفحات میں دس حوالجات سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اکابرین دیو بند انگریز کے تنخواہ خور رہے ہیں۔ حرص دنیاوی میں مبتلا نہ ہوتے تو انگریز سے تنخواہ کیوں لیتے۔ سچ ہے کہ:

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور

الغرض نانوتوی صاحب نے ایک ایسے اثر یا روایت کی حمایت و تائید میں جس کی صحت محدثین کی نظر میں محل نظر رہی ہے (بلکہ بعض نے اس کو شاذ و معلل اور بعض نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔) جیسا کہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری فیض الباری جلد ۳ صہ ۳۳۳، ۳۳۴ پہ اور علامہ آلوسی روح المعانی پ ۲۷ صہ ۱۴۳ طبع جدید صہ ۱۲۵ طبع قدیم میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت از روے کے شاذ ہے اور امام سخاوی مقاصد حسنہ میں اس کو مجہول قرار دیتے ہیں

اور علامہ آلوسی نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت چونکہ واقدی کذاب کی روایت سے ہے اس لیے اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (بشکریہ التبشیر) لغزالئ العصر ورازی الزمان امام اہلسنت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ)

ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کیا اور خاتم النبیین کی تفسیر میں خرق اجماع کیا جو سرفراز صاحب کی نقل کردہ عبارات ثلاثہ کے مطابق سراسر زندقہ اور کفر ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تاخر زمانی کے لحاظ سے آخری نبی ہونا امر متواتر ہے۔ جس کے تواتر کو قاضی عیاض نے شفا میں اور مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نزیل کراچی نے ختم النبوت فی الآثار میں لکھا ہے:

واجمعت الأمة على حمل فهذا الكلام على ظاهره وان مفهوم المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك فى كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعًا اجماعًا سمعًا۔

اور اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے کہ جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل وتخصیص کے مراد ہے اور اُن لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے یہ ترجمہ بھی مفتی محمد شفیع صاحب نے کیا ہے۔

ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی (تاخر زمانی کے لحاظ سے) متواتر قطعی اجماعی ہے۔ جس کا انکار یا تاویل کفر ہے۔

لہذا سرفراز صاحب کی اپنی نقل کردہ عبارات کی روشنی میں اُن کے اکابر کفر وضلالت کی اندھیریوں میں ڈوبے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

اہلِ قبلہ کون کا جواب:

اس عنوان میں سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۴۳۴ سے ص ۴۳۵ تک میں شرح فقہ اکبر نبراس فتح الباری اور عقیدہ الطحاوی سے چند عبارات نقل کرکے یہ ثابت کرتے ہیں کہ:

بعض اوقات بعض لوگ اسلام کا نام لے کر اور بزعم خود اسلام میں رہ کر اور اسلام کو پسند کرتے ہوئے اور حتیٰ کہ عبادت اور ورع وتقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی اہل قبلہ سے خارج تصور ہوتے ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو اسلام کا گرویدہ اور شیدائی سمجھتے ہیں۔ محض اس لیے وہ دائرہ اہل قبلہ اور حلقہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر ہوتے ہیں یا اس کی تاویل بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان عبارت سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ محض قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے سے نہ تو کوئی شخص مسلمان اور مومن ہوتا ہے اور نہ اہل قبلہ، تاوقتیکہ وہ تمام ضروریات دین کا اقرار اور تصدیق نہ کرے وہ صرف عبادت اور ورع وتقویٰ کی بنا پر حضرات فقہاء اسلام اور متکلمین کے نزدیک ہرگز اہل قبلہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے الخ

جواب:

یہ عبارات بھی سب کی خود سرفراز صاحب اور ان کی اپنی جماعت کے خلاف جاتی ہیں کیونکہ ان کے اکابر کی کتابوں میں موجب توہین وتحقیر رسول و بلکہ موجب توہین ذات خداوندی الفاظ وعبارات موجود ہیں جن پر با ہی

فریقین کے علماء کے درمیان بارہا مناظرے بھی ہو چکے ہیں۔

مگر وکلاء دیوبندان عبارات کو اسلامی ثابت کرنے میں بلکہ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں جس پر ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ بلکہ غیر متعصب دیوبندی اساتذہ کا اقرار بھی موجود ہے۔

ان عبارات کی جو تاویلات فاسدہ کی جاتی ہیں وہ بھی ان عبارات کی زد میں آجاتی ہیں اور تاویلات کنندگان بھی عبارات منقولہ کا نشانہ بننے سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کی عبارات جو کہ کشیدہ ہے اسے بار بار پڑھیں اور خود اندازہ لگائیں کہ کیا اس عبارت میں انہوں نے اپنے اکابر کی مٹی غیر شعوری طور پر پلید نہیں کر دی۔ کیا اب سرفراز صاحب اپنے اکابر کے علم و فضل و تقویٰ و ورع اور اسلام کا نام لینا یا اسلام کو ثابت کرنا اہل قبلہ اور عبادت گزار نمازی وغیرہ امور کو ان کی صفائی میں پیش کر سکتے ہیں ہرگز نہیں وہ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ ان تمام امور کا قائل ہونے کے باوجود بھی مومن و مسلمان نہیں ہو سکتا اگر وہ کسی ایک ضرورت دینی کا انکار کرے یا اس میں تاویل کرے۔

چونکہ ان کے اکابر کی عبارات کفریہ اپنے مفہوم میں صریح ہیں اس لیے ان کی نہ تاویلات ہو سکتی ہیں نہ ان کی صفائی پیش کی جا سکتی ہے۔

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب اور دیگر دیابنہ کی کفری عبارات کی صفائی میں ان کے علم و فضل تقویٰ و عبادت گزاری تبلیغ دین تصنیف و تالیف وغیرہ سے ان کی صفائی پیش کرنا صرف ایک فراڈ ہے جو عوام کالانعام کو تو متاثر کر سکتا ہے مگر اہل علم کو متاثر نہیں کر سکتا۔

لہٰذا عبارات اکابر وغیرہ کتابوں میں ان کفری عبارات کی تاویلات فاسدہ بے سود اور بیکار ہیں۔

احتیاط حضرات فقہاء کرام:

اس عنوان میں ص ۳۶ سے ۳۸ تک سرفراز صاحب نے بحر الرائق فتاویٰ عالمگیری اور بزازیہ علی الہندیہ اور شرح فقہ اکبر اور اعلیٰ حضرت کی حسام الحرمین ص ۳۵، ۳۶ کی عبارات نقل کرنے کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ حضرات فقہاء اسلام کا گروہ ایسا محتاط ہے کہ اگر کسی کلمہ میں کئی احتمالات ہوں ایک ان میں اسلام کا ہو اور باقی کفر کے ہوں تو اس کے قائل کی تکفیر یہ فقہاء کرام نہیں کرتے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ قائل کی مراد وہ اسلامی احتمال ہو الا یہ کہ قائل خود کفری احتمال کو متعین کر دے ملاحظہ ہو۔ بحر الرائق جلد ۵ ص ۱۲۵ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۳۰۹ شرح فقہ اکبر ص ۲۲۷۔

جواب:

قارئین کرام یہ عبارات مسلّم ہیں مگر ان سے سرفراز صاحب کو کیا فائدہ یہ تو ان کے اپنے خلاف ہیں کیونکہ سرفراز صاحب خود اہل ایمان و اہل اسلام بلکہ حقیقی اہلسنت کی تکفیر کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان اہلسنت کے اقوال میں بفضلہ تعالیٰ ایک بھی احتمال کفر کا نہیں ہوتا۔

سرفراز صاحب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ماننے والوں کو یا علم ما کان و ما یکون باذن اللہ اور عطاء ماننے والوں کو ازالہ کے ص ۳۰ پر شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دیگر اختلافی مسائل و فضائل میں بھی شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی جائز اور صحیح تاویلات موجود ہیں جو تفاسیر و شروح حدیث وغیرہ معتبر و مستند کتابوں سے منقول بھی ہیں۔ مگر سرفراز صاحب ہرگز کسی تاویل کو تسلیم نہیں کرتے اور بے دھڑک کفر و شرک کی مشین چلاتے جاتے ہیں۔ اس وقت یہ عبارات کبھی یاد نہیں آئیں۔

کیوں سرفراز صاحب کیا فریق مخالف کی عبارات واقوال میں ایک احتمال بھی اسلامی موجود نہیں خدارا کچھ تو خوف کو دل میں جگہ دیں آخر مرنا ہے خدا کی عبارات کی خلاف ورزی سینکڑوں بار کر چکے ہیں کیا ایسا کر کے آپ نے اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ کا اپنے آپ کو مصداق نہیں بنا لیا یقیناً بنا لیا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ ان عبارات کی خلاف ورزی سرفراز صاحب اور ان کا شرذمہ قلیلہ اکثر اوقات کرتا رہتا ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

علاوہ ازیں یہ کہ اگر سرفراز صاحب کی نیت یہ ہے کہ اپنے اکابر کی کفری عبارات کا اس طرح جواب دیا جائے تو یہ بالکل ان کی خوش فہمی ہے کیونکہ یہ فقہی عبارات ایسے کلمات یا جملوں سے متعلق ہیں جو کنایات ہوں جن میں کفری معنی کا صرف احتمال ہو اور ساتھ ساتھ اسلامی معنی کا احتمال بھی پایا جائے۔ مگر سرفراز صاحب کے اکابر کی عبارات کنایات نہیں وہ تو توہین وتحقیر کے مفہوم کی ادائیگی میں بالکل واضح وصریح ہیں جن میں کوئی بھی احتمال اسلامی نہیں پایا جاتا۔ صریح عبارات میں احتمال کہاں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین توہین بھی کفر ہے

ص ۴۳۸ سے ۴۴۱ تک سرفراز صاحب نے کتاب الخراج۔ شفاء شرح فقہ اکبر شرح شفاء۔ فتاویٰ قاضی خاں۔ خفاجی شرح شفاء الصارم وغیرہ کی چند عبارات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے حضور علیہ السلام کی ادنیٰ ترین توہین وتنقیص بھی حضرات فقہاء کرام کے نزدیک موجب کفر ہے۔

جواب:

کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو بچوں پاگلوں چوپایوں کے

علم سے تشبیہ دینا یا مقدار وکمیت میں ان کے مساوی قرار دینا تعظیم ہے یا توہین اگر یہ تعظیم ہے تو پھر ایسی ہی عبارت اگر آپ کے اور آپ کے اکابر کے متعلق لکھی جائے تو آپ کا اعتراض تو نہ ہوگا اور اگر یہ توہین وتنقیص ہے اور یقیناً توہین وتنقیص ہی ہے تو پھر یہ عبارات منقولہ کی زد میں تھانوی صاحب آتے ہیں یا نہیں۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت کا انکار کرتے ہوئے مقابلۃً ابلیس کے علم کی وسعت کو نصوص قرآنیہ سے ثابت ماننا توہین نہیں۔ یقیناً ہے۔ کیا مقابلتہً یہ کہنا میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔ کفر وارتداد نہیں۔ یقیناً ہے۔

جیسا کہ سرفراز صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۴۳۸-۴۳۹ پر شرح فقہ اکبر کے حوالہ سے خود بھی لکھا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلہ میں کدو کو ناپسند کرنا کفر وارتداد ہے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے مقابلہ میں ابلیس کے علم کو نصوص قرآنی سے یوں ثابت ماننا کیونکر کفر وارتداد نہ ہوگا۔ یقیناً یہ بھی توہین رسول ہو کر کفر وارتداد ہی ہے۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی اور نبی کی آمد کو (نبی پیدا ہونے) ممکن ماننا کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو آپ کی خاتمیت کے خلاف اور اس میں مخل نہ سمجھنا توہین نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ کیا ذات باری تعالیٰ کے لیے امکان کذب ماننا ذات باری کی توہین نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ پھر اپنی نقل کردہ عبارات کی زد سے سرفراز صاحب یا اُن کے اکابر کیسے اور کیوں کر بچ سکتے ہیں۔

الفضل ما شہدت بہ الاعداء کے مطابق ان عبارات کو نقل کر کے اپنا نقصان ہی کیا ہے کیونکہ علماء مکہ و [illegible] اکابر علماء اہلسنت کے نزدیک ان کے اکابر کی عبارات سب وشتم پر مشتمل ہیں۔ ایسی صورت میں ان عبارات

کے مصداق بھی وہ اور ان کے اکابر ہیں جن کی کفری عبارات کا تذکرہ بارہا ہو چکا ہے اور مناظروں میں علماءِ حق ان کو مدلل اور نہایت ٹھوس طریقہ سے کفری ثابت کر چکے ہیں جن کے تسلی بخش جوابات آج تک کوئی دیوبندی عالم پیش نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ص ۱۴۴ پر سرفراز صاحب یوں گوہر افشانی کرتے ہیں کہ۔ اور یہ بھی بصراحت گزر چکا ہے کہ جو صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں ہے اس کا آپ کے لیے اثبات یقیناً موجب توہین و تحقیر ہے۔

جواب؛

صاف واضح ہے کہ کسی وصف یا صفت کمال کا آپ کے لیے ثابت کرنا ہرگز توہین نہیں ہے۔ توہین یا تحقیر تب ہوگی۔ جب کسی وصف یا صفت غیر کمال کو آپ کے لیے ثابت کرے اور یہی مقصد و مراد ہے۔ خفاجی شرح شفاء کی عبارات منقولہ کا کیونکہ اولاً تو عقل نہیں مانتی کہ کسی وصف کمال کو کسی کے لیے ماننا اور ثابت کرنا توہین و تحقیر کا موجب ہونا۔

ثانیاً یہ کہ خفاجی کی عبارت میں یہ الفاظ کہ؛

لان حفاتہٗ لا یتصور اکمل منہا الخ

یعنی آپ کی صفات سے زیادہ کامل صفات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا (مخلوق میں) قرینہ مقابلہ واضح ہیں کہ مراد صفات غیر کمالیہ کا اثبات ہے یعنی آپ کی ذات کے لیے غیر کمالی صفات کا اثبات کفر ہے جیسے آپ کے رنگ مبارک کو سیاہ قرار دینا کفر ہے یا آپ کو سیاہ رنگ والا کہنا کفر و موجب توہین ہے۔

جیسا کہ خفاجی شرح شفاء کی عبارت میں صراحتہً مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو خفاجی شرح شفاء جلد ۴ ص ۴۲۱۔

حضرات فقہاء کرام کا تفوّق؛

اس عنوان میں فقہاء کرام کا تفوق محدثین کے مقابلہ میں؛

وکذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث۔

(ترمذی جلد اول ص ۱۱۸)

اور امام حاکم صاحب مستدرک مشہور و معروف محدث امام وکیع ابن الجراح سے نقل کرتے ہیں کہ؛

وحدیث یتداولہ الفقہاء خیرٌ من ان یتداولہ الشیوخ معرفت علوم الحدیث۔

اور امام حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۹ ص ۳۱ میں لکھتے ہیں؛

فان علم الحلال والحرام انما یُتَلقّیٰ من الفقہاء۔

یہ ثابت کرنے کے بعد سرفراز صاحب ص ۴۴۳ سے ۴۴ تک فقہاء احناف کی چند عبارات فتاویٰ قاضی خاں۔ فتاوی ولواجیہ۔ بحر الرائق۔ فتاویٰ عالمگیری مسامرہ۔ شرح فقہ اکبر۔ شرح شفاء اور فتاویٰ تاتارخانیہ۔ اور جواہر الفلطیہ وغیرہ کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ؛

حضرات فقہاء احناف کا محتاط اور متین گروہ جو ضروریات دین و احوال دین کے منکر کے علاوہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا اور سو احتمالوں میں ایک احتمال بھی اسلام کا ہو تو پھر بھی حسن ظن سے کام لے کر کف لسان ہی کرتے ہیں اور تکفیر نہیں کرتے مگر کس بے باکی کے ساتھ بغیر خوف لومتہ لائم کے اس شخص کی تکفیر کی صراحت کرتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتا ہے۔

گویا حضرات فقہاء کرام کے نزدیک یہ مسئلہ اصول دین سے بھی ہے اور ضروریات دین سے بھی ہے اور اس کا ماخذ نصوص قطعیہ بھی ہیں اور امت کا اجماع قطعی بھی اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک اتنا واضح ہے اور صاف اور بے غبار ہے کہ تکفیر کرتے وقت کسی قید اور شرط کا پیوند بھی نہیں لگاتے۔

جواب نمبر۱:

فقہاء کرام کی منقولہ عبارات کوئی نئی نہیں ہیں۔ ان کو ان کے اکابر ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں اور بارہا ان کے دندان شکن و مسکت جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے سرفراز صاحب کے بس کا روگ نہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال علمی کی نفی پہ اڑ چکے ہیں اور ہٹ دھرمی کو ہی دین کامل سمجھے بیٹھے ہیں۔ مگر ہم اظہار حق کے لیے جوابات عرض کرتے ہیں تاکہ حق واضح تر ہو جائے۔

جواب نمبر۲:

یہ عبارات تمام کی تمام علم غیب استقلال بلا واسطہ اور ذاتی ماننے والے کے خلاف ہیں۔ عطائی بالواسطہ ماننے والے کے ہرگز خلاف نہیں ہیں۔ اور عطائی علم غیب ماننے والوں پر ان کو چسپاں کرنا جہالت و حماقت ہے۔ جیساکہ عطائی کی تصریحات روح المعانی سمیت گیارہ کتب معتبرہ سے باحوالہ نقل کردی گئی ہیں۔

سابقہ ابواب میں ان عبارات کی یہ تاویل وہی ہے جو مفسرین کرام نے اور بعض دیگر اکابر ملت نے آیات قرآنیہ نافیہ علم غیب کی اپنی کتابوں میں پیش کی ہے۔ اگر آیات قرآنیہ نافیہ کی یہ تاویل اکابرین ملت کے نزدیک درست ہے تو پھر ان عبارات کی یہ تاویل کیونکر غلط ہے۔

جواب نمبر۳: اگر سرفراز صاحب یا اُن کا شرذمہ قلیلہ اس تاویل

اور توجیہ کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر یہ عبارات سرفراز صاحب اور اُن کے شرذمہ قلیلہ کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ ان عبارات میں بقول سرفراز صاحب علم غیب ثابت کرنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ مگر سرفراز صاحب خود اسی ازالہ کے ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ:

> احکام غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور اکوان غیبیہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا ہے۔

اور صفحہ ۲۰۵ پہ لکھتے ہیں:

> ان میں سے (غیوب خمسہ) جن بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزئی ہے۔

صفحہ ۲۰۶ پہ لکھتے ہیں:

> ان میں سے (علوم غیبیہ خمسہ) بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے۔

صفحہ ۲۰۸ پہ لکھتے ہیں:

> اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان اقدس کے لائق تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ آپ کو بہت سے جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے۔

قارئین کرام ان عبارات میں سرفراز صاحب نے خود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بعض علم غیب ہی نہیں بلکہ علم کلی بلکہ علوم کلیہ کا حصول تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ علم غیب تو بعض اولیاء کے لیے بھی تسلیم کر لیا ہے (خواہ بعض ہی سہی)۔

اس لیے عبارات منقولہ کی روشنی میں اب خود سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ کیا وہ فقہاء کرام کی عبارات منقولہ کی زد میں آکر کافر ہوئے یا نہیں۔ یقیناً ہوئے۔

اگر سرفراز صاحب یہ کہیں کہ عبارات فقہاء کلی سے متعلق ہیں جزئی سے متعلق نہیں تو یہ بھی باطل و مردود ہے کیونکہ ان عبارات میں ہرگز کلی کی کوئی قید موجود نہیں اور سرفراز صاحب خود ہی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

چنانچہ سرفراز صاحب کی عبارات میں یہ بکیر کشیدہ عبارت موجود ہے کہ تکفیر کرتے وقت (ان فقہاء کرام نے) کسی قید اور شرط کا پیوند بھی نہیں لگایا۔ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے خود ہی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ فقہاء کرام کی عبارات میں کوئی قید ہرگز نہیں لگائی جا سکتی۔

مزید ملاحظہ ہو۔ سرفراز صاحب تنقید متین صـ ۱۶۲ پر بھی یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ بعض علوم غیبیہ کا آپ کو عطاء ہونا حقیقت مسلمہ ہے۔

اس عبارت میں بھی علم غیب (خواہ بعض ہی سہی) کو تسلیم کر لیا ہے اور علم غیب ہی کے خلاف فقہاء کرام کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ جو سرفراز صاحب کے خلاف ہیں۔

ایک اور حوالہ:

تھانوی صاحب بسط البنان صـ ۲ میں لکھتے ہیں۔ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے۔

تھانوی صاحب نے صاف اور صریح لفظوں میں مخلوق کے لیے علم غیب تسلیم کیا ہے۔

اب بتائیے سرفراز صاحب کیا تھانوی صاحب آپ کی نقل کردہ عبارات کی

زد میں آکر کافر ٹھہرے یا نہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صـ ۶۲ میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ شیخ کبیر ابو عبد اللہ فرماتے ہیں:

ونعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیہ فیعلم الغیب۔

یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ انتقال حالات میں اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے روحانیت میں کہ پھر وہ غیب کو جان لیتا ہے

اس عبارت میں یعلم الغیب کی صراحۃ موجود ہے۔ کیا سرفراز صاحب کے نزدیک شیخ کبیر اور ملا علی قاری یعلم الغیب کے اعتقاد کی وجہ سے عبارات فقہاء کی زد میں آتے ہیں یا نہیں۔

اور سرفراز صاحب کا صـ ۵۲ پر یہ اعتراض کرنا کہ فقہاء احناف کی عبارات کو ذاتی پر محمول کرنا یا یہ تاویل اور جواب بھی محض باطل و مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ اگر واقعی علم غیب ذاتی کی بناء پر حضرات فقہاء کرام ایسے شخص کی تکفیر کرتے تو ان کے نظر بصیرت بڑی دور رس ہوتی ہے۔ وہ ہر مسئلہ میں اس کی جملہ شرائط و قیود و حدود کو ملحوظ رکھ کر اور ان کو بیان کر کے فتویٰ صادر فرماتے اور اس مقام پر انہوں نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی اس کی طرف کوئی ہلکا سا اشارہ ہی کیا۔ صرف یہ بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ یہ بھی مبنی بر جہالت اور باطل و مردود ہے۔

اوّل تو اس لیے کہ فقہاء کرام کی یہ عادت کریمہ ہے کہ وہ بعض مقید مسائل کو بغیر قید کے بیان فرماتے ہیں۔ مگر اس وقت قید ملحوظ ضرور ہوتی ہے۔ جیسے اہل علم حضرات وخصوصاً اہل افتاء سے یہ امر مخفی نہیں ہے۔

دوم یہ کہ جب بقول سرفراز صاحب فقہاء کی عبارات کو مقید کسی بھی

قید سے نہیں کر سکتے کیونکہ انہوں نے خود کوئی قید نہیں لگائی تو پھر ان عبارات کو کلی کی قید سے مقید کیسے کر سکتے ہیں۔

سرفراز صاحب کی منقولہ بالا عبارات کے مطابق تو ہرگز کلی کی قید نہیں لگائی جاسکتی اور جزی کی استثناء بھی ہرگز درست و جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے نہ تو کلی کی قید لگائی ہے اور نہ ہی جزی کی استثناء فرمائی ہے۔ بلکہ بقول سرفراز صاحب انہوں نے صرف علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر قرار دیا ہے (خواہ عقیدہ کلی کا ہو یا جزی کا ذاتی کا ہو یا عطائی کا۔)

سرفراز صاحب اگر آپ ان عبارات سے جزئی کی استثناء کرتے ہیں اور ان کو کلی ہی سے مقید کرتے ہیں اور ساتھ ذاتی کی تاویل کو باطل و مردود اور چور دروازہ بھی فرماتے ہیں تو ذرا یہ بھی بتاتے جائیے تاکہ آپ جو جزئی علم غیب جگہ جگہ تسلیم کرتے ہیں اور دلائل نفی و اثبات میں تطبیق دیتے ہوئے دلائل اثبات کو جزی علم غیب پر بعض جگہ محمول کرتے ہیں۔ کیا یہ بعض اور جزی علم غیب ذاتی ہے یا عطائی۔ جب یہ جزی بھی عطائی ہی ہے تو ذاتی اور عطائی کی تقسیم کرکے اور تسلیم کرنے سے تو آپ کو بھی چارہ نہیں ہے پھر اس کو چور دروازہ قرار دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ کیا ایسی بات کسی ذی ہوش اور ذی عقل سے متصور ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں پھر جزی کو بھی عطائی کی قید سے مقید کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ پھر آپ یہ قید لگا کر خود اپنے قول کابول کی زد میں آئے یا نہیں۔ یقیناً آئے ہیں۔ سچ ہے۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

جواب نمبر ۴:

فقہاء کرام کی منقولہ عبارات ذاتی علم غیب پر محمول ہیں عطائی پر نہیں

خود فقہاء کرام اس کے معترف ہیں۔

چنانچہ علامہ شامیؒ رد المحتار جلد ۳ ص ۱۰۴۱ طبع مصر میں لکھتے ہیں:

قلت وحاصله ان دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها الا اذا اسند ذالك صريحًا اودلالةً الى سبب من الله تعالى كوحي او الهام وكذا لو اسند الى امارة عادية بجعل الله تعالى۔

اور میں کہتا ہوں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر علم غیب کے دعویٰ کی نسبت اور اسناد وحی یا الہام یا عادی نشانی کی طرف کرے وہ نسبت یا اسناد خواہ صراحتہً ہو یا دلالتہً تو پھر ہرگز کافر نہ ہوگا ہاں اگر اس دعویٰ کی علم غیب کی نسبت یا اسناد وحی یا الہام یا عادی نشانی کی طرف نہ کرے تو پھر کافر ہوگا۔

اسی صفحہ پر آگے تصریح فرماتے ہیں:

ولو لم يعتقد بقضاء الله تعالى او ادّعى علم الغيب بنفسه يكفر۔

اگر حوادث رونما ہونے کا عقیدہ باری تعالیٰ کے فیصلہ سے نہیں کرتا یا علم غیب کا دعویٰ از خود جاننے کا کرتا ہے تو کافر ہوگا۔

ان دونوں عبارتوں میں ذاتی طور پر غیب جاننے کے ادعاء کو کفر قرار دیا گیا ہے یعنی یہ بتایا ہے کہ اگر غیب جاننے کی نسبت وحی یا الہام وغیرہ کی طرف کرے تو یہ کافر نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خدا کی طرف سے بذریعہ وحی یا الہام عطائی کا دعویٰ ہے از خود جاننے کا دعویٰ نہیں ہے جو کفر ہے۔ یہ دو عبارات خود سرفراز صاحب نے اپنی کتاب تصریح الخواطر ص ۱۹۵ پر بھی نقل فرمائی ہیں۔

علامہ شامی رد المختار جلد ۲ صہ ۳۸۰ طبع مصر میں لکھتے ہیں:

قوله قيل يكفر لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عالم الغيب قال فى التتارخانيه وفى الحجة ذكر فى الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبى صلى الله عليه وسلم و ان الرسل يعرفون بعض الغيب قال تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدًا الا من ارتضى من رسول اه

قلت بل ذكروا فى كتب العقائد ان من جملة
كرامات الاولياء الاطلاع على بعض
المغيبات وردوا على المعتزلة المستدلين
بهذه الاية على
نفيها الخ

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیل سے بعض نے یہ قول کیا ہے کہ نکاح میں خدا و رسول کو گواہ کرنا کفر ہے۔ کیونکہ اس نے آپ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھا ہے۔ یعنی ذاتی طور پر علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے مطلب یہ کہ آپ کے لیے غیب دان ہونے کا اعتقاد تو رکھا۔ مگر اس کی اسناد نہ وحی کی طرف کی اور نہ ہی الہام وغیرہ کی طرف اس لیے آپ کو عالم الغیب بالذات و با الاستقلال مانا ہے اور یہ یقیناً کفر ہے۔

یا یہ کہ عالم الغیب سے مراد غیر متناہی وغیر محدود علم غیب مانا ہے اور یہ بھی کفر ہے۔

اور یہ کہ فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاویٰ الحجۃ میں فرماتے ہیں کہ ملتقط میں مذکور ہے کہ نکاح کے وقت آپ کو گواہ بنانے والا کافر نہ ہوگا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی روح پر اشیاء کو پیش کیا جاتا ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہم السلام بعض (یہ بعض اضافی ہے) غیب

کو جانتے ہیں یعنی وحی وغیرہ سے ان کے غیب دان ہونے کی دلیل یہ آیت ہے
عالم الغيب فلا يظهر الآية۔

اور یہ کہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں مذکور ہے کہ بعض غیوب پر مطلع ہونا اولیاء کرام کی کرامات میں داخل ہے اور معتزلہ اس کے منکر ہیں اور فقہاء کرام نے معتزلہ کا رد فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ خود اس کے قائل ہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ بالذات علم غیب نبی ولی کے لیے ماننا کفر ہے اور عطائی ماننا کفر نہیں خواہ کلی متناہی ہو یا جزئی ہو اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ فقہاء کرام اولیاء کرام کے لیے بھی بعض غیب کا علم مانتے ہیں۔ اور معتزلہ اس کے منکر ہیں اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں معتزلہ کے مقابلہ میں انبیاء کرام کے علم غیب کے لیے عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدًا الآية سے استدلال فرمایا ہے اور معتزلہ اس عقیدہ سے اور استدلال کا انکار کرتے ہیں۔ جیسے موجودہ دور کے دیوبندی وہابی اولیاء کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اسی طرح معتزلہ اپنے دور میں اس کا انکار کرتے تھے۔ سچ ہے۔ قد تشابهت قلوبهم۔

مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر جلد ۱ صہ ۳۲۰ طبع مصر میں بھی تتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں انہ لا یکفر کہ نکاح میں گواہ بنانے والا کافر نہیں ہوتا۔

سرفراز صاحب تفریح الخواطر صہ ۱۹۳ میں ان عبارات کا جواب دیتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ تتارخانیہ اور ملتقط وغیرہ کی یہ تاویل بالکل بے موقعہ اور بے محل ہے۔ اس لیے کہ قائل تو یہ کہتا ہے کہ میں اپنی مجلس نکاح میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر اور گواہ تسلیم کرتا ہوں وہ چلا چلا کر کہتا ہے کہ خدا را و رسول را گواہ کردیم اور عرض اعمال کے تحت یہ توجیہ یہ بتا رہی ہے کہ آپ اپنی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ مگر یہ واقعہ آپ پر

وہاں پیش کیا جاتا ہے الغرض یہ توجیہ قائل کی مراد کے بالکل برعکس ہے۔ جو غیر مسموع ہے۔

جواباً عرض ہے کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض انتہائی جہالت کا پلندہ ہے کیونکہ قائل کے قول گواہ کردیم میں صرف گواہ بنانے کا ذکر ہے۔ حاضر ماننے کا ذکر نہیں ہے۔ اور گواہی صرف عینی ہی نہیں ہوتی سمعی بھی ہوتی ہے۔ اور عرض اعمال کی صورت میں سماعت متحقق ہوجاتی ہے۔ نیز فقہاء نے کفر کی وجہ اعتقاد حاضر ناظر نہیں بتائی۔ بلکہ اعتقاد علم غیب بتائی ہے اور اعتقاد علم غیب کو اعتقاد حاضر ناظر مستلزم نہیں ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ:

چونکہ قائل آپ کے لیے صفت علم غیب ثابت کرتا ہے۔ اس لیے کافر ہے اور اس جزو میں تمام حضرات فقہاء کرام متفق ہیں۔
تفریح الخواطر ص۱۹۳۔

جواباً عرض ہے کہ جب تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ آپ کے لیے علم غیب ثابت کرنے والا کافر ہے تو پھر سرفراز صاحب بھی بلکہ ان کے اکابر بھی کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ گذشتہ صفحات میں باحوالہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سرفراز صاحب اور تھانوی صاحب وغیرہ اکابر دیوبند علم غیب کی صفت آپ کے لیے ثابت مان چکے ہیں۔ خواہ جزی علم غیب کے ضمن میں ہی سہی۔ بہر حال علم غیب کی صفت تسلیم کی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ہی قول کالبول سے کافر ٹھہرے۔

سرفراز صاحب تفریح الخواطر ص۱۹۴ - ۱۹۵ پر یہ سوال بھی کرتے ہیں جو فقہاء عرض اعمال کے قول کو اپنا کر تکفیر نہیں کرتے۔ وہ تکفیر اس لیے نہیں کرتے کہ یہ نکاح کا واقعہ بھی آپ پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ مگر علم غیب کا عقیدہ

تو سب کے نزدیک کفر ہے۔

جواباً عرض ہے کہ عدم تکفیر کے قائلین نے عدم کفر کی دو وجہیں بتائی ہیں ایک عرض اعمال اور دوسری یہ کہ و ان الرسل يعرفون بعض الغيب یعنی رسول بعض غیب کو جانتے ہیں۔ ردالمحتار۔ مجموعہ خانیہ طحطاوی۔ ملتقط۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہ میں یعرفون بعض الغیب اور یعرف بعض الغیب کو بھی عدم تکفیر کی وجہ بنایا گیا ہے۔

نہ معلوم سرفراز صاحب کو ان عبارات میں یعرفون الغیب کے الفاظ کیوں نظر نہیں آئے۔ سرفراز صاحب ذرا آنکھوں سے تعصب اور عناد رسول کی پٹی اتار کر عبارات کو دیکھیے تاکہ حق جلوہ گر دکھائی دے۔

سرفراز صاحب اپنی توپ کی زد میں:

قارئین کرام سرفراز صاحب عجیب مقتول جہالت ہیں کہ تفریح الخواطر ص۱۸۰ پر لکھتے ہیں:

علم الغیب میں لفظ الغیب سے وہ تمام اشیاء افراد اور امور مراد ہیں جو تمام مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور لفظ الغیب اپنے تمام افراد پر شامل ہے بایں طور پہ کہ ایک فرد بھی اس سے خارج اور باہر نہیں ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے الخ۔

اور ص۱۸۴ پہ لکھتے ہیں:

بعلم الغیب کا جملہ علم الغیب کے تمام افراد اور جزئیات کو شامل ہے ان میں سے ایک فرد اور ایک جزی کا علم بھی اوروں کے لیے تو کیا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی تسلیم کرنا خالص کفر ہے۔

ص۱۸۵ پر لکھتے ہیں کہ: اس سے معلوم ہوا کہ غیب کا ایک فرد اور ایک جزی بھی غیب ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ وہ جزی خود کسی کو بتا دے تو پھر وہ انباء الغیب کی مد میں شامل ہو جائے گی۔ جو محل نزاع نہیں ہے۔

ان عبارات میں سرفراز صاحب نے ایک تو یہ تسلیم کیا ہے کہ علم الغیب غیر متناہی علوم پر مشتمل ہے اور یہ ذات باری کا خاصہ ہے۔ دوسری بات یہ تسلیم کی ہے کہ علم غیب جس کا ذکر یعلم الغیب میں ہے اس کے افراد سے ایک فرد اور ایک جزی کا علم بھی آپ کی ذات اقدس کے لیے ماننا خالص کفر ہے۔

مگر خود ہی تفریح الخواطر میں ص۱۸۳ پر لکھتے ہیں کہ:

ذتنا بناً ہم بعض علوم غیبیہ باطلاع اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء کرام کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔

اور ازالہ کے ص ۲۰۵-۲۰۶ وغیرہ پر اور تنقید متین ص۱۶۲ پر بعض علوم غیبیہ بلکہ ازالہ کے ص۱۴۸ پر کلی علوم کا بھی اقرار کر لیا ہے۔

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ کیا یہ بعض علوم غیبیہ یا کلی علوم جو آپ نے تسلیم کر لیے ہیں علم الغیب کے افراد و جزئیات سے خارج ہیں کیا ان کو علم الغیب شامل نہیں ہے۔ اگر نہیں تو کیوں آخر وجہ کیا ہے۔ کوئی معقول وجہ پیش کریں۔ اگر شامل ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ آپ علم الغیب کے بعض جزئیات بلکہ بہت سے کلی علوم مان کر کافر اور خالص کافر ہوئے یا نہیں۔ انباء الغیب یا اخبار الغیب کی مد میں داخل کرنے سے وہ آخر علم الغیب کے افراد و جزئیات سے کیوں کر خارج ہوں گے۔ اس کی کوئی معقول وجہ تا قیامت آپ بتا نہیں سکتے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب منقولہ بالا عبارات میں تو فرماتے ہیں کہ علم الغیب میں الغیب کا لفظ ہے جس سے مراد تمام اشیاء و تمام افراد و امور ہیں۔ جو مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور الغیب کا لفظ اپنے تمام افراد کو بایں طور شامل ہے کہ ایک فرد بھی اس سے خارج نہیں اور یہ ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

مگر ازالۃ الریب کے ص۵۰۱ پر فرماتے ہیں کہ:

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ الغیب (عالم الغیب فلا یظہر اور دیگر آیات میں) سے بعض علم غیب مراد ہے اور یہی دوسرے دلائل اور براہین کے پیش نظر حق اور متعین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنیٰ مراد لینا ہرگز جائز اور صحیح نہیں ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ تفریح الخواطر کے صفحات مندرجہ بالا کی عبارات اور ازالہ کے اس صفحہ کی عبارت میں کیسا کھلا اور واضح تضاد پایا گیا ہے۔ سرفراز صاحب جب حق اور متعین یہی ہے کہ الغیب سے مراد بعض علم غیب ہے تو پھر تفریح الخواطر کے ص۱۸۰، ۱۸۲-۱۸۳، ۱۸۴ وغیرہ میں الغیب کے مفاد کو ذات باری کا خاصہ کیوں قرار دیا ہے اور اس کو غیر متناہی کیوں مانا ہے۔ سرفراز صاحب آپ کی کون سی بات کو حق اور سچ مانا جائے۔ آپ خود ہی بتا دیں۔ اس گتھی کو سلجھانا آپ کی ذمہ داری ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب یہاں ازالہ کے ص۵۰۱ پر تو یہ فرماتے ہیں کہ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ الغیب سے مراد بعض علم غیب ہے اور یہی حق و متعین ہے۔ دوسرے دلائل کے پیش نظر اس کے علاوہ کوئی اور معنیٰ الینا ہرگز جائز اور صحیح نہیں ہے۔

مگر ازالہ ہی کے ص۳۸ پر پہلے باب میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ علم غیب

عالم الغیب کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ سرفراز صاحب جب الغیب سے مراد ہی بعض علم غیب ہے اور بقول آپ کے ہی حق و متعین بھی ہے تو پھر علم الغیب ماننے والے کو کافر و مشرک قرار دے کر کیا آپ خود کافر و مشرک نہیں ہو گئے۔ حالانکہ کئی جگہ ازالہ وغیرہ میں آپ نے خود بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ ایک طرف آپ علم الغیب کے ماننے والے کو مشرک و کافر فرماتے ہیں اور دوسری طرف الغیب سے مراد بعض علم غیب لیتے ہیں۔ کیا بعض علم غیب بھی خاصہ خداوندی ہے کہ اس کو غیر کے لیے ماننے والا مشرک و کافر ہو جاتا ہے۔ خدارا کچھ تو خدا کا خوف کریں سرفراز صاحب لکھنے سے پہلے کچھ نہ کچھ تو سوچ لیا کریں۔ سرفراز صاحب لکھنے سے پہلے کچھ نہ کچھ تو سوچ لیا کریں تاکہ جہالت بے پردہ نہ ہو جائے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب کہیں میرا ہی گھر نہ ہو

علاوہ ازیں یہ کہ ازالہ کے صہ ۲۵۴ پر تفریح الخواطر کے صہ ۸۰ پر سرفراز صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان فقہاء نے چونکہ عبارات میں کوئی قید (ذاتی و استقلالی کی) نہیں لگائی۔ لہٰذا ہم ان کو قید سے مقید نہیں کر سکتے۔ سرفراز صاحب جب آپ کے نزدیک ان عبارات کو کسی قید سے مقید کرنا جائز نہیں ہے تو پھر کلی کی قید سے مقید کرنا کیونکر درست ہے۔

اور اگر ان عبارات کو کلی کی قید سے مقید بھی کر دیں تو پھر بھی یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ کلی سے مراد کلی متناہی نہیں بلکہ کلی غیر متناہی مراد ہے۔ یعنی کلی غیر متناہی ماننا کفر ہے۔ کلی متناہی ماننا کفر نہیں ہے۔ اگر سرفراز صاحب یہ اصرار کرتے ہیں کہ نہیں کلی ماننا کفر ہے خواہ کلی متناہی ہو یا غیر متناہی ہو تو پھر خود سرفراز صاحب بھی کفر سے نہیں بچ سکتے۔ بلکہ وہ بھی ان عبارات فقہاء کی زد میں رہیں گے۔ کیونکہ وہ خود ازالہ کے صہ ۴۸ پر لکھتے ہیں کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان اقدس کے لائق تھے۔ اور مناسب تھے یا بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ آپ کو بہت سے جزی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے الخ۔

ان لکیر کشیدہ عبارات میں جزی کے علاوہ سرفراز صاحب نے علوم کلیہ آپ کی ذات اقدس کے لیے تسلیم کر لیے ہیں۔ لہٰذا فقہاء کرام کی عبارات کی زد میں وہ آ چکے ہیں۔ اب ان کو کفر سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ الا یہ کہ وہ ان عبارات کو کلی غیر متناہی پہ محمول کریں یا ذاتی و استقلالی پہ وہو المدعی وہو المطلوب۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اہلسنت کی فتح عظیم:

درحقیقت سرفراز صاحب نے ہم اہلسنت حنفی بریلوی کا دعویٰ ازالہ کے صہ ۴۸ کی عبارات میں تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ ماکان و مایکون کا علم بھی تسلیم کر لیا ہے۔

چنانچہ ازالہ کے صہ ۲۲۵ پہ لکھتے ہیں:

"اور ماکان و مایکون کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے"۔

الحمد اللہ کہ فریق مخالف کے سرغنہ کو بھی حق اور حقیقت کے اعتراف کے بغیر چارہ کار نہیں ہے اور دلائل کی قوت کے سامنے ان کو بھی سر تسلیم خم کرنا پڑا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ابلیسانہ تاویلات کا چکر دے کر اپنی جماعت اور عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہرکیف انہوں نے ہمارے دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے اور ہم [illegible] شکست [illegible] ہے اور ہماری عظیم فتح ہے۔ سچ ہے الحق یعلو ولا یُعلیٰ۔

اعتراض:

سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۵۲۴ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر قیل یا قالوا کو ضعف کے لیے مانا جائے جیسا کہ فریق مخالف کہتا ہے تو پھر ایک تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے استدلال لفظ قیل سے نہیں کیا۔ بلکہ فقہاء احناف کی واضح تصریحات سے ہے۔

جواب:

جواباً عرض ہے کہ وہ تصریحات تو ذاتی استقلالی پر محمول ہیں یا کل غیر متناہی پر جیسا کہ مفصل طور پر گزر چکا ہے گذشتہ صفحات میں۔

رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ قیل اور قالوا کو ضعیف قول کی دلیل بنانے سے یہ لازم آتا ہے کہ پھر فریق مخالف کے نزدیک ذاتی علم غیب کے قائل کو بھی کافر کہنا ضعیف و مرجوح اور غیر مفتی بہ قرار پائے حالانکہ ایک حرف کا ذاتی علم ماننا فریقین کے نزدیک کفر ہے۔

جواب:

جواباً عرض ہے سرفراز صاحب بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی ایک عبارت کی تعبیر کسی کلمۂ تعریض سے کرنے کی صورت میں یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موقف ہر جگہ ضعیف و مرجوح قرار پائے اور کسی ایک جواب کے ضعف سے ہر جواب کا ضعف بھی لازم نہیں آتا۔ یہاں صرف قیل و قالوا کی تعریض سے ہی جواب نہیں دیا گیا اور بھی متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔ بلکہ ذاتی پر محمول نہ کرنے والوں پہ متعدد سوالات وارد کر دیئے گئے ہیں۔ جو سابقہ صفحات کی زینت بن چکے ہیں۔ بلکہ مسلمات خصم کو پیش کر کے فریق مخالف کو جھکنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات شاہد عدل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں کے دلوں پر قفل اور تالے لگے ہوئے ہیں اور صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون کے

مصداق بنے ہوئے ہیں وہ حق کو قبول کرنے کے لیے کبھی بھی تیار نہیں ہوتے۔

اقراری کفر:

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۳۸ پر لکھ چکے ہیں کہ علم غیب کسی کے لیے ماننا کفر و شرک ہے اور یہاں ص ۴۵۳ پر لکھتے ہیں کہ:

اگر کوئی شخص بعض علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا اور لیکن جو شخص علم غیب کلی کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ بہر حال کافر ہوگا۔

ص ۳۸ کی عبارت میں تو بعض ہو یا کل جزی ہو یا کلی مطلقاً اس کو کفر قرار دیا اور ۴۵۳ میں بعض کو تسلیم کر لیا۔ بلکہ ص ۴۸ پر علم کلی بھی تسلیم کر لیا۔ جو اقراری کفر بنتا ہے اور اپنے ہی اقرار سے کافر قرار پاتے ہیں۔

مزید یہ کہ ص ۳۸ پر علم غیب اور انباء الغیب اور اخبار غیب کو مقابلتہً ذکر کر کے لکھا ہے کہ انباء غیب اور اخبار غیب کا منکر ملحد و زندیق ہے اور علم غیب کا قائل مشرک و کافر ہے۔

یعنی ص ۳۸ میں علم غیب کو (خواہ کلی ہو یا جزی) کفر قرار دیا اس کے قائل کو کافر ٹھہرایا مگر عجیب تماشہ ہے کہ یہاں ص ۴۵۳ میں وہی علم غیب مان لیا جس کو کفر اور جس کے قائل کو کافر فرمایا تھا ثابت ہو گیا کہ مؤلف ازالہ اپنے ہی فتویٰ سے کافر ٹھہرے۔ کیوں سرفراز صاحب کسی ذی ہوش انسان کی عبارات میں اتنا تضاد ہوتا ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اعتراض:

ص ۴۵۳ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

ہمارا فریق مخالف سے مطالبہ ہے کہ وہ کم از کم دو ذمہ دار اور معتبر حضرات فقہاء احناف کے حوالہ پیش کر دے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ذاتی علم غیب کی قید لگائی ہے۔ کیا ہے کوئی مردِ میدان جو اس علمی ادھار کو ختم کر دے۔

جواب نمبر ۱:

گذشتہ صفحات میں شامی شریف سے یہ عبارت نقل کی جا چکی ہے کہ:

حاصلهٗ ان دعوی الغیب معارضة لنص القرآن یکفر بها الا اذا اسند ذالك صریحًا او دلالةً الی سبب کوحی او الهام الخ

(شامی جلد ۴ صہ ۲۴۳)

اسی صفحہ پر آگے ہے:

و لو لم یعتقد بقضاء الله تعالیٰ او ادّعی علم الغیب بنفسه یکفر۔

علامہ شامی کی ان دونوں عبارتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ علم غیب کا دعوی صرف اس صورت میں نص قرآنی کے معارض ہے جب علم غیب کا دعویٰ کی نسبت اور اسناد وحی یا الہام وغیرہ کی طرف نہ کی ہو۔ بلکہ از خود جاننے کا ادعا کرے اور اگر اس دعویٰ کی اسناد یا نسبت وحی یا الہام وغیرہ کی طرف کرے تو پھر نہ یہ کفر ہے اور نہ ہی نص قرآنی کے معارض و مخالف ہے۔

ثابت ہو گیا کہ ان دونوں عبارتوں میں نفی ذاتی استقلالی کی ہے عطائی کی نہیں۔

اس لیے سرفراز صاحب کا مطالبہ پورا کر دیا گیا ہے۔ نیز دو حوالے عرض کر دیے ہیں جو ہمارے مدعا کو ثابت کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۲: ذاتی اور استقلالی کے ثبوت میں ہم ابتدائی ابواب

میں پورے گیارہ حوالے پیش کر چکے ہیں۔ مفسرین کرام و محدثین عظام کے بلکہ سرفراز صاحب کے مسلمہ مفسر قرآن علامہ آلوسی کی روح المعانی سے بھی واضح اور صریح حوالہ نقل کر دیا گیا ہے جسے یہاں نقل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ خود مسلمات خصم کو پیش کر چکے ہیں۔

چنانچہ سرفراز صاحب نے تنقید متین صہ ۱۶۲ کی عبارت میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ بعض علم غیب آپ نے تسلیم کیا ہے اور جزئی تسلیم کیا ہے یہ جزئی و بعض ذاتی ہے یا عطائی ہے۔ شق اول عند الفریقین باطل و مردود و کفر ہے۔ اس لیے شق ثانی ہی متعین ہے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تسلیم کیجیے۔ بغیر آپ کو بھی کوئی چارہ نہیں ہے۔

فریق مخالف سے مطالبہ کا جواب:

اس عنوان میں سرفراز صاحب صہ ۴۵۴ پر لکھتے ہیں کہ:

ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فقہاء احناف کے اس مسئلہ پر پیش کر دے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کل نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے کیا ہے کوئی مردِ میدان۔

فهل من مبارزٍ۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب کے دجل و تلبیس کا اندازہ لگائیں کہ کس طرح ہیرا پھیری کر کے مطالبہ کرتے ہیں اپنے متوسلین قلیلہ کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ یہ مطالبہ کر کے ہم نے بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا ہے۔

سرفراز صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی

کے نزدیک علم غیب کلی یعنی جمیع ما کان و ما یکون ماننا نہ تو اصول دین سے ہے اور نہ ہی ضروریات دین سے ہمارے اکابر میں سے بندہ کی دانست کے مطابق نہ اس کو کسی نے اصول دین میں داخل کیا ہے اور نہ ہی ضروریات دین میں اور نہ ہی کسی نے اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے نہ مرتد البتہ ہمارے اکابر نے غیب کے مطلق علم تفصیلی عطائی کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ثابت مانا ہے اور انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً کو نبوت کا انکار قرار دیا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خالص الاعتقاد ص ۲۷ میں فرماتے ہیں:

"کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے۔" الخ

اور احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۶۵ پر فرماتے ہیں کہ:

مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطاء الٰہی ضرور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی کا منکر ہونا ہے۔

جہاں ہمارے اکابر نے غیب دانی کے انکار کو کفر فرمایا ہے وہاں ان کی مراد غیب کا مطلق علم تفصیلی عطائی ہے اور بس اور اس کی بھی نفی مطلقاً کو کفر فرمایا ہے۔ جب یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ ہم اور ہمارے اکابر جمیع ما کان و ما یکون کے علم کلی کو ماننا اصول دین و ضروریات دین میں داخل قرار نہیں دیتے تو پھر سرفراز صاحب کا مندرجہ بالا مطالبہ دجل و فریب اور تلبیسانہ سکار ردائی نہیں تو اور کیا ہے۔

سرفراز صاحب نے ذاتی کی نفی پہ بھی وہی اعتراضات مکرر بکرر دہرائے ہیں۔ ص ۴۵۳-۴۵۴ پر جن کے مسکت و دندان شکن جوابات ابتدائی صفحات میں مفصل طور پر دیئے جا چکے ہیں۔ یہاں ہم دہرانا نہیں چاہتے۔ وہیں مطالعہ کریں۔

سرفراز صاحب ص ۴۵۵ پر لکھتے ہیں کہ:

وثانیًا اللہ تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو اور دو شقیں ہیں، ذاتی و محیط تفصیلی اور ان میں سے کسی پہلو اور شق کو بھی غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا قطعاً شرک اور یقیناً کفر ہے۔ الخ۔

جواب:

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے وہی بات مان لی ہے جو ہم ان کو منوانا چاہتے تھے اور وہ جس کا بارہا انکار کرتے رہے ہیں۔ اور وہ یہ تھی کہ باری تعالیٰ کی صفت علم ذاتی استقلالی بلا واسطہ ہے یعنی وہ بالذات عالم الغیب ہے اس لیے شرک یا کفر تب ہوگا۔ جب ذات باری تعالیٰ کی بعینہ اس صفت کو کسی غیر کے لیے مانے یعنی کسی اور کے لیے بھی ذاتی علم غیب کی صفت مانے اگر علم غیب تو مانتا ہے مگر ذاتی اور محیط تفصیلی غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی اور عطائی مانتا ہے تو ہرگز یہ کفر نہیں ہے۔ مگر سرفراز صاحب اس کے برعکس یہی کہتے رہے ہیں کہ کسی غیر اللہ کے لیے تو ذاتی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے نفی کی آیات و احادیث میں عطائی ہی کی نفی ہے ذاتی کی نہیں۔ لیکن یہاں منقولہ بالا عبارت میں وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر غیر اللہ کے لیے علم کی ذاتی شق کو مانے گا تو کافر ہوگا۔ اب سرفراز صاحب ہی بتائیں تا کہ جب غیر اللہ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا تو پھر آپ نے یہ احتمال کیونکر نکال لیا ہے۔ جب یہ ناممکن ہے کسی فرد مخلوق کے لیے اور جو ناممکن ہو بقول آپ کے اس کی نفی درست نہیں ہے تو پھر جناب نے ثابت کرنے کو مان کر کیسے کفر قرار دیا ہے۔ سرفراز صاحب آخر شرک تب ہوگا جب غیر اللہ کے لیے ذات باری کی صفت ثابت کرے گا اور ذات باری کی صفت ذاتی ہے کہ عطائی اگر ذاتی ہے اور یقیناً ذاتی ہے تو پھر اسی کو غیر اللہ کے لیے ماننا کفر ہے نہ کہ عطائی کو کیونکہ وہ

تو باری تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہے۔

سرفراز صاحب نقیض کل شیئ رفع یا رفع کل شیئ نقیضہ کے پیش نظر ذاتی کی نقیض عطائی ہے اور عطائی کی نقیض ذاتی ہے۔ جب ذات باری تعالیٰ کی صفت ہے تو لازمی ہے کہ عطائی اس کی صفت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ عطائی انبیاء و اولیاء کی صفت ہو گی۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں صفات باری تعالیٰ کے دو پہلو اور دو شقیں ہیں پھر وہ دو شقیں اور پہلو ایسے بتاتے ہیں۔ جن کے مابین کوئی تضاد بھی نہیں منافات بھی نہیں۔ کیونکہ ذاتی اور محیط تفصیل غیر متناہی باہم متنافیین یا متضادین نہیں ہیں۔ حالانکہ دو پہلو یا دو شقیں کہنے کے بعد باہم متضادین یا کم از کم متنافیین کو پیش کرنا چاہیئے تھا۔ مگر سرفراز صاحب نے شاید قصداً متضادین و متناقضین کو پیش کرنے سے گریز کیا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اُن کو ذاتی کے مقابلہ میں عرفی یا عطائی پیش کرنا پڑتا۔ تو پھر صاف و صریح الفاظ میں علم غیب کی دو قسمیں ذاتی و عطائی ثابت ہو جاتیں تو گرفت و مواخذہ کے خوف سے متنافیین و متضادین کی بجائے متحدین کو پیش کر دیا ہے۔

مگر سرفراز صاحب آپ کہاں تک بھاگیں گے۔ بھاگنے کی تگ و دو میں بھی آپ کے قلم نے کسی حد تک عطائی کو تسلیم ہی کر لیا ہے۔ جس کو بارہا چور دروازہ قرار دیا تھا۔ جس کا ثبوت تنقید متین کا ص ۱۶۲ ہے جس میں آپ نے علم غیب عطائی کو ایک حقیقت مسلمہ کے طور پر مان لیا ہے آپ بھاگ کر کہاں جائیں گے ہم آپ کو قبر کے کندھوں تک نہ چھوڑیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

اعتراض:

لفظ قالوا سے امام قاضی خاں نے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے قیل یا رُوِیَ وغیرہ تمریض کے صیغہ سے بیان نہیں کیا گیا الخ

جواب:

چونکہ امام قاضی خاں (جو اصحاب تصحیح و ترجیح سے ہیں) نے اس مسئلہ کو قالوا سے بیان کیا ہے اسی لیے یہ قول ان کے نزدیک ضعیف و ناپسندیدہ ہے کیونکہ قاضی خاں کی عادت کریمہ یہ ہے کہ وہ لفظ قالوا سے اس حکم یا مسئلہ کو بیان کرتے ہیں جو حکم یا مسئلہ ان کے ہاں ناپسند ہو۔

چنانچہ علامہ شامی جلد ۵ ص ۵۴۸ میں لکھتے ہیں:

لفظة قالوا تذکر فیما فیه خلاف۔

لفظ قالوا وہاں بولا جاتا ہے جہاں خلاف ہو۔

اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث دعاء قنوت میں لکھا ہے:

کلام قاضی خان یشیر الی عدم اختیارہ له حیث قال قالوا (الی ان) قال ففی قوله قالوا اشارة الی عدم استحسانه له و الی انهٗ غیر مروی عن الائمة الخ

یعنی امام قاضی خاں کا کلام ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے لفظ قالوا ذکر کیا ہے ان کے قالوا کہنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قول امام قاضی خاں کو پسند نہیں ہے۔ اور یہ قول اماموں سے مروی و منقول بھی نہیں ہے۔

ان دو عبارات سے بالکل ثابت ہو گیا ہے کہ لفظ قالوا سے امام قاضی خاں جس حکم یا مسئلہ کو بیان کرتے ہیں وہ ان کے ہاں ناپسندیدہ بھی ہوتا ہے اور اس میں اختلاف بھی ہوتا ہے اور یہ کہ یہ قول کفر اماموں میں سے

کسی امام سے بھی مروی نہیں ہے۔ یعنی نہ تو یہ کفر کا قول امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے اور نہ امام ابو یوسف سے اور نہ ہی امام محمدؒ سے مروی ہے۔ جب یہ آئمہ ثلاثہ میں سے کسی ایک کا بھی قول نہیں اور نہ کسی سے مروی ہے۔ تو پھر اس کو حجت کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ اگر بالفرض یہ امام قاضی خاں کے نزدیک ضعیف و ناپسندیدہ ہے تو پھر کیا ہوا جن سے قاضی خاں نے نقل کیا ہے کیا ان کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف ہے ہرگز نہیں۔ تو یہ باطل و مردود ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو بات یہ ہے کہ امام قاضی خاں اصحاب تصحیح اور اصحاب ترجیح سے ہیں ان کا کام ہی یہ ہے کہ یہ بتائیں کہ کون سا قول صحیح ہے اور کون سا غیر صحیح ہے اور کونسا مرجوح ہے اور کونسا قول راجح ہے۔ لفظ قالوا لا کر قاضی خاں نے اس کو قول غیر صحیح اور قول مرجوح بتایا ہے۔ جب یہ قول قاضی خاں کے نزدیک غیر صحیح اور مرجوح ہے تو پھر سرفراز صاحب کس باغ کی مولی ہیں کہ ان کی بات کو قاضی خاں کے مقابلہ میں لا کر اہمیت دی جائے۔

کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا

باقی رہا یہ کہنا کہ حافظ ابن ہمام اور ملا علی قاری نے لفظ قالوا نہیں لکھا حالانکہ وہ بڑے زور دار الفاظ میں تکفیر کرتے ہیں۔

تو جواباً عرض ہے کہ ہم پہلے بارہا بتا چکے ہیں کہ ان کی عبارات ذاتی واستقلالی کی نفی پر محمول ہیں اور مطلب یہ ہے کہ علم غیب ذاتی ماننے والا کافر ہو جاتا ہے ورنہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۶۶ کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہیں کہ:

ان العبد اذا بلغ لغت الروحانیۃ فیعلم الغیب۔

اور شامی میں ہے کہ:

وان الرسل یعرفون بعض الغیب۔

فیعرف بعض الغیب۔

تو ان عبارات میں علم غیب اور عرفان غیب کی تصریح موجود ہے۔ خواہ بعض کی ہو۔ بہر کیف ہے تو علم غیب ہی۔ بنابریں لازم آئے گا کہ فیعلم الغیب اور یعرفون بعض الغیب اور یعرف بعض الغیب لکھنے والے بھی کافر ہو جائیں۔ کیونکہ وہ ان جملوں میں نفس علم غیب کا قول کر رہے ہیں۔ خواہ کلی ہو یا جزی پھر فیعلم الغیب اور یعرفون بعض الغیب اور یعرف بعض الغیب میں صراحتہً علم غیب کا ذکر ہے صرف انباء الغیب اور اخبار غیب کا ذکر نہیں ہے۔

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ آپ کے نزدیک جب علم غیب ماننے والے مشرک اور کافر ہیں تو پھر ملا علی قاری اور علامہ شامی وغیرہ فقہاء کرام کو آپ کیسے بچا سکتے ہیں۔ دیکھئے حضرات کیسی پاکیزہ ہستیاں سرفراز صاحب کی کفر و شرک کے گولے برسانے والی مشینوں کی زد میں آ رہی ہیں۔

مگر شرم تم کو نہیں آتی

ان عبارات منقولہ کی روشنی میں سرفراز صاحب کا قول کالبول باطل و مردود ہو گیا کہ علم غیب ماننے والے کافر و مشرک ہیں۔

حاضر و ناظر

ص ۴۵۴، ۴۵۵ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حاضر و ناظر و علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو کسی اور کے بارے میں ایسا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ بزازیہ بحر الرائق مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے۔

من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔
مشائخ کے لفظ کے عموم میں صحابۂ کرام اولیاء شہداء وغیرہ سبھی داخل ہیں
اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ جو شخص بزرگان دین کی ارواح کو حاضر و
ناظر مانے اور ان کے لیے ہر جگہ کے حالات کا علم ثابت کرے۔ یہ
کفر ہے۔ ایسا کرنے والا کافر ہے۔

جواب نمبرا:

بہت اختصار کے ساتھ سابقہ ابواب میں حاضر و ناظر کی حقیقت
اور مفہوم کو پیش کر دیا گیا ہے اور تحقیقی جواب دیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم
صرف الزامی جواب پر اکتفا کریں گے۔ اگر بزرگان دین کی ارواح کو
روحانی طور پر حاضر و ناظر ماننا کفر ہے۔ پھر کیا فرماتے ہیں جناب سرفراز
صاحب حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بارے میں
جو فرماتے ہیں کہ:

باچندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علماء اُمت است،
یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقیست
و براعمال اُمت حاضر و ناظر بحوالہ ذکر جمیل منقول از حاشیہ
اخبار الاخیار۔

یعنی باوجود اختلاف وکثرت مذاہب کے کسی کو آپ کی حیات
حقیقی غیر مجازی ثابت ہے۔ اور آپ اعمال امت پر
حاضر و ناظر ہیں۔

اس عبارت میں شیخ محقق علی الاطلاق نے حضور علیہ السلام کو اعمال
اُمت پر حاضر و ناظر قرار دیا ہے اور آپ کی ذات پر حاضر و ناظر کا مطلقاً
اطلاق فرمایا ہے۔ کیا شیخ صاحب آپ کے نزدیک کافر ہوئے یا نہیں

انہوں نے آپ کو جسمانی لحاظ سے تو ہرگز حاضر و ناظر نہیں کہا۔ کیونکہ جسمانی
لحاظ سے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا تو کسی کا عقیدہ نہیں ہے۔ اس
لیے ان کا یہ قول حضور روحانی پر ہی محمول ہو گا اور سرفراز صاحب کی نقل
کردہ عبارت فقہی میں بھی ارواح کی تصریح ہے۔ اس لیے اس معمہ کو سرفراز
صاحب ہی حل کریں اگر سرفراز صاحب یہ کہیں کہ ہم اخبار الاخیار کے حاشیہ
کی عبارت کے ذمہ دار نہیں تو لیجئے جناب آپ کے گرو کی عبارت پیش کیے
دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

ہم مرید بہ یقین داند کہ روح شیخ مقید بہ یک مکان نیست
پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دور
است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم دارد
ہر وقت شیخ را بیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم
مستفید بود۔

ترجمہ: مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک ہی
مکان (جگہ) میں مقید نہیں ہے۔ مرید جہاں بھی کہیں ہو دور
ہو یا نزدیک اگرچہ وہ شیخ سے دور ہے لیکن شیخ کی روحانیت
دور نہیں ہے۔ جب یہ بات پکی ہے تو مرید کو چاہیئے کہ ہر وقت
شیخ کو یاد رکھے اور قلبی تعلق پیدا کرے اور ہر وقت فائدہ
حاصل کرے۔

تو اب کیا فرماتے ہیں ازالۃ الریب کے مؤلف گکھڑوی صاحب گنگوہی
صاحب کے بارے میں جو یہ فرماتے ہیں کہ مرید جہاں کہیں بھی ہو وہ یقین رکھے
کہ اس کے شیخ کی روح اس سے دور نہیں بلکہ ہر وقت اس کو اپنے ساتھ
سمجھے اور اس سے فائدہ حاصل کرے۔
بلکہ امداد السلوک کی اس عبارت کو مولوی حسین احمد مدنی کانگرسی اپنی

کتاب شہاب ثاقب ص   میں بلا تردید نقل کرتے ہیں۔ اب کیا فرماتے ہیں
سرفراز صاحب اور ان کے چیلے حسین احمد کے متعلق کیا وہ کافر ہوئے یا
نہیں۔ کیا انہوں نے روح شیخ کو حاضر و ناظر اور موجود ماننے کی مرید کو تلقین
کر کے کفر کیا ہے یا نہیں۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ان الفضاء ممتلی بروحہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وھی تتموج
الریح العاصفۃ۔

(فیوض الحرمین ص ۲۸)

یعنی بے شک تمام فضاء حضور علیہ السلام کی روح پاک سے بھری
ہوئی ہے اور روح پاک اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار
رہی ہے۔

اور نانوتوی صاحب بانی دیوبند فرماتے ہیں: النبی اولی بالمؤمنین
من انفسہم کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھیئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان
کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔

(تحذیر الناس ص ۱۰)

مولوی شبیر احمد عثمانی حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں:
اس اعتبار سے دیکھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود
ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے (قریب) نزدیک ہے۔

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ کیا شاہ ولی اللہ صاحب۔ نانوتوی
صاحب اور عثمانی صاحب بھی آپ کی نقل کردہ فقہی عبارت کی زد میں آکر
کافر ہوگئے یا نہیں جب کہ وہ تمام فضاء کو روحانیت مصطفی سے بھری
ہوئی مانتے ہیں۔ جبکہ وہ مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب آپ کی روح

کو مانتے ہیں۔
سرفراز صاحب ازالہ وغیرہ کی نقل کردہ عبارت کا اگر وہی مفہوم ہو جو
آپ نے مراد لیا ہے تو پھر آپ اپنے اکابر بلکہ ساتھ ہی اپنے ایمان
(بشرطیکہ ہو) کی بھی خیر منائیں اور اگر ان عبارات کی کوئی تاویل کرتے ہیں
تو پھر آپ کے بقول اصول دین و ضروریات دین میں تاویل بھی کفر ہے۔
اور علم غیب و حاضر و ناظر کے مسائل بقول آپ کے اصول دین و ضروریات
دین میں داخل ہیں۔ جیسا کہ ازالہ میں آپ نے آٹھویں باب میں نقل کیا
ہے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا

فتاویٰ قاضی خاں کا جواب:

سرفراز صاحب ۵۵م، ۵۶م پر لکھتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں
لکھا ہے کہ جو شخص اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کافر ہو جاتا ہے
کا دلیل یہ ہے کہ امام شداد بن حکیم کا ایک خاص موقعہ پر مخصوص قسم کا جھگڑا
ہو گیا اپنی بیوی سے بیوی نے ان پر الزام لگایا کہ آپ نے ایسا کیا
ہے۔ شداد نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا۔ جب بیوی نے اصرار کیا تو
قال لہا شداد القلمین الغیب فقالت نعم فوقع فی قلب شداد من
ھذا شئ فکتب الی محمد بن الحسن فاجاب محمد بن الحسن
ان جدد النکاح فانہا کفرت۔

شداد نے کہا کیا تو غیب جانتی ہے۔ وہ بولی ہاں غیب جانتی ہوں
شداد کے دل میں اس سے شبہ پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت امام محمد
کو خط لکھا انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ تمہاری بیوی کافرہ ہو چکی ہے۔
لہٰذا نکاح کی تجدید کرو۔
حضرت امام محمد نے ذاتی و عطائی کا کوئی سوال نہیں اٹھایا اور مطلق

دعویٰ علم غیب کو کفر قرار دیا ہے اور تجدید نکاح کا حکم و فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ (ایسی ہی عبارات شرح عقیدہ الطحاوی قاضی خاں شرح عقائد بحرالرائق سے نقل کی گئی ہیں)

ان عبارات کا مطلب اور توجیہ یہ ہے کہ چونکہ امام شداد کی بیوی نے نعم کہہ کر علم غیب کا دعویٰ کیا تھا اور اس کی اسناد و نسبت نہ الہام کی طرف کی نہ کسی عادی علامت کی طرف کی اس لیے یہ کفر ہے یہ مسئلہ متنازعہ فیہ نہیں ہے۔ خود سرفراز صاحب بھی تفریح الخواطر ص ۱۹۵ میں علامہ شامی سے نقل کرتے ہیں کہ:

وحاصلهٗ ان دعویٰ علم الغیب معارضة بعض

نیکفر بها الا اذا اسند ذالك صریحًا او دلالةً الی سبب من الله تعالیٰ کوحی او الهام وکذا لو اسند الی امارتهٖ عادیتهٖ بجعل الله تعالیٰ۔

(رد المحتار جلد ۳ ص ۱۰۱ طبع مصر)

اس کے بعد سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ۔ ان امور (وحی الہام عادی شانی) سے بالاتر ہو کر دعویٰ کرے تو یقیناً وہ کافر ہے۔

سرفراز صاحب نے اس عبارت میں تسلیم کر لیا ہے کہ کافر اس وقت ہوگا جب مدعی علم غیب اس کی اسناد و نسبت وحی یا الہام یا عادی نشانی کی طرف نہ کرے اگر اسناد وحی کی طرف کرتا ہے تو وہ کافر نہ ہوگا۔ شداد کی بیوی کو امام محمدؒ نے کافر اس لیے قرار دیا تھا کہ اس نے دعویٰ تو علم غیب کا کیا مگر اسناد نہ الہام کی طرف کی نہ کسی عادی نشانی کی طرف کی ایسے مدعی کا کفر متنازعہ فیہ نہیں ہے۔ متنازعہ تو یہ ہے کہ اللہ کی عطاء اور وحی و الہام سے علم غیب انبیاء و اولیاء کو ہے یا نہیں۔ ہم اہلسنت

اس کے قائل ہیں اور دیوبندی وہابی اس کے قائل نہیں (مگر احیاناً مجبور ہو کر اقرار بھی کر جاتے ہیں۔)

جواب نمبر ۴:

اگر ہماری مذکورہ توجیہ کو سرفراز صاحب نہ مانیں تو پھر یہ بتائیں کہ وہ بھی تو انبیاء و اولیاء کے لیے بعض اور جزی علم غیب کے مدعی و قائل ہیں۔ جیسا کہ باحوالہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ ازالہ کے صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ اور تنقید متین کے صفحہ ۱۶۲ سے ایسی صورت میں کیا وہ اپنے کفر کا اعتراف فرمائیں گے۔

رہا یہ کہنا کہ ان حضرات نے یا امام محمدؒ نے ذاتی عطائی کا چکر نہیں چلایا تو یہ مبنی بر حماقت ہے اور سرفراز صاحب کی ڈبل جہالت بھی ہے۔

اولاً اس لیے کہ سرفراز صاحب اگر ذاتی عطائی کا چکر نہیں چلاتے تو کیا کلی و جزی کا چلایا ہے ہرگز نہیں تو پھر آپ کے جزی علم غیب ماننے والے بھی امام محمد کے فتویٰ و فیصلہ کے مطابق کافر قرار پائے یا نہیں۔ یقیناً قرار پائے۔ فما هو جوابکم فهو جوابنا۔

ثانیاً اس لیے کہ مستفتی سے سوالات کرنا مفتی کے منصب افتاء میں داخل نہیں ہے سوالات کرنا قاضی کا کام ہے۔ امام شداد نے امام محمد سے فتویٰ طلب کیا تھا نہ کہ قضاء مفتی کا کام صرف یہ ہے کہ سوالات میں درج شدہ الفاظ کا شرعی حکم بتا دے معلوم ہوتا ہے کہ سرفراز صاحب مفتی و قاضی کے فرائض سے بھی بے خبر و ناواقف ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ذاتی و استقلالی علم غیب خاصہ خداوندی ہے اسی طرح غیر متناہی غیر محدود ازلی ابدی غیر فانی قدیم خاصہ باری تعالیٰ ہے ایسا علم کسی اور کے لیے ماننا کفر ہے اور ارتداد ہے۔ باقی عطائی بالواسطہ غیر ذاتی غیر استقلالی متناہی و محدود خواہ ماکان و مایکون ہو اور کلی متناہی ہو یا جزی

وبعض ہو۔ ایسا علم انبیاء کرام واولیاء عظام کے لیے درجہ بدرجہ ان کی شان کے
لائق ماننا بالکل جائز اور عین حق وصواب ہے۔ اس کو کفر وشرک قرار دینا
جہالت وحماقت ہے۔ اس کو ہم علماء دیوبند کی عبارات بلکہ خود سرفراز
صاحب کی اپنی ازالہ اور تنقید متین وغیرہ کے حوالوں سے مبرہن ومدلل کر
چکے ہیں گویا ہم اپنے دعویٰ کو قرآن وحدیث واقوال مفسرین ومحدثین کے
علاوہ خود مسلمات خصم سے بھی مزین کر چکے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرات علماء دیوبند اور مسئلہ علم غیب

قارئین کرام مندرجہ بالا عنوان میں ص ۸۵ سے ۲۳ تک اپنے اکابر
کی عبارات وفتاوجات کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ اکابرین دیوبند
کے نزدیک اللہ کے سوا کسی کے لیے علم غیب ماننا کفر وشرک ہے
چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بعض لوگ انبیاء کرام کے لیے علم غیب ماسوا اللہ اسی آیت سے جو
سورہ قل اوحی میں ہے عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الآیۃ
ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گرداتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسا عقیدہ
رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہوگا یا نہیں۔

گنگوہی صاحب جواب میں لکھتے ہیں:

علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق
تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔

آگے ہے:

پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

دوسرا فتویٰ یہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء محققین احناف مسئلہ ہذا میں کہ زید کہتا

ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا کل غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا
الخ۔ پس یہ عقیدہ کیسا ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف کی
رو سے مسلمان ہے یا کافر ومشرک ہو گیا۔

عزیز الرحمٰن صاحب جواب دیتے ہیں کہ:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا
معتقد ہے۔ سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے۔

پہلا جواب گنگوہی صاحب نے لکھا اور سید احمد صاحب اور
محمد یعقوب نانوتوی صاحب احمد ہزاروی عزیز الرحمٰن دیوبندی۔ عبداللہ
انصاری محمد اسحاق فرخ آبادی محمد محمود کی تصدیقات ہیں۔

دوسرا فتویٰ عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند نے لکھا اور محمد ریاض الدین،
محمد محمود۔ خلیل الرحمٰن۔ ناظر حسن۔ عبدالمومن۔ سراج احمد۔ احمد حسن اور گنگوہی
صاحب کی تصدیقات ہیں۔

سرفراز صاحب اکابر دیوبند کے فتویٰ کفر کی اور اکابر دیوبند سرفراز صاحب کے فتویٰ کفر کی زد میں آگئے

جواب نمبر ۱:

اول تو یہ فتویٰ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں کل غیب سے
غیر متناہی اور خدا کے تمام غیب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر کسی نبی
کے لیے ثابت کرنے کو کفر وشرک قرار دیا ہے جو ہمارے خلاف نہیں ہے

اس فتویٰ کی عبارت میں یہ الفاظ بھی درج ہیں کم نہ یہ کہ:

مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں۔

اور یہ الفاظ بھی درج ہیں کہ:

انبیاء علیہم السلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح جلی ہووے گا۔

(ازالۃ الریب صفحہ ۴۵۸-۴۵۹)

یہ جملے واضح اور ٹھوس قرینہ ہیں کہ اکابر دیوبند نے اللہ تعالیٰ کا تمام علم غیب غیر متناہی نبی کے لیے ماننا کفر قرار دیا ہے۔ جس کو ہم نہیں مانتے انہوں نے اس کو کفر کہا ہے۔ اور جس کو ہم مانتے ہیں اس کو وہ کفر قرار نہیں دیتے۔

دوسرے فتویٰ میں موضوعات کبیر صہ ۱۱۹ کی عبارات حاشیہ میں نقل کی ہے کہ:

ومن اعتقد سویۃ علم اللہ تعالیٰ ورسولہ یکفر اجماعًا۔

ملا علی قاریؒ کی یہ عبارت نقل کرنا بھی واضح اور ٹھوس قرینہ تعالیہ ہے کہ اس فتویٰ میں خدا کی ذات کے مساوی و برابر علم غیب ماننا کفر ہے اور یہ برابری اور مساوات ہمارے نزدیک بھی باطل ہے اور غلط ہے۔

الغرض یہ فتوے جو سرفراز صاحب نے نقل کیے ہیں اپنے اکابر کے نہ وہ ہمارے خلاف ہیں اور نہ ان کو مفید۔

جواب نمبر ۲:

ان فتووں کو نقل کر کے سرفراز صاحب نے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے کیونکہ اگر ان فتووں کو غیر متناہی اور ذات باری کے کل غیب اور مساوات پر محمول نہ کریں، تو پھر یہ فتوے سرفراز صاحب کے بلکہ خود اکابر دیوبند کے بھی خلاف ہیں۔ اس لیے کہ بعض اور جزئی بلکہ کلی علم غیب تو سرفراز صاحب خود ازالہ کے صہ ۱۴۸، ۲۰۵-۲۰۶ اور ۵۲۲ پر اور تنقید متین کے صہ ۱۶۲ پر تسلیم کر چکے ہیں اور تھانوی صاحب بسط البنان میں بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان فتووں کو اور ان میں منقولہ عبارات کو اگر غیر متناہی علم غیب پر محمول نہ کریں بلکہ کلی متناہی پر یا جزئی پر محمول کریں تو پھر خود سرفراز صاحب اور ان کے اکابر کافر قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ ان فتووں میں کلی و جزئی کا چکر انہوں نے صراحۃً نہیں چلایا۔ اس لیے یہ عبارات اگر ذاتی و غیر متناہی پر عمل نہ کی جائیں تو پھر خود سرفراز صاحب اور ان کے اکابر ان کی زد میں آکر پس جاتے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ہمارے مذکورہ بالا موقف کی تائید گنگوہی صاحب کی ان عبارات سے بھی ہوتی ہے کہ:

جو شخص اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔

آگے ہے:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرے اس کے پیچھے نماز نادرست ہے۔

(ازالہ صہ ۴۶۶)

(منقول از فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صہ ۱۰)

یہ دو عدد عبارات بھی ٹھوس قرینہ ہیں کہ جس علم غیب کو اکابر دیوبند نے کفر قرار دیا ہے وہ جو ذات باری کا خاصہ ہے۔ کیونکہ عبارت منقولہ میں علم غیب کی صفت جو خاصہ حق تعالیٰ ہے کے ساتھ لا کر واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ غیب جو ذات باری کا خاصہ نہیں وہ ماننا نہ کفر ہے نہ شرک پہلی قسم ذاتی استقلالی غیر متناہی قدیم ہے اور دوسری قسم عطائی بالواسطہ

متناہی حادث ہے پھر عبارت اول میں صراحتہً برابری مذکور ہے۔ یعنی
خدا کے برابر علم غیب ماننا کفر ہے اور وہ غیر متناہی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ متناہی
اور کلی ماکان و مایکون کے وہ یقیناً محصور بین الحاصرین ہونے کی وجہ سے متناہی
ہے جو ذات باری کا حاصر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اگر ان عبارتوں کو غیر متناہی ذاتی استقلالی قدیم پر محمول نہ کیا جائے تو ہم
خود سرفراز صاحب اور اکابرین دیوبند بھی ان کی زد میں آکر کفر کی مشین میں
چور چور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ فتاویٰ رشیدیہ سے نقل کردہ عبارات و
فتاوجات میں اکابر دیوبند نے کلی اور جزی کے چکر میں پڑے بغیر ہی کفر
کا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

کیوں جناب سرفراز صاحب اکابر دیوبند میں اتنی بھی صلاحیت و
بصیرت نہ تھی کر وہ کلی و جزی کی قیود کا ذکر کرتے۔ جب آپ کے اکابر یہ
قید نہیں لگاتے تو پھر آپ کو یہ اجازت کس نے دے دی ہے کہ آپ
یہ قیدیں از خود لگائیں اور تاویل بما لا یرضی بہ القائل کو اپنائیں۔ جس طرح
فقہاء کی عبارات بقول آپ کے ذاتی و عطائی کی قیود سے مقید نہیں ہے
(اور کلی و جزی کی قید سے بھی مقید نہیں ہیں) اسی طرح آپ کے اکابر کی عبارات
بھی ذاتی و عطائی اور کلی و جزی کی قیود سے صراحتہً مقید نہیں ہیں۔

یا یوں کہتے ہیں ہم کہ اکابر دیوبند کی منقولہ عبارات کو اگر کلی پر محمول کریں
تو پھر سرفراز صاحب خود ان کی زد میں آتے ہیں کیونکہ وہ ازالہ کے ص ۱۴۸
پر کل کا اعتراف کر چکے ہیں اور اگر جزی پر محمول کریں تو تھانوی صاحب اور
خود سرفراز صاحب بھی زد میں آتے ہیں۔ الغرض سرفراز صاحب کے بچاؤ
کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

رہا یہ کہنا کہ فقہاء احناف کی بعض عبارات میں یعرفون بعض الغیب
میں لفظ بعض صراحتہً موجود ہے جو جزی کی دلیل ہے۔ تو جواباً عرض

کہ لفظ بعض سے جزی حقیقی ہونے پر استدلال تو باطل و مردود ہے لہذا جزی
اضافی ہی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ نے ازالہ کے صفحہ ۱۴۸ پر صراحتہً آپ کے
علم کو کلی قرار دیا ہے ص ۵۲۲ پر آپ کے علم ماکان و مایکون کا علم مانا ہے
اس لیے یقیناً آپ کے نزدیک بھی اس بعض سے جزی و حقیقی تو ہرگز مراد
نہیں ہو سکتی اور جزی اضافی ہونا کلی کے منافی و مخالف نہیں ہے لہذا لفظ بعض
کو منحصر قرار دینا جزی میں درست نہ ہوا اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ بعض
جزی میں ہی منحصر ہے تو پھر جزی جزی حقیقی میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ جزی اضافی
بھی ہو سکتی ہے اور ان عبارات میں یقیناً جزی اضافی ہی مراد ہے اور جزی اضافی
کا کلی ہونا بالکل حق و درست ہے۔

اس باب میں سرفراز صاحب نے جس قدر احادیث و روایات اور عبارات
شروح حدیث و عبارات فقہاء کرام و اکابر دیوبند پیش کی تھیں اور اہلسنت
کے جوابات پر اعتراضات کیے تھے۔ بندہ ناچیز نے بفضلہ تعالیٰ جس کے
دندان شکن اور مسکت جوابات عرض کر دیے ہیں۔

شکوہ کرنا ہے تو اپنا کر مقدر کا نہ کر
خود عمل تیرا ہے صورت گر تیری تقدیر کا۔

باب نہم

بجواب

باب نہم

قارئین کرام اس باب میں سرفراز صاحب اہلسنت کے اکابر کی طرف سے پیش کردہ دلائل پر بحث کر رہے ہیں اور اپنے باطل زعم کے مطابق انہوں نے ہر دلیل کا جواب دیا ہے۔ اب ان کے اعتراضات کے جوابات یا جوابات کے جوابات ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب میں بندہ کی طرف سے پیش کیے جائیں گے۔ ان کو بغور پڑھیں سرفراز صاحب کی جہالت و حماقت کا اندازہ لگائیں کہ وہ کس قدر مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ اگر ان کو مریض تعشق رسول قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

دلیل اوّل:

کے عنوان میں ص ۴۶۴ سے ۴۶۵ تک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب اور اسی طرح مولوی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی دیکھیے الکلمۃ العلیاء ص اور مفتی احمد یار خاں صاحب ملاحظہ ہو جاء الحق ص ۵۲ اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس ص ۴۹۲ وغیرہ میں لکھتے ہیں۔ کہ:

بے شک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملک السموات والارض کا شاہد بنایا

روز اول سے روز آخر تک کا سب ماکان وما یکون انہیں بتایا۔ اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اُن کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا الیٰ ان قال و بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل و حکم فصل ہے:

قال تعالیٰ ونزلنا علیك الكتاب تبیاناً لكل شیئ الخ وقال تعالیٰ ماكان حدیثا یفترىٰ ولكن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل كل شیئ وقال اللہ تعالیٰ۔ ما فرطنا فی الكتاب من شیئ۔

اور پھر آگے یوں لکھتے ہیں:

نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ اور عام رفاعدہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے گا۔

اور مولوی ابو البرکات سید احمد صاحب نے بھی یہی لکھا ہے کہ: لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔

ان اکابرین ملت کی یہ عبارات مندرجہ بالا نقل کرنے کے بعد سرفراز صاحب نے ان دلائل کا جواب جواب ہی کے عنوان میں ص ۴۶۵ سے ۴۸۷ تک دیا ہے اور جو جو اعتراضات وارد کیے ہیں ایک ایک کو نقل کر کے جواب دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

جواب: فریق مخالف کا ان آیات سے جناب نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے لیے کل علم غیب کا دعویٰ سو فیصدی باطل اور قطعاً مردود ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ پہلی دلیل سورۂ نحل رکوع ۱۲ کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سورہ نحل مکی ہے اور دوسری دلیل سورہ یوسف رکوع ۱۲ پ ۱۳ کی آیت کا حصہ ہے اور سورہ یوسف بھی مکی ہے اور تیسری دلیل پ ۷۔ سورہ انعام رکوع ۴ کی آیت کا ایک جزو ہے اور سورۂ انعام بھی مکی ہے ؛ اور اس میں فی الکتاب سے مراد بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک مراد لوح محفوظ ہے قرآن کریم مراد نہیں ہے۔ اگر فریق مخالف کے نزدیک ان کل آیات سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کا علم ثابت ہے اور ان دلائل کی وجہ سے آپ عالم الغیب ہیں یا آپ کے لیے جمیع ماکان وما یکون کا علم ثابت ہے تو اس کے بعد آپ پر وحی نازل نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ کل غیب تو آپ کو ان آیات سے عطاء ہو بھی چکا ہے۔ حالانکہ اس کے بعد دیگر احکام تو بجائے خود رہے قرآن کریم بھی باقاعدہ نازل ہوتا رہا۔ کیا وہ حصہ فریق مخالف کے نزدیک ماکان وما یکون اور غیب میں داخل نہیں ہے۔

علاوہ بریں اس کے بعد مدنی سورتوں میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان میں سے بعض اہل حق کے دلائل میں پیش کر چکے ہیں تعجب اور حیرت ہے فریق مخالف پہ کہ وہ مکی آیات سے جمیع ماکان وما یکون کا علم ثابت کرتا ہے جبکہ بے شمار امور اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آپ کو مدنی زندگی میں بتلائے ہیں اور بعض امور کی نفی کا ثبوت بھی اس کے بعد قطعی نصوص سے ثابت ہے۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے جو اعتراض اہل حق کے استدلال پر کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ پیش کردہ آیات ثلاثہ مکی ہیں مدنی نہیں کیونکہ مکی سورتوں میں ہیں۔ للہٰذا ان آیات سے استدلال کی صورت میں لازم آتا ہے کہ ان آیات یا ان سورتوں کے بعد آپ پر وحی نازل نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کل غیب تو آپ کو ان آیات سے عطاء ہو ہی چکا ہے۔

۲۔ کیا وہ حصۂ قرآن جو ان سورتوں کے بعد نازل ہوا ہے وہ فریق مخالف کے نزدیک ماکان وما یکون اور غیب میں داخل نہیں ہے۔

۳۔ ان آیات کے بعد مدنی سورتوں میں علم غیب کی نفی کی صاف اور صریح آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں اور مدنی زندگی کے دور میں بعض امور کی نفی کا ثبوت قطعی نصوص سے ثابت ہے۔

۴۔ فی الکتاب میں مراد بعض کے نزدیک لوح محفوظ ہے قرآن نہیں

اب ذیل میں نمبر وار جوابات ملاحظہ فرمائیے :

پہلے اعتراض کا جواب نمبر ۱ :

یہ سرفراز صاحب کی حماقت ہے کہ وہ ہمارے اکابر کے استدلال و دعویٰ کو سمجھے بغیر اعتراض کر رہے ہیں۔ کیونکہ سورہ نحل اور سورہ یوسف اور سورہ انعام کی آیات کے نزول تک جمیع ماکان وما یکون کے علم کے حصول کا ہمارا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا علم تدریجاً نزول کی تکمیل تک حاصل ہوا ہے یعنی جمیع ماکان وما یکون کا علم تمام قرآن کے نزول پر موقوف ہے۔ اور یہ آیات ثلاثہ بھی بتاتی ہیں کہ تمام قرآن جمیع ماکان وما یکون کے علم پر مشتمل ہے اور ہم نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ ان آیات ثلاثہ میں جمیع ماکان وما یکون ہیں اور یہ بھی نہیں کہا کہ نزول قرآن کے آغاز سے لے کر ان آیات ثلاثہ کے نزول تک جمیع ماکان وما یکون کا علم آپ کو حاصل ہو گیا تھا نہ یہ کہا ہے کہ ابتدائے نزول سے ان آیات

تک قرآنی حصہ مشتمل ہے جمیع ماکان وما یکون پر بلکہ کہا یہ ہے کہ یہ آیات شاہد عدل
ہیں کہ جمیع ماکان وما یکون کا علم آپ کو حاصل ہے۔ جب حقیقت یہ ہے۔ تو
اب سورتیں مکی ہوں یا مدنی آیتیں مکی ہوں یا مدنی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔
جیسا کہ ظاہر ہے باقی یہ کہنا کہ ان آیات وسور کے نزول کے بعد وحی کا نزول
نہ ہونا چاہیئے تو یہ انتہائی جہالت کی بات ہے اور باطل ومردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ سرفراز صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ انہی تین آیات سے
جمیع ماکان وما یکون حاصل ہوا ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارت بین لکیر کشیدہ
الفاظ بتاتے ہیں کہ:

"آپ کو کل غیب تو ان آیات سے عطاء ہو ہی چکا ہے۔"

حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور سرفراز صاحب کا مفروضہ ہے کوئی بھی یہ نہیں کہتا
کہ ان آیات سے آپ کو کل غیب عطاء ہوا۔ جیسا کہ پہلے وضاحت
کر دی گئی ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہی نہیں بلکہ کچھ اور
فوائد بھی ہیں۔ سرفراز صاحب یہ سمجھے ہیں کہ نزول قرآن صرف علم ہی دینے
کے لیے ہے اور کوئی مقصد یا فائدہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ چنانچہ
یہ حقیقت ہے کہ نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہی نہیں تھا بلکہ یہ بھی مقصد
تھا کہ قبل از نزول آیات احکام کا اجراء نہ ہو سکے گا۔ تلاوت نہ ہو سکے گی
وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ احکام پر عمل اور ان کا اجراء اور آیات وسُوَر کی تلاوت
نزول پر موقوف ہے علم پر موقوف نہیں ہے۔ اگر سرفراز صاحب کو اصرار ہے
کہ نزول قرآن کا مقصد وغرض صرف حضور علیہ السلام کو علم دینا ہی ہے اور
کچھ نہیں تو پھر سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ بعض سورتوں کا نزول مکرر کیوں
ہوا ہے۔

چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے:

فاتحة الكتاب مكيةٌ وقيل مدنيةٌ والاصح انها مكيةٌ ومدنيةٌ نزلت
بمكة ثم نزلت بالمدينة۔

یعنی فاتحہ شریف مکی ہے اور بعض کے نزدیک مدنی ہے اور
صحیح ترین قول یہ ہے کہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ مکہ میں نازل ہونے
کے بعد مدینہ میں بھی نازل ہوئی ہے۔

مشکوٰۃ کی روایت میں آتا ہے کہ:

حضور علیہ السلام کو شب معراج پانچ نمازوں کے علاوہ سورہ بقرہ
کی آخری آیات بھی عطا ہوئیں۔

اس حدیث معراج کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حاصلة ان ما وقع تكرار الوحي فيه تعظيما له واهتماما لشانه فاوحى الله
اليه فيما تلك الليلة بلا واسطة جبريل۔

شیخ محقق لمعات میں اس کے تحت فرماتے ہیں:

نزلت عليه صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج بلا واسطة ثم نزل
بها جبرئيل فاثبت في المصاحف۔

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی کا تکرار ہوا ہے آپ کی تعظیم اور اہتمام شان
کے لیے اللہ کریم نے اس رات بغیر واسطہ جبریل کے وحی فرمائی اور شب معراج
سورہ بقرہ کی آیات بغیر واسطہ کے اتریں پھر ان کو جبریل لائے تو قرآن میں
رکھی گئیں۔

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ اگر نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہے
تو پھر علم تو ایک بار اور پہلی بار نزول سے ہو چکا ہے یہ دوبارہ نزول کس لیے
ہے پھر جبریل کا ہر سال رمضان میں سارا قرآن سنانا یہ کس لیے تھا۔

چنانچہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نور الانوار میں فرماتے ہیں:

لانه كان ينزل عليه السلام دفعتةً واحدةً في كل شهر رمضان جملةً

یعنی آپ پر جبرئیل رمضان میں ہر سال یک دم سارا قرآن لے کر نازل ہوتے تھے۔

علم تو پہلے نزول سے ہو چکا تھا یہ ہر سال رمضان میں نزول کس مقصد کے لیے تھا۔

ثابت ہو گیا کہ نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہی نہیں تھا بلکہ اور فوائد بھی نزول سے متعلق تھے۔ لہٰذا سرفراز صاحب کا یہ اعتراض ہباءً منثورا ہو گیا۔

اور یہ کہنا بھی باطل و مردود ہے کہ یہ آیات مکی سورتوں میں ہیں۔ اس لیے ان سے استدلال غلط ہے کیونکہ سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا ہر آیت کے مکی یا مدنی ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سورۃ تو مکی ہو۔ مگر بعض آیات اُس میں مدنی ہوں۔ اور اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جب تک سرفراز صاحب علی التعیین ان آیات کا مکی ہونا باحوالہ ثابت نہ کریں تب تک یہ احتمال مذکور باقی رہے گا اور اس احتمال کی صورت میں استدلال باطل رہے گا۔ کیونکہ قاعدہ مشہور ہے :

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

اعتراض نمبر ۲ کا جواب :

سورۂ نحل۔ سورۂ یوسف۔ سورۃ انعام کے بعد نازل ہونے والا حصۂ قرآن بے شک ماکان و مایکون میں داخل ہے۔ مگر یہ سوال تب درست ہوتا جب کہ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ ان تینوں سورتوں یا آیتوں کے نزول کے ساتھ ماکان و مایکون کے علم کی تکمیل ہو گئی تھی یا یہ کہا ہوتا کہ ان آیتوں یا ان سورتوں کے نزول تک کے حصۂ قرآنی میں جمیع ماکان و مایکون کا علم آچکا ہے۔ حالانکہ ایسا ہم نے نہیں کہا جیسا کہ پہلے واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر کسی نے یہ کہا ہے کہ

شب معراج ماکان و مایکون کا علم مل گیا تھا تو اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ماکان و مایکون کا اجمال ملا تھا باقی تفصیلات کا علم نزول قرآن سے ملا ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض ثانی بھی اپنے انجام کو پہنچا ہے۔

اعتراض نمبر ۳ کا جواب :

یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ مدنی سورتوں میں نفی کی صریح آیات کا نزول ہمارے عقیدہ و دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آخر وہ آیات بھی تو تکمیل نزول سے قبل کی ہیں۔ بعد کی نہیں۔ باقی یہ کہ جب شب معراج ماکان و مایکون کا علم حاصل مانا جائے تو پھر یہ آیات مخالف پڑتی ہیں تو جواباً عرض ہے کہ اس صورت میں ایک تو یہ کہا جائے گا کہ نفی ذاتی استقلالی کی ہے عطائی کی نہیں۔ دوسرا یہ کہ نفی تفصیل کی ہے اجمالی کی نہیں اور نزول کی تکمیل سے قبل تفصیل کی نفی نزول تکمیل کے بعد کسی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۴ کا جواب :

یہ ہے کہ آیت کریمہ میں فی الکتاب سے مراد قرآن ہے۔ جیسا کہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرات احمدیہ ص ۳ میں لکھا ہے جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ سرفراز صاحب کو لازم ہے کہ کسی حنفی مفسر کا قول پیش کریں کہ مراد قرآن نہیں لوح محفوظ ہے۔ پھر یہ کہ بالفرض لوح محفوظ ہی مراد ہو تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ کے علوم قرآن کے علوم میں داخل ہیں اور قرآنی علوم لوح کے علوم سے زائد ہیں۔

چنانچہ قصیدہ بردہ کے شعر :

فان من جودک الدنیا وضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

کی شرح میں علامہ بیجوری لکھتے ہیں:

فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہ علیہ السلام فما البعض الآخر أجیب بان البعض الآخر ھو ما اخبرہ اللہ تعالیٰ من احوال الآخرۃ لان القلم انما کتب فی اللوح ما ھو کائن الی یوم القیامۃ۔

اور ملا علی قاری حل العقدہ شرح قصیدہ بردہ اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں کہ:

وکون علومھما من علومہ علیہ السلام ان علومہ تتنوّع الی الکتاب والجزئیات وحقائق ومصارف وعوارف متعلق بالذات والصفات وعلمھا یکون نھرًا من مجور علمہ حرفًا من سطور علمہ۔

علامہ مولانا بحر العلوم عبد العلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ حواشی میر زاہد رسالہ کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

علمہ علومًا ما احتوی علیہ العلم الاعلیٰ وما استطاع علی احاطتھا اللوح الادنی لم یلد الدھر مثلہ من الازل ولم یولد الی الابد فلیس لہ من فی السمٰوات والارض کفوًا احدا۔

ان عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کی ایک نہر ہے۔ بلکہ آپ کے علم کے گھیرے پر لوح محفوظ قادر ہی نہیں ہے۔

لہٰذا اگر سرفراز صاحب کی بات مان لی جائے کہ مراد الکتاب سے

آیت میں لوح محفوظ ہے تو پھر ما کان وما یکون کا علم لوح کے لیے ثابت ہوگا تو پھر حضور علیہ السلام کے لیے تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ لوح بھی مخلوق کا ایک فرد ہے۔ اور دیوبندی حضرات خود متعدد دفعہ لکھ چکے ہیں کہ آپ کا علم ساری مخلوق سے زیادہ ہے تو پھر ماننا ہوگا کہ آپ کا علم لوح محفوظ کے علم سے زیادہ ہے۔ وھو المدعیٰ۔ وھوا المطلوب۔

سرفراز صاحب ص ۲۶۴ پر لکھتے ہیں کہ:

رہا خاں صاحب بریلی کا یہ کہنا کہ۔ اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے "تبیانا لکل شیٔ" ہونے نے دیا ہے اور پر ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت کا یا ہر سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو کہ لم نقصص علیک یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطۂ علم مصطفیٰ کا نافی نہیں انباء المصطفیٰ ص ۴۔

تو یہ ایک خالص مجددانہ مغالطہ ہے جو سرتاسر مردود ہے۔ خاں صاحب آنجہانی سے اپنے متبعین سے کرم فرمائی کرتے ہوئے اور ان کی امداد و اعانت کرتے ہوئے یہ فرما دیں کہ قرآن کریم کی وہ کون سی آیات ہیں جو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات اور جمیع ما کان وما یکون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور وہ لم نقصص علیک کے بعد نازل ہوئی ہیں۔

اور نیز وہ کون سی آیات ہیں جو منافقین کے تفصیلی حالات اور جمیع ما کان وما یکون کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے بعد ہی تو لم نقصص

علیک اور لاتعلمہم کا نزول ہوا ہے اور ان کے خلاف قرآن کریم میں ایک حرف بھی موجود نہیں ہے ۔الخ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب نے اس عبارت میں مندرجہ ذیل اعتراضات کیے ہیں؛

۱۔ لم نقصص علیک اور لا تعلمھم نحن نعلمھم کی آیات سورہ نحل اور سورہ یوسف اور سورہ انعام کی آیات ثلاثہ کے بعد نازل ہوئی ہیں ان کے بعد کوئی ایک بھی آیت نازل نہیں ہوئی جس سے ثابت ہو کہ آپ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے تفصیلاً حالات اور منافقین کے تفصیلی حالات کا علم عطاء کر دیا گیا تھا۔

جواب؛

لم نقصص علیک اور لا تعلمھم والی آیات کے متعلق مفصل بحث گزر چکی ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ یہ آیات نزول قرآن کی تکمیل سے بہر حال قبل کی ہیں بعد کی نہیں۔ اس لیے ان کو استدلال میں پیش کرنا سرفراز صاحب کی جہالت ہے کیونکہ کل شیئ کا تبیان اور ہر شیئ کی تفصیل ہونا نہ ہر سورۃ کی صفت ہے نہ ہر آیت کی بلکہ یہ وصف ہے تمام اور پورے قرآن کریم کی اس لیے ان کے نزول کا تاخر ہمیں ہرگز مضر نہیں ہے۔

اعتراض؛

سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے ص ۲۶۴ پر لکھتے ہیں کہ:

خان صاحب کس سادگی سے کہتے ہیں کہ ہرگز ان آیات کے منافی نہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ وہ کون سی آیات ہیں اور کس سورۃ میں موجود ہیں۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اسی طرح منافقین مدینہ کے پورے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں۔ محض آیات

کا نام لینا کافی نہیں الخ۔

جواب؛

سرفراز صاحب وہ کوئی چند آیات نہیں بلکہ پورا قرآن کریم ہے جو جمیع ماکان و مایکون پر مشتمل ہے اور قرآن کی یہ وصف اُن آیات ثلاثہ میں بیان کی گئی ہے۔ جن میں تفصیلاً لکل شیئ اور تبیانا لکل شیئ مذکور ہے۔ ذرا قرآن کو تدبر اور تفکر سے پڑھیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو سکے کہ متاخر آیات ان متقدم آیات کے منافی نہیں ہیں۔ مگر کیا کیا جائے۔ ہمارا واسطہ ہی ایسے لوگوں سے پڑا ہے جن کا کام ہی ضد اور تعصب اور ہٹ دھرمی ہے جو ہر وقت تنقیص علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ کسی بھی وقت تنقیص علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فراغت حاصل نہیں ہوتی۔ سچ ہے:

نصیب اپنا اپنا مقام اپنا اپنا
کیٹے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

سرفراز صاحب اعلیٰ حضرت کے استدلال کو محض مجددانہ مغالطہ کہہ کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے یہ مجددانہ طرز استدلال ہے جس کا جواب ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود نہ آپ دے سکے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں قیامت تک۔ بلکہ اگر تمام اکابر دیوبندی بھی قبروں سے نکل کر آجائیں تو بھی اس مجددانہ استدلال کا جواب نہ دے سکیں گے سچ ہے اور خوب ہے:

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے
یہ وار عدو کے سینہ سے پار ہے

سرفراز صاحب کی جہالت آشکارا ہو گئی :

سرفراز صاحب لکھتے ہیں :

ونمانیاً خاں صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک تبیاناً لکل شیٔ کی آیت سے ہر ہر ذرہ کا اور ہر ہر رطب ویابس کا علم ثابت ہوتا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں ہر ہر چیز کا علم ہے اور محض بیان ہی نہیں بلکہ روشن بیان ہے اور صرف مجمل ہی نہیں بلکہ مفصل :

چنانچہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ :

جب فرقان مجید ہر شئی کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل۔ تو برائے کرم اس الحاد کے دور میں جبکہ منکرین حدیث نمازوں اور زکوٰۃ وغیرہ کی پوری تفصیل اور عدد رکعات اہل اسلام سے قرآن کریم کے حوالہ سے چلا چلا کر پوچھتے ہیں تو بتا دیجیے کہ ان کے یہ سوالات قرآن کریم کی کس آیت سے حل ہوں گے۔ اجمالی بیان ناکافی ہوگا۔ بیان روشن ہو اور بالکل مفصل کیا ہے۔ فریق مخالف کے کسی جمہور اہل دل میں یہ ہمت کہ کم از کم منکرین حدیث کا یہ سوال اور اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سوالات قرآن کریم سے حل کر دے۔ زرا دیجیے تفصیلاً لکل شئی کی آیت سے استدلال کرنے والوں پہ کیا بیتی۔

جواب نمبر ۱ :

یہ اعتراض بھی سرفراز صاحب کی جہالت کو آشکارا کرنے کے لیے

کافی ہے۔ سرفراز صاحب اتنے جاہل ہیں کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ قرآن کریم کا تبیاناً لکل شئی اور تفصیلاً لکل شئی ہونا علماء و فقہاء و محدثین و ائمہ مجتہدین وغیرہ کی نسبت سے نہیں بلکہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہے یہ قرآن کریم حضور علیہ السلام کے لیے تبیاناً لکل شئی اور تفصیلاً لکل شئی ہے امت کے کسی ایک فرد کے لیے بھی یوں نہیں ہے نہ ہم نے نہ ہمارے اکابر نے کبھی کسی اور کے لیے اس کو تبیان و تفصیل کل شئی کی قرار دیا ہے۔ اگر ہم نے امت کے علماء و فقہاء وغیرہ کے لیے بھی اس کو تبیان اور تفصیل کل شئی کی مانا ہو تو پھر تو سرفراز صاحب کا اعتراض کسی حد تک درست ہوتا۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے حقیقی مبین و مفسر قرآن حضور علیہ السلام ہی ہیں نہ کوئی اور لتبین للناس کے مخاطب بھی آپ ہی ہیں۔ اس لیے یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے۔

سرفراز صاحب تضاد کا شکار ہو گئے :

جواب نمبر ۲ :

یہاں تو سرفراز صاحب کل شئی کو اپنے زعم باطل کے مطابق خاص کر امور دین اور امور ضرورت سے مقید کرتے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن ہر شئی کا بیان نہیں اور نہ قرآن ہر چیز کے علم پر مشتمل ہے اور نہ قرآن میں تمام علوم ہیں مگر ازالہ کے صد ۲۷ پر تفسیر اتقان جلد ۲ صہ ۱۸۲ سے علامہ سیوطیؒ کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں کہ :

واعلم ان علوم القران ثلاثة اقسام الاول علم لم يطلع الله عليه احدا من خلقه وهو ما استأثر به من علوم اسرار كتابه من معرفته كنه ذاته وغيوبه التى لا يعلمها الا هو وهذا لا يجوز لاحد من الكلام فيه بوجه من الوجوه اجماعًا۔

یعنی یہ جان لو کہ قرآن کے علوم تین قسم کے ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس
پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا اور وہ
ایسے علوم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے رموز میں
اپنی ذات کی حقیقت کے اسرار اور اُن غیوب کو جن کا علم
اس کے بغیر اور کسی کو نہیں صرف اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا
ہے اور اس قسم کے علوم میں کسی کو کسی طرح بھی کلام نہیں اور
کلام کی گنجائش نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

اس عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کے اندر تین قسم کے
علوم ہیں اور قرآن ہی میں ایک علم ایسا بھی ہے جس پر خدا نے کسی کو مطلع
نہیں فرمایا الخ۔

اور یہ کہ ان علوم قرآنیہ کا تین ہونا اور ایک کا ایسا ہونا جس پر کسی کو مطلع
نہ کیا گیا ہو یہ اجماعی ہے۔ سرفراز صاحب یہ حقیقت آپ نے خود تسلیم کر
لی ہے تو پھر گویا آپ نے یہ بھی مان لیا ہے کہ قرآن میں ہر شئے کا بیان
ہے اور ہر چیز کا علم ہے۔ بلکہ آپ کے بقول علوم قرآن علوم رسول ؐ
سے زائد ہیں۔ کیونکہ بقول آپ کے قرآن کا ایک علم وہ ہے جو آپ
کو بھی بتایا نہیں گیا۔

سرفراز صاحب ذرا یہ تو بتائیے کہ قرآن کا جو علم باری تعالیٰ کے ساتھ
مخصوص ہے وہ متناہی ہے یا غیر متناہی۔ شق اول باطل ہے کہ علم متناہی
ذات باری کا خاصہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا شق ثانی خود بخود متعین ہے اور
جب یہ غیر متناہی ہے تو پھر جمیع ماکان و مایکون کے ذرہ ذرہ اور پتہ
پتہ کا علم جو متناہی ہے اس غیر متناہی کا جزو اور حصہ ہوگا اور اس
طرح آپ کو قرآن میں یہ جمیع ماکان و مایکون کا علم متناہی ہے۔ مگر تسلیم
کرنا ہوگا کہ وہ حضور علیہ السلام کو حاصل تھا کیونکہ متناہی غیر متناہی میں داخل

اور اس کا حصہ ہوتا ہے اسی لیے ہم نے پہلے کسی مقام پر لکھا تھا کہ قرآن غیر متناہی
علوم پر مشتمل ہے اور یہ سوال کہ پھر حضور علیہ السلام کے لیے غیر متناہی علوم
کا ماننا لازم آئے گا تو جواب دیا تھا کہ بے شک قرآنی علوم غیر متناہی
ہیں مگر عقلی طور پر غیر متناہی کی تخصیص کی جائے گی عقل کو ان کا مخصص قرار
دیا جائے گا۔ اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ تخصیص عقلی سے دلائل کی
ظنیت لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ حسامی۔ نور الانوار توضیح تلویح میں لکھا
ہے۔

الغرض سرفراز صاحب کی عبارتوں میں کھلا تضاد ہے۔ کہیں کہتے
ہیں قرآن میں صرف امور دین کا علم ہے اور کہیں اور یہاں ثابت کرتے
ہیں کہ قرآن ایسے علم پر بھی مشتمل ہے جو خاصہ ہے ذات باری کا اور
یہ بات یقینی ہے کہ ذات باری کا خاصہ وہی علم ہو سکتا ہے۔ جو
غیر متناہی ہو متناہی کو خاصۂ ذات باری قرار دینا پرلے درجہ کی
حماقت ہے۔

ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض باطل و مردود ہے
اور انتہائی لچر پوچ ہے اور ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت کا
مصداق ہے۔

باقی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اگر قرآن ہر شئی کا روشن اور مفصل بیان
ہے تو پھر فقہاء اسلام کو حدیث اجماع امت اور قیاس کی کیا ضرورت ہے
تو یہ بھی سرفراز صاحب کی جہالت اور حماقت ہے کیونکہ قرآن کریم کا روشن
اور مفصل بیان ہونا حضور علیہ السلام کی نسبت سے ہے فقہاء اسلام وغیرہ
علماء اسلام کی نسبت سے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مفصل طور پہ بیان کر دیا
ہے ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کے ایسے اعتراضات بے ہودہ اور
عدم تدبر کا نتیجہ ہیں۔

سرفراز صاحب ص ۴۷۶ پر شاً ثاً کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ:

وشاً ثاً ان آیات سے استدلال اور احتجاج کرنے میں فریق مخالف کی اصل غلطی یہ ہے کہ لفظ کل کو عموم میں نص قطعی سمجھ لیا ہے اور اسی غلط نظریہ پر ان کے استدلال کا مدار ہے اور یہی وجہ ہے کہ خاں صاحب زوردار الفاظ میں یوں لکھتے ہیں کہ۔ اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا ہے۔ اب ہم قرآن کریم صحیح احادیث اور آئمہ لغت بلکہ خود خاں صاحب کے حوالہ سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ کریں اگرچہ لفظ کل اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے۔ لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض اور عموم وخصوص دونوں کے لیے برابر آتا ہے۔
اب چند دلائل ہدیہ کیے جاتے ہیں لغور ملاحظہ کریں۔

۱- قرآن میں ہے ثم اجعل علی کل جبل منهن جزءً ظاہر ہے کہ آیت تمام روئے زمین کے تمام چھوٹے بڑے پہاڑ مراد نہیں تھے بلکہ قریب کے بعض پہاڑ ہی یقیناً مراد ہیں۔

۲- فتحنا علیهم ابواب کل شئ۔ پ غبرء انعام ع ۵
یہ قطعی بات ہے کہ بعض چیزوں کے دروازہ ہی کھولے گئے ہوں گے نہ کہ نبوت ورسالت وولایت ورضاء وغیرہ کے۔

۳- یجبیٰ الیه ثمرات کل شئ۔ پ ۲۰۔
اس دور میں بھی بعض پھلوں کے نام تک سے اہل مکہ بے خبر ہوں گے لہٰذا بعض ہی مراد ہیں۔

۴- تُدَمِّرُ کل شئ ایسے طوفانی جھونکے پیچھے جو ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے۔ یہاں بھی کل سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہی مراد ہیں۔

۵- تورات کے بارے میں قرآن میں ہے تفصیلاً لکل شیئ کیا تورات

میں بھی جمیع ماکان ومایکون کا علم تھا اگر تھا تو پھر قرآن کی مزیت وفضیلت تورات پر نہ رہے گی اور شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں، فتجلی لی کل شئ قلنا هو بمنزلة قوله تعالی فی التورات تفصیلاً لکل شئ۔ الاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب تفہیمات الهیة ص ۲۵

۶- واُوتینا من کل شئ۔ پ ۱۹
نمل کے باوجود نہ ان کو قرآن ملا نہ ختم نبوت ملی نہ صحابہ کرام جیسے صحابہ ملے۔

۷- ذوالقرنین کے بارے میں آتا ہے:
وآتیناه من کل شئ سببا۔ پ ۱۶ کہف
قطعی بات ہے کہ آپ کو آج کل کے سائنس کے آلات واسلحہ وغیرہ نہ ملا تھا۔

۸- ملکہ سباء کے بارے میں ہے،
واُوتیت من کل شئ۔ پ ۱۹ نمل
بہت کچھ ملنے کے باوجود نبوت ورسالت اور ملک سلیمان تو نہیں ملا تھا۔

قرآن کریم کے ان اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا ہے کہ لفظ کل ہمیشہ اور ہر مقام پر کل ہی معنی میں نہیں آتا بلکہ عموم اضافی وعرفی اور بعض کے لیے بھی آتا ہے۔

جواب نمبر ۱:

لفظ کل کا اکثر کے لیے یا بعض کے معنیٰ میں استعمال ہونا ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے لفظ کل اپنی اصل وضع کے لحاظ سے عموم واستغراق ہی کے لیے آتا ہے۔ البتہ قرآئن اور موقعہ محل کے لحاظ سے اس کی تخصیص ناقابل انکار حقیقت ہے مگر باوجود اس کے سرفراز صاحب اپنی کوشش میں

کامیاب نہیں ہو سکے کیونکہ ہم نے جو آیات پیش کی ہیں یا ہمارے اکابر نے
پیش کی ہیں تو وہاں لفظ کل عام ہے اور استغراق ہی کے لیے ہے۔
کیونکہ وہاں قرآنی علوم کی وسعت ثابت کی گئی ہے اور خود سرفراز صاحب
بھی تفسیر اتقان کے حوالہ سے ازالہ کے ص ۷۷، پر علم قرآنی کی وسعت
کو تسلیم کر چکے ہیں اور ہم بھی اپنے دلائل کے ضمن میں یہ ثابت کر چکے ہیں
کہ قرآن ہر چیز کے علم پر مشتمل ہے۔

پہلے باحوالہ ثابت ہو چکا ہے سرفراز کل کا بعض کے معنی میں آنا یا اکثر
کے لیے آنا ایک احتمال ہے اور یہ معنی مجازی ہے اور حقیقت کے امکان
کی صورت میں معنی حقیقی کو چھوڑ کر مجاز کو لینا خلاف اولی ہے۔ سرفراز کا
فرض تھا کہ وہ سورہ نحل۔ سورہ یوسف۔ سورہ انعام کی آیات ثلاثہ میں
لفظ کل کے حقیقی معنی میں استعمال کے تعذر کو ثابت کرتے۔ مگر وہ ایسا
نہیں کر سکے یہ ان کے عجز کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ علامہ تفتازانی توضیح تلویح ص ۱۶۳ میں فرماتے ہیں

اذا اضیف کل الی النکرۃ فھو لعموم افرادھا۔

جب لفظ کل کی نکرہ کی طرف اضافت ہو تو وہ اپنے مضاف الیہ کے
تمام افراد کو شامل ہوتا ہے اور دو آیتوں میں لفظ کل کی اضافت نکرہ کی طرف
ہے۔ لہٰذا یہاں لفظ کل شیئی کے ہر فرد کو شامل ہے اور عام اپنے جمیع افراد
کو قطعی و یقینی طور پر شامل ہوتا ہے اور کوئی دلیل ظنی اس کی مخصص نہیں بن
سکتی۔

چنانچہ علامہ تفتازانی توضیح تلویح ص ۶۰ میں فرماتے ہیں،

وعند جمھور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد
قطعاً ویقیناً عند مشائخ العراق وعامۃ المتاخرین۔

جمہور کے نزدیک عام کے تمام افراد کے لیے اس کا حکم قطعی

طور پر ثابت ہوتا ہے اور مشائخ عراق اور عامہ متاخرین کا
یہی مذہب ہے۔

اور نور الانوار ص ۷۱ میں ہے:

وکل للاحاطۃ علی سبیل الافراد (الی ان قال) فان دخلت علی
المنکر اوجبت عموم الافراد لانہ مدلولھا لغۃً۔

اصول سرخسی جلد اول ص ۱۵۷ میں ہے کہ:

کل للاحاطۃ علی سبیل الافراد۔

مجمع البحار اور تاج العروس میں لکھتے ہیں:

کل الموضوع للاحاطۃ۔

توضیح تلویح ص ۱۶۳ میں ہے: ومنھا کل وجمیع وھما محکمان فی
عموم ما دخلا علیہ فان دخل الکل علی النکرۃ فلعموم الافراد
وقالوا عمومہ علی سبیل الانفراد ای یراد کل واحد مع قطع النظر
عن غیرہ وھذا اذا دخل علی النکرۃ۔

حاشیہ التلویح میں ہے:

والوجہ الاصوب اجراؤہ علی العموم۔ ص ۱۶۳ حاشیہ ۶۔

اسی طرح قمر الاقمار اور اصول شاشی ص ۴ حاشیہ نمبر ۱۰ میں بھی مذکور ہے۔
اسی طرح حسامی وغیرہ میں ہے۔

ان تمام عبارات میں واضح کر دیا گیا ہے کہ لفظ کل وضع کے
لحاظ سے احاطہ علی سبیل الافراد اور استغراق کے لیے آتا ہے۔
لہٰذا ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا قول باطل و مردود ہو گیا۔

سرفراز صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کل بمعنی کلی اور کل افرادی اور کل
مجموعی بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

ان الکل یُطلق بمعنی الکلی مثل کل انسان نوع وبمعنی الکل المجموعی نحو کل الانسان لا یسعہ ھذہ الدار وبمعنی الکل الافرادی الخ

(سلم العلوم صـ ۱۳۶)

یعنی کل بمعنی کلی اور کل بمعنی کل مجموعی اور کل بمعنی کل افرادی تینوں طرح آتا ہے۔ جہاں جس کا قرینہ ہوگا وہی مراد ہوگا۔

سرفراز صاحب کی پیش کردہ آیات میں کل بمعنی کلی ہے نہ کل بمعنی کل افرادی مگر ہماری پیش کردہ آیات میں کل افرادی ہے۔ مگر ہماری پیش کردہ آیات میں کل افرادی ہے جس میں ہر ہر فرد الگ الگ مراد ہوتا ہے۔ پھر یہ کل افرادی استغراق حقیقی کے لیے بھی ہوتا ہے اور استغراق عرفی واضافی کے لیے بھی ہوتا ہے جو آیات سرفراز صاحب نے پیش کی ہیں ان میں کل بمعنی اکثر یا کل بمعنی بعض ہے۔ مگر ہماری آیات مستدل بہا میں لفظ کل استغراق کے لیے ہے جس کا مفاد علوم غیر متناہیہ پر قرآن کا مشتمل ہونا ہے اور غیر متناہی کی حضور علیہ السلام سے عقلی تخصیص کی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یا کل استغراق عرفی کے لیے ہے۔

جواب نمبر ۳:

بارہا عرض کیا ہے کہ گمراہی وضلالت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو کسی اور پہ قیاس کر لیا جاتا ہے اور آپ کی شان ثابت کرنے والی آیات کو دیگر آیات پہ قیاس کر لیا جاتا ہے یہ آٹھ آیات جو سرفراز صاحب نے پیش کی ہیں وہاں بعض میں سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے بعض میں ذوالقرنین کا بعض میں بلقیس کا کہیں ملکہ کا ذکر ہے کہیں دیگر حضرات ومقامات کا۔ ان کو مقیس علیہ بنانا اور آپ کی شان پاک کو ثابت کرنے والی آیات کو مقیس بنانا بالکل غلط ہے اور باطل ہے۔

ان آٹھ عدد آیات اور چند احادیث میں لفظ کل کا اکثر یا بعض کے لیے

آنا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ہمارے پیش کردہ آیات ثلاثہ میں بھی لفظ کل بمعنی اکثر یا بمعنی بعض ہو چند جگہوں میں کسی لفظ کا مجازی معنی میں آنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب یہ لفظ اپنے حقیقی معنی میں کبھی آئے گا ہی نہیں علاوہ ازیں یہ کہ:

سرفراز صاحب خود مانتے ہیں کہ لفظ کل استغراق عرفی واضافی کے لیے آتا ہے۔ جیسا کہ صـ ۷۰۴ پہ لکھتے ہیں کہ:

(بلکہ عموم اضافی وعرفی کے لیے بھی آتا ہے)۔

جب یہ حقیقت ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا عموم اضافی وعرفی کا نفاذ موجبہ جزئیہ ہی ہوتا ہے یا موجبہ کلیہ بھی ہوتا ہے۔ اگر موجبہ کلیہ ہوتا ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد را۔ اور اگر موجبہ جزئیہ ہوتا ہے تو یہ ایجاب جزئی جزئی حقیقی ہے۔ یقیناً نہیں تو پھر جزئی اضافی ہوگی اور جزئی اضافی ہونا کلی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ انسان حیوان کی نسبت سے جزئی اضافی ہے۔ مگر زید وعمرو وبکر کی نسبت سے کلی ہے اگر بالفرض سرفراز صاحب کی بات ہی مان لی جائے تب بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہم حضور علیہ السلام کے لیے مخلوق کی نسبت سے علم کل مانتے ہیں اس لیے بعض کے الفاظ کا ورود بعض تفاسیر میں ہمارے خلاف نہیں ہے۔

اور یہ کہنا کہ اصل غلطی فریق مخالف کی یہ ہے کہ وہ کل کو عموم میں نص قطعی سمجھتے ہیں۔ تو یہ سرفراز صاحب کی اپنی جہالت ہے۔ ورنہ ہم زیر نظر کتاب میں ابتدائی صفحات میں اپنے دلائل کے ضمن میں اصول فقہ کی پندرہ عدد عبارات سے ثابت کر چکے ہیں کہ لفظ کل احاطہ علی سبیل الافراد کے لیے وضع کیا گیا ہے اور یہ کہ یہ عموم واستغراق میں نص قطعی ہے۔

مندرجہ ذیل کتابوں کی عبارات نقل کی گئی ہیں:

توضیح تلویح توشیح - نور الانوار - حسامی اصول الشاشی کا حاشیہ - قمر الاقمار - مسلم الثبوت - مجمع البحار - تاج العروس - اصول سرخسی وغیرہ۔

پہلے باب میں ان عبارات کو ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمالیں تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ سرفراز صاحب سفید جھوٹ بولتے ہیں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

قارئین کرام جب حقیقت یہ ہے تو پھر سرفراز صاحب کو کیا حق حاصل ہے کہ ان آیات میں لفظ کل کی تخصیص کر کے از خود اس کو بعض کے معنی میں لیں۔ سرفراز صاحب اپنا لکھا ہوا بھول گئے ہیں آپ نے خود اپنی کتاب راہ سنت کے ص ۱۳۲ پر لکھا ہے کہ:

کسی عام کو خاص کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے مطلق کو مقید کرنا عام کو خاص کرنا ہی احداث فی الدین ہیں۔

کیوں سرفراز صاحب اہلسنت کی طرف سے پیش کردہ آیات واحادیث میں عام کو خاص اور مطلق کو مقید کر کے آپ نے خود احداث فی الدین کا ارتکاب نہیں کیا یقیناً کیا ہے اور کل ضلالۃ فی النار کے مصداق بنتے ہیں یا نہیں یقیناً بنے ہیں۔

سرفراز صاحب کی نقل کردہ آٹھ عدد آیات اور تین عدد احادیث میں لفظ کل واقعی عام مخصوص البعض ہے۔ خود ان کے مواقع ہی تخصیص کا قرینہ ہیں۔ علاوہ دیگر قرائن کے مگر ہماری نقل کردہ آیات میں لفظ کل ہرگز عام مخصوص البعض نہیں ہے۔ بلکہ اپنے عموم پر بدستور باقی ہے۔

سرفراز صاحب بھی کمال کرتے ہیں تسکین الصدور ص ۳۵ میں اپنے اکابر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ولو انهم اذ ظلموا الآية کا عموم قابل استدلال ہے۔ (ملخصاً)

یعنی اس آیت میں لفظ کل بھی نہیں مگر پھر بھی اکابرین دیوبند نے بھی

سرفراز صاحب نے اس کے عموم سے استدلال کر لیا ہے۔ مگر جہاں لفظ کل مضاف الی النکرہ موجود ہے وہاں عموم کو ماننے سے انکار مع الاصرار کیا جا رہا ہے سچ ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

شاہ ولی اللہ کی عبارت کا جواب:

باقی رہا سرفراز صاحب کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تفہیمات سے استدلال تو یہ بھی سرفراز صاحب کی جہالت ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب نے جو بات کہی ہے وہ یہ ہے جس طرح توریت تفصیلاً لکل شیء ہے اسی طرح قرآن بھی ہے۔ ابتداً توریت میں ہر چیز کا علم تھا مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے غصہ کی حالت میں ڈال دیا تو اس سے تفصیلی علم اٹھا لیا گیا۔ مگر قرآن کریم سے تفصیلی علم کسی وقت بھی نہیں اٹھایا گیا۔

علاوہ ازیں یہ کہ شاہ صاحب کی عبارت میں لفظ اصل سے مراد وضع نہیں بلکہ قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ یعنی قاعدہ یہ ہے عمومات میں موقعہ کی مناسبت سے تخصیص کی جا سکتی ہے۔ لیکن جہاں تخصیص مناسب نہ ہو وہاں نہ کی جائے گی اور قرآن کریم کے بارے میں جہاں الفاظ عموم آئے ہیں وہاں تو تخصیص ہرگز مناسب نہیں ہے۔

مزید یہ کہ شاہ صاحب اصول فقہ کے فن کے امام نہیں ہیں تاکہ ان کی بات کو حجت مان لیا جائے اس معاملہ میں اہل فن ہی کی بات حجت ہو سکتی ہے اور اہل فن کی تصریحات پیش کر دی گئی ہیں۔ کہ لفظ کل اپنی اصل وضع کے لحاظ سے عام ہے اور استغراق کے لیے ہے اور قطعی یقینی ہے۔

اس کے بعد ص ۱۱۴ سے ۱۷۴ تک قاموس۔ نور الانوار۔

اصول سرخسی تاج العروس مجمع البحار۔ تفسیر خازن۔ تحفۃ الاحوذی کے غیر متعلق حوالجات نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

ان عبارات میں یہ لکھا ہے کہ لفظ کل کبھی کبھی بعض کے اور اکثر کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور یہ کہ لفظ کل خصوص کا احتمال بھی رکھتا ہے۔

جواب:

یہ عبارات بھی ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ کسی ایک عبارت میں یہ نہیں ہے کہ لفظ کل کبھی کبھی عموم واستغراق کے لیے نہیں آتا بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ یہ لفظ کل کبھی کبھی خصوص کے لیے بھی آتا ہے یعنی وضع تو عموم کے لیے ہے مگر موقعہ کی مناسبت یا خارجی و داخلی قرائن سے تخصیص کی بھی کی جاسکتی ہے۔ اکثر نقل کردہ عبارات میں صرف قد ہے جو تقلیل کا معنی دیتا ہے بلکہ ازالہ کے ص۷۴۲ پہ مجمع البحار کی عبارات میں کل الموضوع للاحاطة بھی لکھا موجود ہے یعنی وضع تو اس کی احاطہ علی السبیل الافراد ہی کے لیے ہے مگر مواقع کی مناسبت سے تخصیص کی جاسکتی ہے۔

الغرض ایسی تمام عبارات کا جواب ماقبل میں دیا جاچکا ہے کہ عام مخصوص البعض ہونا کسی ایک جگہ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام پہ عام مخصوص البعض ہی ہوسکتا ہے کہ اکثر و بیشتر مقامات پہ اپنے وضعی معنیٰ میں استعمال ہوگا مگر کہیں کہیں مجازی معنیٰ بھی مراد ہوسکتا ہے۔

سرفراز صاحب ص۷۴۳ پہ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ:

"لیجیے اب وہ وقت آگیا ہے جس میں خانصاحب بریلی کو خود ان کے حوالہ سے لفظ کل کا غیر محیط غیر مستغرق ہونا منوایا جارہا ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۷۔

گکھڑوی صاحب کی ڈبل جہالت:

غور کیجیے کہ خاں صاحب کا یہ غلط دعویٰ کہ اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ (انباء المصطفیٰ ص۴)

جواب:

قارئین کرام اندازہ لگائیں کہ سرفراز صاحب کس قدر جاہل ہیں۔ کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ۔ خاص ہوکر مستعمل ہونا اور بات ہے اور تخصیص کو اصلاً قبول نہ کرنا اور چیز ہے۔ دونوں کے درمیان فرق ہے۔ جیسے سرفراز صاحب سمجھنے سے قاصر رہے ہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام چلایا ہے چنانچہ تلویح ص۱۶۳ پر لکھا ہے:

قوله وهما محكمان ليس المراد انهما لا يقبلان التخصيص اصلاً بل المراد انهما لا يقعان خاصين بان يقال كل رجل و يراد واحد الخ

یعنی ہما محکماں کی مراد یہ نہیں کہ وہ تخصیص کو قبول نہیں کرتے بالکل بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ دونوں یعنی کل اور جمیع کے الفاظ خاص ہوکر واقعہ نہیں ہوتے اس طرح کہ کہا جائے کہ ہر مرد اور مراد لیا جائے ایک کو۔

اس عبارت میں دونوں باتوں کے درمیان فرق واضح کردیا گیا ہے جس کو سرفراز صاحب سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔

سرفراز صاحب دیکھا آپ نے کہ ان کے محکم ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تخصیص کو بالکل قبول ہی نہیں کرتے بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ یہ خاص ہوکر واقع نہیں ہوتے کہ کل رجل بول کر ادنیٰ واحد مراد لیا ہے اعلیٰ حضرت نے اور سید احمد صاحب مرحوم و مغفور نے یہ کہا تھا کہ کل ایسا

عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر یعنی خاص بن کر استعمال نہیں ہوتا اور یہی بات توضیح تلویح کی مندرجہ بالا عبارت میں موجود ہے کہ بل المراد انہما لا یقفان خاصین کل کا خاص ہونا اور بات ہے اور کل کا تخصیص کو قبول کرنا امر آخر ہے۔ مگر سرفراز صاحب کی بلا جانے اس فرق کو وہ تو بغض رسول ﷺ میں مبتلا ہیں۔

سرفراز صاحب اب سمجھے کہ تخصیص کو قبول کرنا اور چیز ہے اور خاص ہو کر استعمال ہونا اور بات ہے جو بات اعلیٰ حضرت نے اور سید صاحب نے فرمائی تھی توضیح تلویح کی عبارت اس کی تائید کرتی ہے۔ ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی انتہائی لچر پوچ اور جہالت کا پلندہ ہے مگر ہاں اب بھی دیوبندیوں کے شیخ الحدیث اور امام اہل دیوبند امام اہلسنت آج کل یعنی من گھڑت۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:

کون دیکھے یہ بے لبی ان کی

باقی اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا بجا ہے کہ کبھی کل سے مراد اکثر ہوتا ہے کل سے مراد اکثر ہونا بھی بجا ہے کل بمعنی بعض آنا بھی بجا ہے کل بمعنی کلی بھی بجا ہے مگر باوجود اس کے خاص ہو کر مستعمل نہ ہونا بھی ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے۔ صاحب علم سے یہ توقع کرنا عبث ہے۔

سرفراز صاحب آپ کی پیش کردہ آٹھ عدد آیات اور تین عدد احادیث وغیرہ میں لفظ کل ہرگز خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوا بلکہ وہاں لفظ کل میں تخصیص کی گئی ہے اس لیے خاص ہو کر مستعمل نہ ہونے کو غلط ثابت کرنے کے لیے یوں آنکھیں بند کر کے استدلال کرنا سرفراز صاحب ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ کسی ذی عقل سے اس کی امید نہیں کی جا سکتی۔ یعنی قرائن کے پیش نظر ان آیات و احادیث میں کل عام نہیں بلکہ مخصوص البعض ہے اور

یہاں تخصیص کی گئی ہے نہ یہ کہ کل خاص ہو کر مستعمل ہوا ہے۔

اعتراض:

ص ۳۷۴ پر سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ:

ورالجا ضرورت تو نہیں کہ اس بحث کے بعد ہم کچھ اور بھی عرض کریں گر محض تکمیل بحث کے لیے یہ بیان کیے دیتے ہیں کہ حضرات مفسرین کرام نے تبیانا لکل شئی اور اسی مضمون کی دوسری آیات کا مطلب کیا بیان کیا ہے ملاحظہ کیجیے۔

اس کے بعد سرفراز صاحب نے تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر جامع البیان۔ تفسیر خازن۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر جلالین۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر ابن کثیر تفسیر روح المعانی۔ تفسیر کشاف اور شیعہ کی تفسیر مجمع البیان کے حوالوں سے چند عبارات نقل کرنے کے بعد سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کیا کہ تبیانا لکل شئی کی آیت سے حسب تصریح حضرات مفسرین کرام اہلسنت وجماعت (بلکہ بھی معتزلہ و شیعہ کے) صرف امور دین مراد ہیں الخ۔

جواب نمبر ۱

سرفراز صاحب اپنے دماغ کا کسی ماہر ڈاکٹر سے علاج کرائیے ورنہ خطرہ ہے کہ کہیں اچھرہ کے پاگل خانہ میں داخل کی نوبت نہ آ جائے۔ سرفراز صاحب کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قرآن کے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنا صحیح حدیث خبر واحد سے بھی جائز نہیں۔ سرفراز صاحب عجب حقیقت یہ ہے تو پھر مفسرین کرام کے ذاتی اقوال سے قرآن کے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

سرفراز صاحب اصول فقہ کی کتابوں کی تصریحات بارہا پیش کی جا چکی ہیں اس لیے ہم صرف آپ کے اپنے اقوال پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے راہ سنت کے صـ۱۳۳-۱۳۴ پر لکھا ہے کہ:

کسی عام کو خاص کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں مطلق کو مقید کرنا عام کو خاص کرنا یہی احداث فی الدین ہے۔

اور یہ کہ مطلق کو مقید کرنا اپنی طرف سے نئی شریعت گھڑنا ہے۔ اسی طرح ازالہ کے صـ۲۳۲ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہاں خبر واحد صحیح سے گاڑی نہیں چل سکتی اور قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد کا پیش کرنا ہی باطل ہے۔

اسی طرح ازالہ میں مزید اسکنہ عدیدہ میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

"قرآن کریم کے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنا خبر واحد صحیح یا قیاس سے ہرگز جائز نہیں ہے"۔

جب یہ حقیقت ہے تو پھر مفسرین کرام کے محض اقوال سے اس عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے اگر اس تخصیص یا تقیید پہ سرفراز صاحب کے پاس کوئی نص قرآنی یا حدیث متواتر یا کم از کم حدیث مشہور ہے تو وہ پیش کریں۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ سرفراز صاحب وہ کون سی آیت قرآنی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ قرآن میں فلاں فلاں اشیاء کا علم موجود نہیں ہے اور وہ کونسی حدیث متواتر ہے یا مشہور ہے کہ وہ امر مذکور پہ دلالت کرتی ہو۔ ہرگز ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ معلوم ہوگیا کہ سرفراز صاحب کا ان تفاسیر کی عبارات کو نقل کرنا بالکل بے سود اور بے محل ہے۔

جواب نمبر۲:

ان تفاسیر کی عبارات میں امور دین کا ذکر ہے مگر امور دنیاوی وغیرہ کی نفی نہیں ہے محض امور دین کے ذکر کو دیگر اشیاء کے علم کی نفی سمجھنا ؛ سے درجہ کی جہالت ہے۔ جیسے تقیکم الحر میں ذکر تو یہ

ہے کہ کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں اب یہاں انتقاد حرہ کا ذکر اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اتقاء برد (سردی) کی نفی ہوگئی ہے ہرگز نہیں اسی طرح امور دین کا ذکر امور دنیوی وغیرہ اشیاء کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوگیا کہ جناب سرفراز صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

جواب نمبر۳:

بعض مفسرین کرام نے ان آیات کو عموم پہ ہی باقی رکھا ہے اور تخصیص کا قول نہیں کیا۔ چنانچہ سرفراز صاحب کے نزدیک معتبر ترین اور عمدۃ المفسرین مفسر حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

تبیاناً لکل شئ قال ابن مسعودرضؓ بیّن لنا فی هذا القرآن کلّ علمٍ وکُلّ شئ وقال مجاهد کل حرام وحلال وقول ابن مسعود اعمّ واشملُ فان القرآن اشمل علی کل علم نافع من خبر ما سبق وعلم ما سیأتی وکل حلال وحرام وما الناس الیه محتاجون فی امر دنیاهم ودینهم ومعاشهم ومعادهم۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تبیانا لکل شئ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم میں ہر علم اور ہر شی بیان کی ہے۔ امام مجاہد نے کہا ہے کہ ہر حلال وحرام بیان کیا ہے اور ابن مسعود کا قول اعم و اشمل ہے کیونکہ قرآن کریم ہر نافع علم پر مشتمل ہے۔ جس میں پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور آئندہ آنے والے واقعات کا علم بھی ہے اور اسی طرح لوگ اپنے دین اور دنیا اور معاش و معاد میں جس چیز کے محتاج ہیں اس میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے۔

(ابن کثیر جلد ۲ صـ۵۸۲)

روح المعانی جلد ۱۴ صـ ۲۱۴ میں ہے کہ:

ومن جملته احوال الامم مع انبیاء علیه السلام۔

یعنی قرآن سابقہ امتوں کے حالات پر بھی مشتمل ہے جو ان کو اپنے

انبیاء سے پیش آئے۔

ان کے علاوہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر تفسیرات احمدیہ ص ۳ میں آیات ثلاثہ کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کا علم قرآن میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ بعض حضرات نے علم ہیئت علم طب وغیرہ کو بھی قرآن سے مستنبط فرمایا ہے۔

ان عبارات میں ابن کثیر کی عبارت میں دنیاوی اور دینی امور کے علاوہ معاش اور معاد کا ذکر بھی ہے جو سرفراز صاحب کے خلاف جاتا ہے کیونکہ وہ تو پہلے متعدد تفاسیر کے حوالے نقل کر کے امور دین میں حصر کر چکے ہیں مگر ابن کثیر نے معاشی و معادی امور کے علم کو بھی قرآن میں مانا ہے بلکہ دنیاوی اشیاء کا علم بھی ثابت کر دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ عبارات سرفراز صاحب کے موقف کے خلاف ہیں۔ ابن کثیر کی عبارت کو سرفراز صاحب نے بزعم خویش اپنے حق میں جان کر ازالہ کے ص ۴۷۵ پہ خود بھی نقل کیا ہے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں ص ۴۷۶ پہ کہ:

یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں امور دین کی قید لگانے پہ مجبور ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں۔ ابن کثیر امور دین میں حصر پہ مجبور نہیں ہوئے بلکہ امور دنیا اور معاشی و معادی امور کو بھی وہ داخل قرار دیتے ہیں۔

اور جنہوں نے صرف امور دین یا امور شرعیہ کی قید لگائی ہے وہ بھی امور غیر دین و غیر شرعی کی نفی کی دلیل نہیں بن سکتی جیسا کہ تقیکم الحرّ کی مثال سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اور یہ امور دین کی قید لگانے والے حضرات نے بربنائے مجبوری قید نہیں لگائی ورنہ حصر فرماتے اور صراحتہً نفی کرتے۔ اذ لیس فلیس۔

جواب نمبر ۴:

کسی بھی مفسر کی عبارت میں کل کے احاطہ اور استغراق کے لیے ہونے کی نفی موجود نہیں ہے بلکہ جتنی تفسیری عبارات سرفراز صاحب نے نقل کی ہیں کسی ایک عبارت میں بھی کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول احاطہ اور استغراق کے خلاف مذکور نہیں مگر اہل حق کی تائید میں امام ابن کثیر کی نقل کردہ عبارت میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر و معروف صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول و ارشاد موجود ہے کہ:

قال ابن مسعود بیّن لنا فی ھذا القرآن کل علم و کل شئ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں ہر علم اور ہر چیز کو بیان کر دیا ہے۔

اس عبارت میں بھی لفظ کل لفظ علم اور لفظ شئ نکرہ کی طرف مضاف ہے اور توضیح تلویح وغیرہ کے حوالوں سے لکھا جا چکا ہے کہ کل کی جب اضافت نکرہ کی طرف ہو تو یہ استغراق اور احاطہ علی سبیل الافراد کا فائدہ دیتا ہے تو اب ہمارے موقف کی تائید صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و ارشاد سے ہو رہی ہے مگر فریق مخالف کے شذوذ قلیلہ کی تائید میں کسی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہرگز موجود نہیں ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ تبیاناً لکل شئ کی تفسیر میں ہمارے پاس یا ہمارے حق میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت موجود ہے مگر سرفراز صاحب کے موقف کی تائید میں کسی صحابی کا قول و روایت ہرگز موجود نہیں ہے۔ اگر ایسا قول یا روایت ہوتی تو سرفراز صاحب ضرور نقل کرتے اور ظاہر ہے کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و روایت کے مقابلہ میں بہت بعد کے مفسرین کرام کا محض قول کیونکر ترجیح اور قابل قبول ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلسنت بریلوی کا موقف اس آیت کی تفسیر کے بارے میں بالکل درست

اور صحیح ہے اور فریق مخالف کا موقف باطل و مردود ہے۔

ابن کثیر کی عبارت میں کلٌ علمٍ و کل شئی کے احاطہ علی السبیل الافراد اور استغراق کے لیے ہونے پر ایک واضح قرینہ اس عبارت میں یہ موجود ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے قول کے بعد مقابلتہً امام مجاہد کا قول کل حلال و حرام مذکور ہے اس قول کا مذکور ہونا دلیل ہے کہ ابن مسعود کے قول میں مراد استغراق ہی ہے اور وہ بھی حقیقی نہ عرفی و اضافی۔ کیونکہ مقابلتہً مذکور قول امام مجاہد بھی تو استغراق عرفی کے لیے یا اضافی کے لیے۔ ہے کیونکہ اس میں بھی کل کی اضافت حلال و حرام نکرہ کی طرف ہے۔ وہ استغراق ہی کو چاہتی ہے۔ مگر یہاں یقیناً استغراق سے حقیقی ہی مراد ہے۔ تو چونکہ امام مجاہد کا قول مقابلہ میں آچکا ہے۔ اس لیے قول ابن مسعود میں استغراق حقیقی ہی مراد ہوگا۔ لہٰذا علم اور شے کا ہر ہر فرد اس میں داخل ہے ورنہ تقابل صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ واضح ہے۔

باقی امام رازی کا یہ کہنا کہ جو علوم دینی نہیں قرآن کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بھی درست اور قابل قبول بات نہیں ہے۔ کیونکہ جب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں تعلیم و استغراق موجود ہے تو پھر ان کے قول و روایت کے مقابلہ میں امام رازی کے قول کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔

سرفراز صاحب خود ہی ازالہ کے ص ۴۷۵ پر امام رازیؒ کا قول نقل کرتے ہیں اور پھر اس کے متصل بعد تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۸۲ سے عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے قول صحابی کے بلکہ حدیث موقوف کے مقابلہ میں امام رازی وغیرہ کے اقوال کو قابل عمل اور راجح مانتے ہیں۔ حالانکہ خود امام ابن کثیر نے حدیث موقوف کو اعم و اشمل کہہ کر اپنے نزدیک مقبول و پسندیدہ بنایا ہے اور علم نافع سے مخالسلہ

نہ کھائیں کیونکہ فی نفسہٖ پر علم نافع ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے مفصل طور پر ثابت کر دیا گیا ہے۔ علم کی صفت نافع کے ساتھ یہ صفت کاشفہ ہے۔ احترازی نہیں ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۴۷۶ تا ۴۷۷ پر لکھتے ہیں کہ:

" خاں صاحب (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) کا تو یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ہر چیز کا بیان اور قرآن کریم جن علوم پر مشتمل ہے وہ سب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ مگر امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ:

واعلم ان علوم القرآن ثلاثة اقسام الاول علم ولم يطلع الله عليه احداً من خلقه وهو ما استأثر به من علوم اسرار كتابه من معرفته كنه ذاته وغيوبه التي لا يعلمها الا هو وهذا لا يجوز لاحد الكلام فيه بوجهه من الوجوه - اجماعًا -

اسی طرح مزید لکھتے ہیں کہ وہ علوم جن کو خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا وہ غیوب کی مد میں ہے جیسے وہ آیات جو قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف مقطعات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کے علم کا حال بھی یہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا متشابہات کے علم کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے (یعنی علم قطعی جو مختلف فیہ ہے نہ ظنی)

اس میں خاصا اختلاف ہے۔ مفتی صاحب توضیح دیکھتے تو اس کو احناف کا اتفاقی عقیدہ قرار نہ دیتے۔ ص ۴۷۷ تا ص ۴۷۸۔

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب لکھتے لکھتے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ خود متعدد تفاسیر کے حوالجات سے بزعم خویش یہ ثابت کرتے ہیں ص ۳۷۴ سے ۳۷۶ تک کہ آیت میں کل شیئ سے مراد صرف امور دین اور امور شرعیہ ہیں اور بس مگر یہاں ص ۳۷۷ پہ یہ ثابت کر رہے ہیں اتقان کے حوالے سے کہ قرآن میں ایک علم وہ بھی ہے جس پہ خدا نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ اپنے محبوب علیہ السلام کو بھی مطلع نہیں فرمایا۔ لیجئے سرفراز صاحب اب تو جناب کی اپنی تحریر و قول سے ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن امور دین کے علاوہ اسرار و رموز کے علوم پہ بھی مشتمل ہے یا ایسے علوم پہ بھی مشتمل ہے جو خاصہ ہیں ذات باری تعالیٰ کا اب تو آپ نے غیر شعوری طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن میں صرف امور دین ہی کا علم نہیں بلکہ اُن کے علم کے علاوہ مزید علوم بھی موجود ہیں۔

باقی جو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تمام علوم حضور علیہ السلام کو حاصل ہیں تو اس سے مراد قرآن کے غیر متناہی علوم ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کے وہ متناہی علوم مراد ہیں جو آپ کی شایان شان ہیں غیر متناہی کی تخصیص عقلی کی جائے گی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

متشابہات کی بحث:

سرفراز صاحب کا مقصد یہ ہے تفسیر اتقان کی دو عدد عبارات سے جن کو ص ۳۷۷ پہ نقل کیا کہ متشابہات کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا نہیں ہوا۔

جواب نمبر ۱:

ہمارے نزدیک متشابہات کا علم آپ کو بذریعہ وحی و الہام حاصل ہوا ہے اور آپ کو وحی سے عطا کیا گیا ہے اور ان متشابہات کے علم کو بذریعہ اجتہاد حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کا حصول وحی ربانی سے

ہوتا ہے یا الہام ربانی سے اور سرفراز صاحب نے تفسیر اتقان سے جو عبارت نقل کی ہے اُس سے بھی بذریعہ اجتہاد جاننے کی نفی ہے۔ وحی اور الہام ربانی سے جاننے کی نفی نہیں ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب کی نقل کردہ عبارت میں صراحتہً یہ جملہ موجود ہے، کہ:

یعنی متشابہات کی تفسیر میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں ہے۔

باقی احناف کے نزدیک متشابہات کا علم آپ کو عطاء ہوا ہے۔

۱۔ چنانچہ اصول الشاشی ص ۲۲ حاشیہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ:

قوله المتشابه وهو ما انقطع رجاء معرفة المراد منه في الدنيا بالنسبة الى الأمة ولا يرجى بدوه اصلاً واما بالنسبة الى النبي عليه السلام فمعلوم وقت نزول القرآن بلا تفرقة بينه وبين سائر القرآن كيلا لا يلزم السفيه الخ

خلاصہ یہ کہ امت کے افراد کو اس کے مرادی معنی کی معرفت دنیا میں ممکن نہیں۔ مگر حضور علیہ السلام نزول قرآن کے وقت سے ہی متشابہات کا علم باقی قرآن کی طرح حاصل تھا ورنہ آپ کا سفیہ ہونا لازم آئے گا۔

حاشیہ نمبر ۳ میں فرماتے ہیں:

واما في حق النبي عليه السلام فكان معلوماً والا تبطيل فائدة التخاطب الخ

یعنی حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم تھا ورنہ تخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا۔

۲۔ حسامی کے حاشیہ نمبر ۹ میں لکھا ہے کہ:

الا ان فخر الاسلام وشمس الائمة استثناء النبي صلى الله عليه وسلم مذكرا ان المشابه وضح له دون غيره۔

یعنی فخر الاسلام اور شمس الائمہ سرخسی نے حضور علیہ السلام کی استثناء فرمائی ہے اور کہا ہے کہ متشابہات کو آپ جانتے تھے وغیرہ۔

۳۔ اور نامی شرح حسامی میں لکھا ہے:

وکلمہ التوقف فیہ ابداً ای فی قضا لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلم المتشابہات کما صرح بہ فخر الاسلام فی اصولہ (حسامی مع النامی ص۲۱)

۴۔ نور الانوار ص۹۳:

وھذا فی حق الامۃ واما فی حق النبی علیہ السلام فکان معلوماً والا تبطل فائدۃ التخاطب الخ

یعنی قیامت کے بعد متشابہات کا ہر ایک کے لیے مکشوف ہونا امت کے حق میں ہے اور حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات کا حکم یہ ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کو معلوم تھے ورنہ تخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا۔

ان عبارات اربعہ سے بالکل ثابت ہو گیا ہے کہ قرآنی متشابہات کا علم آپ کو عطا کیا گیا ہے

لہٰذا سرفراز صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے اور سرفراز صاحب کی جہالت کا شاہکار ہے۔

۵۔ وعن ابن عباس رض انہ کان یقول الراسخون فی العلم یعلمون تاویل المتشابہ وانا ممن یعلم تاویلہ۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ علم میں مضبوط قدم رکھنے والے متشابہات کی تاویل کو جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں۔

آگے ہے کہ:

والحق ان ھذا لا یختص المتشابہ بل اکثر القرآن من ھذا

القبیل لانہ بحر لا ینقضی عجائبہ ولا ینتہی غرائبہ فانی للبشر الغوص علی لآلیہ والاحاطتہ بکنہ ما فیہ ومن ھذا قیل ھو معجز بحسب المعنی ایضاً التوضیح والتلویح ص۲۹۶۔

(اتقان جلد دوم ص۳)

حاشیہ نمبر ۸ میں ہے:

ولذالک قیل ان المتشابہ سرٌ بین اللہ وبین رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فما علمہ الراسخون وما نقل عن السلف لیس من التاویل بمعنی ما یؤل الیہ بل من قبیل تفسیر الہامی الخ

التوشیح حاشیہ التوضیح۔

یہ عبارات واضح کرتی ہیں کہ جناب ابن عباسؓ کے نزدیک راسخون بھی متشابہات کو جانتے ہیں۔ بلکہ خود جناب ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں خود بھی جانتا ہوں۔

اور یہ کہ آئمہ کرام کا ظاہری تاویل بتانا اور حقیقی تاویل میں کلام نہ کرنا یہ چیز متشابہات سے مخصوص نہیں بلکہ قرآن کا اکثر حصہ اسی قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ قرآن ایسا سمندر ہے جس کے عجائب وغرائب نہ ختم ہو سکتے ہیں اور نہ منتہی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کے سمندر میں غوطہ لگا کر تمام موتی حاصل کرے اور قرآن کریم کے معلومات کی کنہ کا احاطہ کر سکے اسی وجہ سے قرآن معنیٰ کے لحاظ سے بھی معجز قرار دیا گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ متشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہے اس کا علم راسخون کو بھی حاصل نہیں اور سلف سے جو منقول ہے کہ راسخون متشابہات کی تاویل کو جانتے ہیں۔ تو یہ تاویل ما یؤل الیہ کے معنیٰ میں نہیں بلکہ یہ تفسیر

الہامی کے قبیل سے ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ متشابہات کا علم راسخون کو حاصل ہو یا نہ ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور حاصل تھا۔ وہو المدعی۔

باقی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ توضیح میں لکھا ہے:

ولم یظہر احدًا من خلقہ علیہ ص۱۵۔

تو جوابًا عرض ہے کہ اس عبارت سے کم از کم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی جائے گی۔ منقولہ عبارات کے پیش نظر اور اس عبارت سے مراد سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر افراد خلق ہوں گے۔

سرفراز صاحب کی حماقت:

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۴۲۸ پر لکھتے ہیں کہ:

"خاں صاحب کی مطلب پرستی۔ اس عنوان میں فرماتے ہیں کہ خاں صاحب نے اقوال سے گلو خلاصی کی جو ناکام کوشش کی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ چنانچہ ملفوظات حصہ سوم ص۷ میں لکھا ہے غرض بہت سے مقامات پر ائمہ تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے۔ مثلاً قاضی بیضاوی یا اور ائمہ مثلاً خازن وغیرہ نے تبیانًا لکل شیء کو مخصص بتایا ہے۔ ارشاد قاضی بیضاوی یا خازن وغیرہ نے ائمہ تفسیر نہیں، کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات ائمہ تفسیر صحابہ ہیں اور تابعین عظام میں بھی عظام کی تخصیص ہے۔ بلفظہ خاں صاحب ہی بتائیں کہ تیرھویں صدی کے ایک مفسر صاوی تو آپ کے نزدیک مفسر ہیں اور اس کی بات حجت ہے اور اسی طرح جمل وغیرہ

مفسر ہیں اور ان کی تفسیر حجت ہے مگر قاضی بیضاوی اور خازن وغیرہ مفسر نہیں ہیں۔ جن کو تمام اہلسنت وجماعت باتفاق مفسر تسلیم کرتے ہیں اس کی کوئی معقول اور صحیح وجہ بتائیں۔

جواب نمبر۱

قارئین کرام سرفراز صاحب کی جہالت ملاحظہ فرمائیے کہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے غیر کو ائمہ تفسیر قرار دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین عظام کے غیر کو مفسر کہنا اور بات ہے مگر ائمہ تفسیر ماننا اور بات ہے۔ سرفراز صاحب اس کی تغلیط یا تردید تو نہیں کر سکے۔ البتہ یہ اعتراض کر دیا ہے کہ صاوی وجمل کو مفسر مانتے ہیں اور ان کے اقوال کو حجت بھی قرار دیتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ سرفراز صاحب آپ بات سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت یا ہمارے دیگر اکابر نے جہاں کہیں ان کے اقوال نقل کیے ہیں بطور حجت نہیں بلکہ اپنی تائید میں نقل کیے ہیں۔ اصل استدلال تو قرآن سے ہے یا حدیث سے ایسے مفسرین کے اقوال تائید کے طور پر نقل کیے جاتے ہیں ان کو آپ کا حجت کہنا یا سمجھنا آپ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

تمام کتب اصول فقہ میں صراحتہً ادلہ شرعیہ چار قرار دی گئی ہے۔ کتاب اللہ (یعنی مخصوص حصہ) سنت رسول (تعداد مخصوصہ) اجماع امت اور قیاس مجتہدین کرام اور کتاب اللہ کی وہی تفسیر معتبر وقابل قبول ہوتی ہے۔ جو تفسیر قرآن بالقرآن یا تفسیر قرآن بالحدیث ہو یا پھر صحابۂ کرام کے اقوال سے خصوصًا فقہاء صحابہ وخلفاء راشدین کے اقوال سے باقی تابعین یا تبع تابعین کے قول سے تفسیر اگر روایت کی روشنی میں ہے تو معتبر ہوگی اور غیر معتبر ہوگی۔ ماخوذ از اعلاء کلمۃ اللہ لعلامۃ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا اعتراض بے بنیاد ہے۔

رہا یہ کہ علامہ بغوی ابن کثیر آلوسی وغیرہ ائمہ تفسیر میں شامل ہیں یا نہیں۔

تو جواباً عرض ہے کہ نہ یہ حضرات صحابہ ہیں نہ تابعین عظام نہ تبع تابعین ان کو
معنیٔ خاص کے لحاظ سے آئمہ تفسیر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مفسرین کہہ سکتے ہیں۔
مفسرین میں سے ہونا اور بات ہے اور آئمہ تفسیر ہونا اور بات ہے۔ باوجود
اس کے ان کے اقوال جو فرمان رسول اللہ علیہ وسلم یا فعل
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اقوال وافعال صحابہ کرام سے مبرہن و مزین ہوں
گے وہ حجت کا درجہ رکھیں گے

ایک اعتراض:

سرفراز صاحب کہتے ہیں صہ ۷۴ پر:

اور کیا حضرت مجاہد بن جبیر جو تابعین عظام میں سے ہیں وہ بھی آئمہ تفسیر
سے ہیں یا نہیں سوچ کر بتائیے گا۔ تمام اہلسنت تو ان کو تابعین میں درجہ اول
کے مفسر مانتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر جلد اول صہ ۴ پہ فرماتے ہیں کہ،
جب قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن و سنت اور صحابہ کرام سے نہ مل سکے تو
بہت سے آئمہ دین نے حضرات تابعین کے اقوال کی طرف رجوع فرمایا ہے
جیسے حضرت مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ۔ کیونکہ وہ درجہ اول کے مفسر تھے۔

جواب نمبر ا:

گذارش ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ کا مجاہد بن جبیر کو درجہ اول کا مفسر قرار
دینا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت نے بھی تابعین عظام کو آئمہ تفسیر میں
شامل لکھا ہے اور سرفراز صاحب نے بھی تو مجاہد بن جبیرؒ کو تابعین عظام
میں سے لکھا ہے جیسا کہ ان کی عبارت میں صراحتہً مذکور ہے اس لیے
سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی مبنی بر جہالت ہے باقی رہا کہ مجاہد بن جبیر نے
تفسیر میں تبیاناً لکل شیٔ سے مراد یہ حلال وحرام لیا ہے۔
تو جواباً عرض ہے کہ اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے
کلّ علم و کلّ شیٔ مروی ہے اور امام ابن کثیرؒ نے آپ کے قول

کو ہی عام و شامل قرار دیا ہے۔
لہٰذا ایسے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں مجاہد بن
جبیر کی تخصیص قابل قبول اور قول مرجوح رہے گی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
کو ہی معتبر و راجح قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جواب نمبر ۲:

اگر آیت مذکورہ کی تفسیر میں امام مجاہد ہی کے قول کو معتبر مانا جائے تو
پھر سرفراز کے بھی یہ قول خلاف جاتا ہے۔ کیونکہ سرفراز صاحب ابن کثیر سے
ازالہ کے صہ ۷۵ پر جو عبارت نقل کر چکے ہیں اُس میں ہے۔ و ما الناس الیہ
محتاجون فی امر دنیاهم و دینهم و معاشهم و معادهم۔
اس عبارت میں حلال وحرام یا امور دینیہ میں حصر نہیں کی گئی۔ بلکہ امور دنیاویہ
اور امور معاش و معاد کی تعمیم موجود ہے۔ حالانکہ امام مجاہد کا قول حلال وحرام
میں حصر کا متقاضی ہے۔
ازالہ کے صفحہ ۷۷ اپر سرفراز صاحب تفسیر اتقان جلد ۲ صہ ۱۸۲ سے نقل
کر چکے ہیں کہ قرآنی علوم تین قسم کے ہیں جن میں ایک قسم علوم غیبیہ اور اسرار و
رموز کے علوم کی ہے جو ذات باری سے مخصوص ہیں۔
یہ عبارت اور امام مجاہد کا قول بھی باہم متضاد ہیں کیونکہ ان کے قول میں
کلّ حلال و حرام کی قید ہے ثابت ہو گیا کہ امام مجاہد کا قول خود سرفراز
صاحب کے بھی خلاف ہے۔ سرفراز صاحب اگر تفسیر ابن کثیر اور اتقان سے
اپنی نقل کردہ عبارت کو مانتے ہیں تو پھر امام مجاہد کے قول کی خلاف ورزی
کرنی پڑتی ہے اور اگر امام مجاہد کے قول کو معتبر مانتے ہیں تو پھر تفسیر ابن کثیر
اور تفسیر اتقان سے اپنی نقل کردہ عبارات کا انکار کرنا لازم آئے گا
اس معمہ کو حل کرنا سرفراز صاحب ہی کی ذمہ داری ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ۔۔۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

باقی امام مجاہد بن جبیر کی عظمت وفضیلت کا کوئی منکر نہیں ہے وہ اپنی جگہ مسلّم ہے مگر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں اُن کے قول کو معتبر ماننا قطعاً ظلم اور ناانصافی ہوگی اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادتی ہوگی۔

سرفراز صاحب ص ۴۷۹ پر لکھتے ہیں کہ:

اور کیا خاں صاحب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی مفسر ہیں یا نہیں۔ جمہور علماء اسلام تو ان کو حضرات صحابہ کرامؓ کے درجہ اول کا مفسر تسلیم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳ وغیرہ۔

اور امام نوویؒ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

فن تفسیر میں وہ حضرات خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۹۳۔

اور حضرت ابن مسعودؓ تو بقول حافظ ابن کثیر تبیاناً لکل شیٔ کی تفسیر یہ علم نافع ہے اور حلال وحرام اور اخبار غیب کے علاوہ ایسے امور سے کرتے ہیں۔ جن کی لوگوں کو دین اور دنیا اور معاش ومعاد وغیرہ میں ضرورت ہو۔

جواب نمبر ۱:

یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے۔ سرفراز صاحب کی عبارت میں لکیر کشیدہ جملوں پر غور فرمایئے کہ کل شیٔ کی تفسیر میں جناب عبداللہ بن مسعودؓ نے علم نافع اور حلال وحرام اور اخبار غیب کے علاوہ دیگر امور دینی ودنیاوی کا ذکر کیا ہے۔ صرف امور دین یا احکام شرعیہ میں حصر نہیں کی گئی۔ جب خود سرفراز صاحب نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ کل شیٔ سے مراد جناب عبداللہ بن مسعودؓ کے مطابق امور دین ہی نہیں بلکہ اخبار غیبیہ اور

اور امور دنیاوی اور معاش ومعاد بھی اس میں داخل نہیں تو پھر اس کو سرفراز صاحب کا اپنے حق میں سمجھنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا ان کے قول سے استدلال اپنے مدعا پر غلط اور مردود ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی عظمت وفضیلت کا کون انکار کرتا ہے۔ مگر سرفراز صاحب جن کی عظمت وفضیلت کو ابن کثیر اور نووی شرح مسلم سے ثابت کرتے ہیں اُن کا قول سرفراز صاحب کے ہی خلاف ہے ہمارے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ بلکہ بحمدہٖ تعالیٰ وہ ہمارے حق میں ہے کیونکہ اس میں تخصیص نہیں بلکہ تعمیم ہے۔ اسی لیے امام ابن کثیر نے ان کے قول کو اعم واشمل قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۸۲ میں یہ تصریح موجود ہے کہ:

وقول ابن مسعودؓ اعمّ واشملُ الخ

اور پھر اس عبارت کو خود سرفراز صاحب اپنے لیے مفید مطلب جان کر ازالہ کے ص ۴۷۵ پر بھی نقل کر رہے ہیں۔ اس کو اُن کا اپنے حق میں سمجھنا ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے یا پھر جہالت کا۔

سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۴۸۰ پر لکھتے ہیں کہ:

خاں صاحب! آپ اگر تبیاناً لکل شیٔ کی اپنی خودساختہ اور خانہ ساز تفسیر کے بغیر اور کسی مفسر کی تفسیر کو نہیں سننا چاہتے تو صاف فرما دیں کہ میرا قلب مبارک اپنی خانہ ساز تفسیر کے علاوہ اور کسی تفسیر کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر یہ عذر لنگ کیا ہوا کہ قاضی بیضاوی اور علامہ خازن وغیرہ ائمہ تفسیر ہی نہیں ہیں الخ۔

سرفراز صاحب کا اندھاپن:

جواب: سرفراز صاحب کتنے جاہل ہیں کہ کل شیٔ کی اعلیٰ حضرت

کی طرف سے پیش کردہ تفسیر کو خود ساختہ اور خانہ ساز قرار دیتے ہیں۔ سرفراز صاحب آپ نے خود ابن کثیر اور اتقان کے جو حوالے ص ۵،۴۷ اور ص ۵۰،۴ پر نقل کیے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول اعمّ واشمل مذکور ہے اور جن میں قرآن کے علوم کو تین اقسام میں بیان کیا ہے۔ اور یہ کہ قرآن میں امور دین کے علاوہ اخبار غیب کا علم اور اسرار ورموز وغیرہ کا علم بھی موجود مانا ہے کیا اس کو بھی آپ خود ساختہ اور خانہ سازی قرار دیں گے۔

سرفراز صاحب کچھ تو شرم کرنا چاہیئے اور کچھ تو خوف خدا کو دل میں جگہ دیں۔ بلکہ سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۴۸ پہ آپ نے ابن کثیر جلد ۲ ص ۴۹ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ بھی اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہلسنت کی خوب تائید کرتی ہے اور آپ کے سراسر خلاف جاتی ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو،

وتفصيل كل شئ من تحليل وتحريم ومحبوب ومكروه وغير ذالك من الامر بالطاعات والواجبات والمستحبات والنهى عن المحرمات وما شاكلها من المكروهات والاخبار عن لامور الجليلة وعن الغيوب المستقبلة المجملة والتفسيلية والاخبار عن الرب تبارك وتعالى بالاسماء والصفات وتنزه عن مماثلة المخلوقات۔

ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:

تفصیل کل شئ سے حلال وحرام محبوب ومکروہ اور امر بالطاعات اور واجبات اور مستحبات اور محرمات سے نہی اور اسی طرح مکروہات سے کنارہ کشی کرنا وغیرہ مراد ہے اور اسی طرح بڑے بڑے امور کی خبر دینا اور اسی طرح غیوب مستقبلہ کے بارے میں اجمالی اور تفصیلی خبریں دینا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء

اور صفات اور اس کے مخلوقات کی مماثلت سے منزہ ومبرا ہونے کی خبریں دینا اس میں شامل ہے

قارئین کرام۔ اس عبارت میں صاف واضح ہے کہ تبیاناً لکل شئ اور تفصیلاً لکل شئ میں صرف احکام شرعیہ وامور دین ہی مراد نہیں بلکہ بڑے بڑے امور کی خبر دینا اور مستقبل کے غیوب مجملہ اور تفصیلیہ کی اور ذات باری تعالیٰ کے صفات واسماء کی خبریں دینا بھی اس میں شامل ہے۔

ایسی عبارت کے ہوتے ہوئے سرفراز صاحب کا امور دین سے تخصیص کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ کیوں جناب ابن کثیر کی یہ عبارت وہی کچھ نہیں بتاتی جو اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہلسنت نے فرمایا ہے۔ کیا اس عبارت میں امور دین کی تخصیص ہے یا واضح تعمیم موجود ہے۔ کیا غیوب کا لفظ موجود نہیں کیا غیوب مستقبلہ مجملہ وتفصیلیہ کی تصریح موجود نہیں یقیناً ہے تو پھر کیا اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ تفسیر کو خود ساختہ اور خانہ ساز قرار دینا جہالت وحماقت نہیں یقیناً ہے۔

سرفراز صاحب آپ کی اپنی نقل کردہ عبارات سے اعلیٰ حضرت و دیگر علماء حق اہلسنت وجماعت کے موقف کی صاف و صریح الفاظ میں تائید ہو رہی ہے۔

ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی جہالت کا پلندہ ہے اور حماقت کا مجسمہ ہے

سچ ہے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

ترجمہ میں گکھڑوی کی بد دیانتی

قارئین کرام سرفراز صاحب کی ذرا بد دیانتی بھی ملاحظہ فرمالیں کہ وہ اپنے اکابر کے قدم بقدم چلتے ہوئے عبارت کا ترجمہ کرنے میں بھی

بد دیانتی اور خیانت مجرمانہ سے باز نہ آسکے۔

ازالہ کے صفحہ ۴۸۰ پر ابن کثیر کی مندرجہ بالا عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"کچھ اجمالی اور کچھ تفصیلی خبریں دینا"

سرفراز صاحب ذرا یہ تو بتائیں کہ یہ کچھ کونسے لفظ کا ترجمہ ہے۔ عربی عبارت میں تو کوئی ایسا لفظ ہرگز موجود نہیں ہے پھر یہ خود ساختہ اور خانہ ساز ترجمہ کر کے آپ نے اس بددیانتی اور مجرمانہ خیانت کا مظاہرہ کر کے دین کی کونسی خدمت سرانجام دی ہے۔ سچ ہے۔

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

سرفراز صاحب کا خبط:

ازالہ کے ص ۴۸۰ سے ص ۴۸۳ تک سرفراز صاحب۔ ابن کثیر۔ جلالین۔ کبیر۔ ابوالسعود۔ البدایہ والنہایہ کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

یہ ہیں تفصیلاً لکل شئی وغیرہ آیات جن سے فریق مخالف نے علم غیب کل پر استدلال کیا ہے اور کسی ایک معتبر اور مستند مفسر سے بھی ان آیات کی تفسیر میں علم غیب کلی قیامت تک اثبات محال ہے۔

جواب نمبر۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب مندرجہ بالا تفاسیر سے چند عبارات سورہ یوسف اور سورہ انعام کی تفسیر میں بزعم خویش مفید مطلب سمجھ کر نقل کی ہیں۔ حالانکہ تبیانا لکل شئی کی تفسیر میں وہ جتنی عبارات نقل کر چکے ہیں اُن کے جوابات دیئے جا چکے ہیں اور درحقیقت ان عبارات کے جوابات بھی وہی ہیں۔

اول یہ کہ ان عبارات میں امور دینی اور احکام شرعیہ کی حصر پہ دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔ اس لیے عبارات منقولہ سے امور شرعیہ یا دینیہ کی حصر ثابت نہیں ہے۔

دوم یہ کہ امور دین کا ذکر دیگر اشیاء کے علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ تعلیم الحرث کی مثال دے کر واضح کر دیا گیا ہے۔

سوم یہ کہ سرفراز صاحب کی اپنی نقل کردہ تفسیری عبارات اُن کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اُن میں امور دین کے علاوہ امور دنیاوی وغیرہ اور علوم غیب مستقبلہ مجملہ ومفصلہ کی اور اسرار و رموز کے علم کی تصریح موجود ہے۔

جیسا کہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۹۰ اور اتقان جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ کی عبارات شاہد عدل ہیں اور یہ دونوں عبارات ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

جواب نمبر۲:

ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں کہ جس قدر عبارات نقل کی گئی ہیں۔ کسی ایک میں بھی سوا ابن کثیر کی عبارت کے قول صحابی تفسیر میں منقول نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف ابن کثیر کی عبارت میں ہے اور وہ قول ہے جناب عبداللہ بن مسعودؓ کا اور وہ خود ہمارے حق میں ہے کیونکہ اس میں تخصیص نہیں بلکہ تعمیم ہے اور اسی کو ابن کثیر نے اعم واشمل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس لیے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و ارشاد کے مقابلہ میں کسی مفسر کی ذاتی رائے ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

جواب نمبر۳:

جن مفسرین کرام کے اقوال سورۂ یوسف اور سورۂ انعام کی تفسیر میں نقل کیے گئے ہیں وہ اُن کے محض اقوال ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطلق اور عام کو مقید یا خاص کرنا صحیح خبر واحد سے بھی ہرگز جائز نہیں چہ جائے کہ مفسرین کی ذاتی آرا سے اس کی تقیید یا تخصیص کر لی جائے۔ اور

یہ ضابطہ سرفراز صاحب کا اپنا مسئلہ ہے جیسا کہ ان کی اپنی زبان کتابوں کے حوالوں سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ خصوصاً جبکہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وارشاد علی التعمیم موجود ہے۔ جس کو امام ابن کثیر نے بھی اعم و اشمل قرار دیا ہے۔

سرفراز صاحب ص ۴۸۲ پہ لکھتے ہیں کہ:

ہر چیز کو دین کہنا غلط ہے۔ کیونکہ ہم پہلے ابواب میں امور دین اور دنیا کا فرق ثابت کر چکے ہیں۔ (ملخصاً)

جواب:

امور دین اور دنیا کا فرق لکھ کر سرفراز صاحب نے ہماری ہی تائید کر دی ہے کیونکہ وہ خود بعض عبارات مندرجہ بالا میں یہ لکھ چکے ہیں کہ قرآن میں امور دین کے علاوہ امور دنیا کا علم بھی موجود ہے اور اسرار ورموز کا بھی اب یہ بھی مان لیا ہے کہ امور دین اور امور دنیا الگ الگ ہیں تو پھر دونوں کا علم قرآن میں ماننے کے بعد حضور علیہ السلام سے امور دنیاوی کے علم کا انکار قرین انصاف نہیں ہے۔

ص ۴۸۲ پہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

فریق مخالف ہی بتائے کہ ہر ایک انسان وحیوان حتیٰ کہ کتے کے سر اور بدن کے بالوں کی تعداد کے جاننے کا دین سے کیا تعلق ہے۔ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی مکھیاں اور مچھر اور دیگر کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے الخ۔ ان لایعنی باتوں کا دین سے کیا لگاؤ ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب یہ سوال تو آپ اس سے کریں جو دین کے علاوہ امور دنیاوی کا اقرار نہ کرتا ہو۔ سرفراز صاحب ان مذکورہ بالا اشیاء کا اگر دین

سے کوئی تعلق نہیں تو کیا ان کا دنیا سے بھی کوئی تعلق نہیں کیا یہ امور واشیاء دنیاوی سے خارج ہیں اور کیا فالتو اشیاء کا جاننا علمی کمال نہیں ہے اور کیا صرف مفید چیز کو جاننا ہی کمال ہے اور مضرات وغیرہ کو جاننا کمال علمی میں داخل نہیں ہے۔ یقیناً ہے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی بے ہودہ ہے۔

ص ۴۸۳ پہ شیعہ کی کتاب اصول کافی ص ۱۴۰ کی عبارت کہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ:

آسمان وزمین میں جو کچھ ہے میں اس کو جانتا ہوں۔ کیونکہ قرآن تبیاناً لکل شیء ہے جس طرح غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ سراسر غیر اسلامی اور شیعہ شنیعہ وغیرہم سے مستعار ہے۔ اسی طرح تبیاناً لکل شیءٍ سے اس پہ دلیل قائم کرنا بھی اہل تشیع سے مستعار ہے اور لیجئے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں کا قاعدہ کس فرقہ سے جا ملا ہے الخ۔

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب حماقت کے نقطۂ عروج پہ فائز ہو چکے ہیں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کسی ایک دو یا چار باتوں میں کسی فرقہ ضالہ سے متفق ہونا ہرگز گمراہی وضلالت کی دلیل نہیں ہے۔ جب تک واقعی گمراہوں کے عقائد کو نہ اپنالے ورنہ سرفراز صاحب ہی بتائیں آپ بھی خدا پہ ایمان رکھتے ہیں بزعم خویش اور شیعہ بلکہ مرزائی بھی ایک ہی مانتے ہیں۔ سرفراز صاحب آپ بھی قرآن پہ ایمان کے دعویدار ہیں اور قادیانی بھی بلکہ امت مسلمہ میں تمام گمراہوں کا بھی قرآن پہ ایمان کا دعوے دار ہے۔ سوائے بعض رافضیوں کے سرفراز صاحب آپ بھی پانچ نمازوں کے قائل ہیں اور شیعہ بھی پانچ کے ہی قائل ہیں۔ بلکہ قادیانی بھی پانچ ہی مانتے ہیں تو کیا آپ کو ان مذکورہ

بالا میں ان مرتدوں یا گمراہوں سے اس اتفاق جزوی کی بناء پر اُن کا ہم نوالہ و ہم پیالہ کہہ دیا جائے اور آپ کو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ جناب آپ کا قارورہ ان گمراہوں میں سے کس سے ملتا ہے اور کیا جس طرح اولیاء کرام کے لیے علم غیب کا انکار معتزلہ فرقہ نے کیا ہے اور آپ بھی کرتے ہیں۔ علم نہیں مانتے اخبار غیب مانتے ہیں تو کیا آپ کا قارورہ بھی معتزلہ سے نہیں مل چکا۔ جبکہ اہلسنت اولیاء کرام کے حق میں بعض علم غیب کے قائل ہیں مگر معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ سرفراز صاحب اتنا خبطی ہو جانا مناسب نہیں ہے کہ ایسی لچر پوچ اور کمزور گفتگو کرنے لگیں کہ خود گرفت میں آجائیں۔

اولیاء کرام کے لیے بعض علم غیب کا انکار معتزلہ کا مذہب ہے۔

چنانچہ علامہ شامی ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۸۰ طبع مصر میں فرماتے ہیں کہ:

قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملة کرامات الاولیاء الاطلاع علیٰ بعض المغیبات وردّوا علی المعتزلة المستدلین بهذا الآیة علیٰ نفیها الخ

یعنی میں کہتا ہوں کہ بلکہ کتب عقائد میں علماء نے ذکر کیا ہے کہ اولیاءٔ کرام کی کرامات میں سے ہے بعض پر خبردار ہو جانا اور انہوں نے معتزلہ کا رد فرمایا ہے۔ جو اس آیت سے کرامات کی نفی پر استدلال کرتے ہیں۔

اس عبارت کو خود سرفراز صاحب بھی اپنی کتاب تفریح الخواطر کے ص ۱۹۲ پر نقل کر چکے ہیں۔ اس عبارت سے بالکل واضح ہے کہ احناف کے نزدیک بعض علم غیب اولیاء کرام کی کرامات میں داخل ہے۔ مگر معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اولیاء کے لیے علم غیب کا انکار کر کے سرفراز صاحب نے اپنا قارورہ معتزلہ سے ملایا ہے یا نہیں۔ یقیناً ملایا ہے اور در حقیقت

معنوی طور پر ان کا معتزلہ سے خاصہ گہرا تعلق ہے۔

سرفراز صاحب تبیاناً لکل شئی سے استدلال شیعہ سے مستعار ہے اگر ہے تو پھر ذرا ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ کا قارورہ بھی کیا شیعہ سے آپ ملائیں گے۔ کیونکہ وہ تفسیرات احمدیہ ص ۳ پہ علوم قرآنیہ کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذھو بحر مدید لا یحد قعر ائلاۃ وواد عظیم لا یقتنص شواردہ و کیف لا وقد قال اللہ تعالیٰ مافرطنا فی الکتاب من شئ وقال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ وقال نزّلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ فما من شئ الا ویمکن استخراجهٗ من القرآن حتی استنبط بعضهم علی الهیئة والهندسة والنجوم والطب و اکثر العلوم العربیة منهٗ الخ

تھوڑا آگے فرماتے ہیں:

وقال القاضی ابوبکر العربی فان قانون التاویل علوم القرآن خمسون علمًا واربعه مائة علم وسبعة الالف علم وسبعون الف علم علی عدد کلم القرآن مضروبة فی اربعه اذ لکل کلمة منها ظهر وبطن الخ

آگے فرماتے ہیں:

واما جملة ما یشمله القرآن بظاهر عباراته وبادی اشاراته فعلی ما ذکره الفقیه ابو اللیث سبعة القصص الماضیة والاخبار الاتیة من الوعد والوعید والامثال والمواعظ والاحکام الشرعیة من الامر والنهی اما القصص الماضیة فمن بدء خلق العالم والسموات العلیٰ والارض وما تحت الثریٰ من خلق الجان والانس۔

ثم تفرقهم الی الملل والادیان ومن خلق آدم الی سائر الدنیا بعدہٗ الخ

اس عبارت کا ملخص یہ ہے کہ قرآن کریم علوم کا ایک ایسا سمندر ہے جس کی نہ کوئی حد ہے نہ کنارہ اور مافرطنا فی الکتاب الآیۃ اور ولا رطب ولا یابس الآیۃ اور ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئ - ان تینوں آیات کریمہ سے ہر چیز کا علم قرآن کریم میں ثابت ہوتا ہے۔

حتی کہ بعض علماء نے تو علم ہیئت ہندسہ، علم نجوم، علم طب وغیرہ بھی اور اکثر علوم عربیت کا اثبات بھی قرآن سے فرمایا ہے۔ اور امام قاضی ابو بکر عربی قانون التاویل میں فرماتے ہیں کہ:

قرآن پچاس علوم پر مشتمل ہے اور قرآن اپنے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے فقہ ابو الغیثؒ کے قول کے مطابق سات قسم کے علوم پر مشتمل ہے۔ قصص۔

آنے والی خبریں وعدہ وعید ہے اور امثال اور مواعظ اور احکام شرعیہ امر ونہی قصص ما فیہ سے مراد ہے جہاں اور آسمانوں و زمینوں اور ما تحت الثریٰ اور جنوں انسانوں کی ابتدائے پیدائش سے آخر تک کے حالات پھر ان لوگوں کا مختلف دینوں اور ملتوں میں بٹ جانا اور آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر آپ کے بعد کے تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات و واقعات بلکہ اصحاب فیل اصحاب کہف یاجوج ماجوج وغیرہ تمام لوگوں کے حالات یہ طویل عبارت جس کا اکثر حصہ طوالت کی وجہ سے ہم نقل نہیں کر رہے روشن دلیل ہے کہ ملاجیون حنفی کے نزدیک قرآن کریم میں جمیع ماکان ومایکون کے علوم موجود ہیں اور قرآن میں یہ سب شامل ہیں اور قرآنی علوم کی یہ وسعت بقول ملاجیونؒ کے تبیانا لکل شئ اور مافرطنا فی الکتاب من شئ اور ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سے ثابت ہے۔

سرفراز صاحب غور فرمائیے اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہلسنت کے

موقف کی تائید حضرت ملاجیون کے قول سے بھی ہو رہی ہے۔

سرفراز صاحب کیا ملاجیون کا قارورہ بھی اہل تشیع سے ملتا ہے۔ کیا یہ بھی شیعہ کے نقش قدم پر چل کر ایسا لکھ گئے ہیں۔

سرفراز صاحب اور کیا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے جو اس کی تفسیر میں قول اعم واشمل کیا ہے وہ بھی شیعہ ہی سے قارورہ ملنے کی وجہ سے ہے۔ العیاذ باللہ من ذالك۔

سرفراز صاحب کچھ خوف خدا کو دل میں جگہ دو اور آخرت کی روسیاہی سے بچنے کے لیے کوئی سیدھا راستہ اختیار کرو آخر مرنا ہے۔ آخر کب تک قوم اور ملت سے فراڈ کرتے رہو گے۔ اس سلسلۂ ضلال سے توبہ کر کے اہل حق کا دامن تھام لو ورنہ کل پچھتاوے کی کام نہ آئے گا۔

ہماری تائید میں ابن کثیر کی عبارت میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول وارشاد اور ملاجیون کی تفسیرات احمدیہ کی عبارت بالکل واضح اور ٹھوس ہیں اس ضمن میں آپ کا اس کی تخصیص پر زور لگانا ان حضرات کے اقوال کے سراسر خلاف ہے۔ پھر یہ بھی آپ کا کمال ہے کہ شوافع مفسرین کے اقوال کو ایک حنفی مفسر قرآن کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور پھر حنفیت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

سرفراز صاحب آخر یہ تو بتائیے کہ جب قرآن کے عام کی تخصیص یا مطلقاً کی تقیید ایک حدیث صحیح خبر واحد سے کرنی جائز نہیں تو پھر ان مفسرین کرام کی ذاتی آراء سے اس کی تخصیص یا تقیید کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ کیا کسی مفسر نے اس تخصیص یا تقیید پر کوئی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کم از کم قول صحابی پیش کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تعمیم پر قول صحابی مروی ہے۔

جیساکہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کو ابن کثیر نے اعم واشمل قرار دیا ہے

ہمارا مطالبہ:

قارئین کرام سرفراز صاحب اور سرفراز صاحب کی پوری جماعت دیوبندیہ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کریں جس میں ان آیات میں کل شیئ کی تخصیص امور دین سے کی گئی ہو اور نہ علم قرآن کو امور دین میں محصور قرار دیا گیا ہو۔ کیا ہے کوئی دیوبندی کا سپوت جو اس مطالبہ کو پورا کرکے دیوبندیت کی گرتی دیوار کو سنبھالا دے سکے فھل من مبارز۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

٭

دلیل دوم:

اس عنوان میں سرفراز صاحب اہلسنت کی طرف سے استدلال کو نقل کرنے کے بعد جواب کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ:

فریق مخالف کا یہ (وعلم آدم الاسماء کلھا الآیۃ سے) استدلال بھی قطعاً باطل ہے اولاً اس لیے کہ عقائد کے باب میں قیاس جو ایک ظنی دلیل ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ازالہ صہ ۲۰۸۔

جواب:

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی کے مطابق سرفراز صاحب نے بھی خوب کہی۔

سرفراز صاحب آپ نے خود فریق مخالف کی دلیل دوم لکھ کر آیۃ کریمہ

وعلّم آدم الاسماء کلھا الآیۃ کو فریق مخالف کی دلیل کے طور پر نقل کیا ہے پھر قیاس کہاں۔

بات دراصل یہ تھی کہ خود دیوبندی علماء بھی اپنی بعض کتابوں میں بلکہ خود سرفراز صاحب بھی بعض جگہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اعلم الخلق ہیں اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر بھی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ حقیقت ہے تو پھر سرفراز صاحب بتائیے نا کہ جناب آدم علیہ السلام الخلق کے افراد میں داخل ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان سے بھی اعلم ٹھہرے۔ اگر آپ کو آدم علیہ السلام سے زیادہ علم نہ ہو تو پھر وہ ان سے اعلم کیونکر ہو سکتے ہیں۔ آپ کا اعلم ہونا سب مخلوق سے اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ آدم علیہ السلام سے بھی اعلم ہوں اور ان سے اعلم ہونا مستلزم ہے اس بات کو کہ آپ کو تمام وہ علوم حاصل ہوں جو آدم علیہ السلام کو حاصل تھے۔ اس حقیقت کو محض قیاس وظنی کہہ کر رد کر دینا آسان کام نہیں ہے۔

اہلسنت کے استدلال کے بزعم خویش بطلان کی سرفراز صاحب وجہ ثانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وثانیاً یہ استدلال اس امر پہ مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے اور ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لیے آتا ہے۔ اور کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا الخ۔

جواب:

لفظ کل کے عموم میں قطعی ہونے کے متعلق ہم نے ابتدائے کتاب میں دعویٰ کے دلائل کے ضمن میں کافی دلائل اور حوالجات نقل کیے ہیں اور گذشتہ صفحات میں بھی اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ بہر حال تکمیل بحث کے لیے چند عبارات کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو توضیح

تلویح ص ۱۰۹-۱۱۱ میں لکھتے ہیں:

وعند جمہور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعًا ویقینًا۔

توضیح میں لکھا ہے:

وعندنا ھو قطعی مساوٍ للخاص وسیجیٔ معنی القطعی۔

آگے فرماتے ہیں:

ولما کان المختار عند المصنف ان موجب العام قطعی استدل علی اثباتہ۔

اس سے کچھ آگے فرماتے ہیں:

والعموم مما وضع لہ اللفظ فکان لازمًا قطعًا حتی یقوم دلیل الخصوص کالخاص یثبت مسماہ قطعًا حتی یقوم دلیل المجاز۔

حسامی میں ہے:

ان العموم مثل الخصوص عندنا فی ایجاب الحکم قطعًا الخ

نور الانوار ص ۸۰ میں ہے:

فعندنا العام القطعی فیکون مساویا للخاص۔

مسلم الثبوت میں ہے:

لنا انہ موضوع للعموم قطعًا فھو مدلولہ الخ

علامہ بحر العلوم مسلم الثبوت کی شرح میں فرماتے ہیں:

لنا انہ موضوع للعموم قطعًا للدلائل القطعیہ التی مرت فھو ای العموم مدلول لہ قطعًا الخ۔

ان عبارات سے بالکل روشن ہو گیا ہے کہ عموم کے لیے موضوع الفاظ معنی عموم پر دلالت کرنے میں قطعی ہیں اور لفظ کل بھی عموم کے لیے موضوع ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب نے خود ازالہ کے ص ۲۰۷ پر مجمع البحار اور

تاج العروس کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

وھذا بناء علی انہ قد یستعمل کل الموضوع للاحاطۃ بمعنی البعض۔

یعنی اس مقام مخصوص میں اس کا بعض کے معنی میں آنا اس بات پر مبنی ہے کہ کبھی کبھی لفظ کل جو احاطہ (علی السبیل الافراد کے لیے وضع کیا گیا ہے) کے لیے ہے۔ بعض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی قرائن سے اس کی تخصیص کی جاتی ہے۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا لفظ کل کے عموم پر دلالت سے انکار کرنا اور اس کے قطعی ہونے سے انکار کرنا مبنی بر جہالت ہے اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ فریق مخالف کے نزدیک لفظ کل ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لیے ہی آتا ہے۔ یہ بھی محض الزام ہے اور اتہام ہے۔

ہمارے کسی عالم دین نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ لفظ کل ہر مقام پر استغراق حقیقی ہی کے لیے آتا ہے یہ سراسر سفید جھوٹ ہے جو سرفراز صاحب ہی بول سکتے ہیں۔ اگر سرفراز صاحب اس میں سچے ہیں تو ہمارے اکابر کی صرف ایک ہی عبارت پیش کر دکھائیں۔

باقی رہا یہ کہ لفظ کل کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا تو یہ بالکل حق و درست ہے ہم پہلے توضیح تلویح سے عبارت نقل کر چکے ہیں کہ خاص ہو کر استعمال ہونا اور بات ہے اور تخصیص کو اصلاً قبول نہ کرنا اور چیز ہے۔

چنانچہ تلویح کے ص ۱۶۳ میں لکھا ہے:

قولہ وھما محکمان لیس المراد ان ھما لا یفیدان التخصیص اصلاً بل المراد انھما لا یقعان خاصین بان یقال کل رجل ویُراد واحد۔

یعنی کل اور جمیع کے محکم ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ تخصیص کو قبول نہیں کرتے بالکل بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ دونوں یعنی لفظ کل اور جمیع کبھی خاص ہو کر واقع اور مستعمل نہیں ہوتے۔ یوں کہ کُلَّ رَجُلٍ بول کر رَجُلًا وَاحِدًا مراد

لیا جائے۔

یہ عبارات سرفراز صاحب کی جہالت کو خوب آشکارا کر رہی ہیں۔
سرفراز صاحب اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ ان کے محکم ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تخصیص کو بالکل قبول نہیں کرتے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ خاص ہو کر واقع نہیں ہوتے خاص ہو کر مستعمل ہونا الگ امر ہے اور قابل تخصیص ہونا امر آخر ہے۔ کون دیکھے یہ بے بسی دل کی۔

سرفراز صاحب اہلسنت کے استدلال کے بزعم خویش بطلان کی تیسری وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

وثالثاً اگر وعلم آدم الاسماء کلھا سے حضرت آدم علیہ السلام کو کلی علم غیب مل چکا تھا تو پھر شیطان لعین نے آپ دھوکہ دے کر جنت سے کیوں نکالا اور قسم کھا کر ان کو کیوں پھسلایا حالانکہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے۔ کیسے یہ باور کر لیا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام باوجود ماکان و مایکون کے عالم ہونے کے شیطان کے فریب میں آگئے۔

جواب:

مفصل جوابات تو اس سلسلہ کے سابقہ ابواب میں گزر چکے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم غیب کی بحث میں البتہ یہاں اختصار سے گزارش کر دیتے ہیں کہ قرآن ہی میں جناب آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا ہے:

فنسی آدم فلم نجد لہ عزما۔

آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے ان کا ارادہ نہ پایا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی لغزش نسیان پر مبنی تھی اور ہم پہلے بارہا بتا چکے ہیں کہ بھولنا لاعلمی کی دلیل نہیں۔ بلکہ علم کی دلیل ہے کیونکہ بھولنا علم کا فرع ہے۔ وہی چیز بھولتی ہے جو پہلے علم میں ہوتی ہے اس لیے نسیان پر مبنی واقعات و حالات کو نفی علم کی دلیل قرار دینا جہالت

جہالت ہے۔

ص ۴۸ پر ورد الیھا کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ:

الاسماء کلھا کی حضرات مفسرین نے مختلف اور متعدد تفسیریں کی ہیں:
چنانچہ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ اس کے بعد تفسیر خازن جلد ۱ ص ۱۰۲ کی عبارت نقل کی ہے اور اردو ترجمہ بھی سرفراز صاحب ہی کا ہم نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو
وعلم آدم الاسماء کلھا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یوں تعلیم دی کہ لیے آدم یہ اونٹ ہے اور یہ گھوڑا ہے اور یہ بکری ہے حتیٰ کہ آخر تک اشیاء کے نام تبلائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو فرشتوں کے نام بتائے اور یہ بھی کہا گیا کہ اُن کی اولاد کے نام تبلائے اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کو سب لغات کی تعلیم دی۔

اور امام التنزیل میں علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کے نام آپ کو بتائے گئے حتیٰ کہ بڑے اور چھوٹے پیالے تک کے نام ان کو بتا دیئے گئے۔ اور کہا گیا ہے کہ سابق اور قیامت تک ہونے والی اشیاء کے نام ان کو بتا دیئے گئے۔

اور ربیع ابن انس کہتے ہیں کہ:

ان کو فرشتوں کے نام بتائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ان کو اولاد کے نام بتائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ہر چیز کی صنعت اور حرفت کی تعلیم دی گئی۔

اور اہل تاویل نے کہا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیع لغات (تمام زبانوں) کی تعلیم دی ہے پھر ان کی اولاد میں سے ہر ایک فرقہ نے ایک خاص لغت (زبان) کے ساتھ تکلم اختیار کیا اور مختلف شہروں میں

پھیل گئے۔

اس کے بعد ابن کثیر جلد ا ص ۷۳ کی ایک طویل عبارت نقل کی ہے۔ پھر مدارک وغیرہ سے عبارتیں نقل کی ہیں۔ ان کے نقل کے بعد لکھتے ہیں کہ:

ان تمام تفاسیر کو پیش نظر رکھنے کے بعد بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ الاسماء کلھا کی تفسیر میں حضرات ائمہ تفسیر کے اقوال کتنے مختلف ہیں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ مگر قدر مشترک سب میں یہ ہے کہ:

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُن اشیاء کے نام بتائے جن کی ان کو ضرورت اور حاجت پیش آسکتی تھی اور مدارک نے تصریح کر دی ہے کہ حضرت آدمؑ کو جو علم عطا فرمایا تو ان اشیاء کی اجناس کا علم تھا۔ مثلاً یہ کہ یہ گھوڑا ہے۔ یہ اونٹ ہے۔ یہ بکری ہے یہ انسان ہے۔ رہا اس جنس کے تمام افراد اور افراد کے تمام جزی حالات تو ان کا ان میں کوئی ذکر نہیں ہے الخ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کی اپنی نقل کردہ عبارات کے ترجمہ کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام عبارات اہلسنت کے موقف و نظریہ کی تائید کرتی ہیں اور سرفراز صاحب کے خلاف جاتی ہیں۔ کیونکہ ان عبارات میں علمہ اسم کل شئی بھی مذکور ہے اور صفتہ کل شئی بھی مذکور ہے علمہ اللغات کلھا بھی مذکور ہے حتی القصعہ والقلیلۃ بھی مذکور ہے اور ابن کثیر کی عبارت ہیں:

الصحیح انہ علمہ اسماء الاشیاء کلھا ذواتھا وصفاتھا وافعالھا۔

کی عبارت بھی منقول ہے کہ:

ای اودع فی نفسہ علم جمیع الاشیاء من غیر تحدید ولا تعیین۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی فطرت میں اور اُن کی طبیعت میں جمیع اشیاء کا بغیر تحدید و تعیین علم ودیعت رکھ دیا۔

ہر چیز اور ہر شے کے نام بتائے ہر کاری گری کا علم دیا

بلکہ تمام اسماء کے علم کے علاوہ اُن کی ذوات اور صفات اور افعال کا علم بھی عطاء کر دیا اور تمام اشیاء کا علم حد بندی کے بغیر ان کو عطاء کر دیا۔ کیوں جناب سرفراز صاحب آپ کی اپنی نقل کردہ یہ عبارات آپ کے خلاف نہیں ہیں یقیناً ہیں۔ خصوصاً ابن کثیر کی عبارت ہیں:

الصحیح انہ علمہ اسماء الاشیاء کلھا ذواتھا وصفاتھا وافعالھا۔

یہ تو آپ کے نظریہ باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی کے لیے کافی و وافی ہے اور محمد عبدہ کی عبارت بھی کم نہیں کیونکہ اُس میں عدم التحدید وعدم تعیین کی نص موجود ہے۔ یعنی آپ کو تمام اشیاء کا علم بغیر تحدید و تعیین دیا گیا۔ باقی افراد کے جزی حالات کا علم بھی ان میں شامل ہے۔ کیونکہ عبارت میں ذواتھا وصفاتھا وافعالھا کی ھا ضمیر کا مرجع اشیاء ہیں اور لفظ کل موجود ہے۔

اس لیے ثابت ہوا کہ تمام اشیاء میں تمام افراد داخل ہیں۔ آخر شے میں ہر فرد داخل ہی ہے اُن کی ذوات کا علم اور اُن کی صفات وافعال کا علم صراحتہً مذکور ہے۔ محمد عبدہ کی عبارت میں علم جمیع الاشیاء میں لفظ جمیع بھی صراحتہً موجود ہے اور جمیع اشیاء میں گھوڑے اور اونٹ اور بکری کا ہر فرد داخل ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ ہر فرد داخل نہیں اور جزی حالات کا علم ثابت نہیں۔ یہ باطل ومردود ہے۔

بلکہ ابن کثیر کی عبارت میں تو یہ بھی موجود ہے کہ:

قال علمہ اسم کل دابۃ وکل طیر وکل شئی وکذالک روی عن سعیدؓ ابن جبیرؓ وقتادہ وغیرھم من السلف انہ علمہ اسماء کل شئی۔

یعنی حضرت سعید بن جبیرؓ وحضرت قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام کو ہر شئی کے نام بتا دیئے۔ اس عبارت میں بھی کل مضاف منکر ہے۔

باقی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ یہ بھی جہالت ہے۔ یہ بھی اختلاف تعبیر کا ہے کسی نے کچھ تعبیر کی کسی نے کچھ مقصد سب کا ایک یعنی علمی وسعت ثابت کرنا اختلاف تعبیر کو اختلاف مقصد کی دلیل بنانا آپ ہی کا کام ہے۔

کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ جنہوں نے اسماء اولاد مراد لیے ہیں۔ انہوں نے اسماء ملائکہ کی نفی کی ہو یا جنہوں نے اسماء ملائکہ مراد لیے ہیں انہوں نے اسماء دواب کی نفی کی ہو۔ ہرگز نہیں۔

سرفراز صاحب کیا ایک چیز کا ذکر دوسرے کی نفی کو مستلزم ہے ہرگز مستلزم نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا ان مفسرین کرام کے اختلاف اقوال کو مستدل بنانا بجائے خود باطل و مردود ہے۔

سرفراز صاحب قرآن کریم میں علّم آدم الاسماء کلّھا میں کوئی قید و تخصیص ما یحتاج الیہ وغیرہ موجود نہیں بلکہ الاسماء مطلق ہے اور عام ہے ذاتی آراء سے اس کی تخصیص و تقیید ہرگز جائز نہیں ہے۔ آپ اس تخصیص یا تقیید پر قطعاً کوئی آیت کریمہ یا حدیث متواتر یا مشہور پیش نہیں کر سکے بلکہ اب تک تو آپ ایک صحیح خبر واحد بھی پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس لیے آپ کا مفسرین کی ذاتی آراء کو مخصص بنانا اور سمجھنا قطعاً باطل و مردود ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۲۸۸ تا ص ۲۸۹ تک مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم کی طرف سے تفسیر کبیر اور تفسیر ابوالسعود اور تفسیر روح البیان کی عبارت کے تراجم نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

ان تفاسیر کا بھی وہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ الاسماء کلہا سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی ضرورت حضرت آدم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد کو پیش آسکتی تھی رہی وہ تعمیم جس کے اثبات کے درپے مفتی صاحب ہیں تو وہ تو ہرگز ان عبارات سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ ان حضرات مفسرین کرام کی وہ مراد ہے الخ۔

جواب:

قارئین کرام مفتی صاحب کی نقل کردہ اصل عبارت یہ ہیں تو خود ملاحظہ فرمائے گا۔

وعن ابن عباس علمهٗ اسم کل شئ حتی القصعة والقليلة والمعرفة۔

مدارک اور خازن میں ہے:

وقيل علمه اللغات كلها۔

تفسیر کبیر میں ہے:

قولهٗ ای علمهٗ صفات الاشياء ونعوتها و هو المشهور ان المراد اسماء كل شئ من خلق من اجناس المحدثات من جميع اللغات المختلفة التي يتكلم بها ولد آدم اليوم من العربية والفارسية والرومية وغيرها۔

اور تفسیر ابو السعود میں ہے:

وقيل اسماء ما كان وما يكون وقيل اسماء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمخيلات والموهومات والهمة معرفة ذوات الاشياء واسماءها وخواصها ومعارفها اصول العلم وقوانين الصناعات وتفاصيل آلاتها وكيفية استعمالاتها۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کی صفات و حالات کا علم دے دیا تھا اور مشہور یہی ہے کہ تمام پیدا ہونے والی مخلوق کی اجناس کی ہر شئی اور ہر فرد کے نام اور تمام زبانیں بھی تعلیم کر دی تھیں۔ حتیٰ کہ عربی فارسی

رومی وغیرہ زبانوں کی تعلیم فرمادی اور یہ کہ تمام ماکان ومایکون کے نام بتادیے اور بعض کے نزدیک تو تمام عقلی حسی خیالی وہمی مخلوق اور علم کے اصولوں اور صفات وکاریگریوں کے قوانین اُن کے آلات واوزار اور ان کے استعمال کی کیفیات کا علم بھی دیا گیا اور الہام فرمایا گیا ہے۔

ان عبارات میں کل مضاف ہے منکرہ شئ کی طرف بھی مستعمل ہے جو مفید احاطہ علی سبیل الافراد ہوتا ہے اور تفسیر ابوالسعود میں تو عقلی حسی وہمی قیاسی وغیرہ ہر قسم کی مخلوق کے نام اور دیگر متعلقہ علم عطا کر دینا مصرح ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ یہاں وہ تعمیم مراد نہیں جو فریق ثانی مراد لیتا ہے تو یہ سرفراز صاحب کی جہالت اور سینہ زوری ہے۔

سرفراز صاحب آخر آپ کے پاس اس تخصیص وتقیید کی کون سی دلیل ہے صرف مفسرین کی ذاتی آراء کو مخصص بنانا کب اور کہاں جائز ہے۔ کیا اس تخصیص وتقیید پر آپ کوئی حدیث مرفوع یا موقوف پیش کر سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ تطبیق بین الآیات والاحادیث اور چیز ہے اور تخصیص وتقیید امر آخر ہے۔

ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی جہالت کا شاہکار ہے۔

دلیل سوم:

اس عنوان میں سرفراز صاحب ص ۴۸۹ میں لکھتے ہیں کہ:

خان صاحب بریلی۔ مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

واللفظ للآخر فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول۔

اس کے بعد تفسیر کبیر۔ تفسیر عزیزی، خازن اور روح البیان کی وہ

تفسیریں جو ان کے مدعا کے سراسر خلاف ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں:

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا ہے اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی رہ گئی۔

(جاء الحق ص ۵۵، ۵۶۔ وخالص الاعتقاد ص ۲۴ ومقیاس حنیف ص ۳۴۰)

سرفراز صاحب اس کے جواب میں ص ۴۹۰ پر لکھتے ہیں کہ:

جواب:

فریق مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے۔

اولًا اس لیے کہ یہ سورۃ جن کی ایک آیت کا حصہ ہے اور سورۃ جن مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں اگر اس کو آخری سورت بھی تسلیم کر لیا جائے (حالانکہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ دیکھئے تفسیر اتقان جلد ۱ ص ۲۵) تب بھی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال وحرام اور حدود وغیرہ تو رہے اپنی جگہ پورا قرآن کریم بھی مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوا تھا۔ کیا فریق مخالف کے نزدیک قرآن کریم کا وہ حصہ علم غیب میں داخل نہیں ہے اور پھر مدنی سورتوں میں علم غیب کی نفی کیوں آئی ہے۔ جواب کے لیے تو صرف یہی ایک بات ہی کافی ہے۔

جواب الجواب:

قارئین کرام بندہ نے علم غیب سے متعلق اہلسنت کا جو دعویٰ پیش کیا ہے کہ جمیع ماکان ومایکون بمع جزئیات خمسہ کے حضور علیہ السلام کو یہ علم باری تعالیٰ نے تدریجاً بذریعہ قرآن کریم ووحی عطا فرمایا ہے اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے (یہ دعویٰ ہمارے اکابرین نے

بھی اپنی کتابوں میں صراحتہً لکھا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی
زماں رازی دوراں حضرت علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم نے بالترتیب
الدولۃ المکیۃ اور تقریر منیر میں بیان فرمایا ہے) ایسی صورت میں کسی سورہ کا
مکی ہونا یا مدنی ہونا یا آیات نفی کا مؤخر ہونا یا مقدم ہونا ہرگز ہمارے دعویٰ و
عقیدہ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ علم کلی ماکان و مایکون اپنی تمام تفصیلات
کے ساتھ حاصل ہونا نزول کی تکمیل پہ موقوف ہے البتہ بعض علوم غیبیہ کا حصول
ہرگز نزول قرآن کی تکمیل پر موقوف نہیں ہے۔ اس لیے قرآن کی بعض آیات
میں نفی کا ورود ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اُن میں نفی اگر کلی کے حصول
کی مانی جائے تو کلی کی نفی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے جو ہمیں مضر نہیں
اور اگر نفی جزی اور بعض کی مانی جائے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ
بعض و جزی کی نفی اگر موجبہ کلیہ کے منافی ہے تو ابھی نزول کی تکمیل سے قبل
تو ہم بھی اس کے مدعی نہیں کما بیّن مرارًا بندہ کی طرف سے جواب
تو اتنا ہی کافی ہے۔ سرفراز صاحب کے سوال کی ہر بات کا جواب
آچکا غور کرلیں۔

باقی رہی یہ بات کہ قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم نے یہ دعویٰ
فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام نزول قرآن سے پہلے بھی عارف قرآن تھے اور
پہلے بھی کلی علم آپ کو حاصل تھا تو پھر ان کے دعویٰ کی بنیاد پر سرفراز صاحب
کا اعتراض دفع نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا جواب سے تو اس کے متعلق ہماری گذارش
یہ ہے کہ مفتی صاحب کی جاء الحق کا مطالعہ کرنے والے کے لیے اس کا جواب
چنداں مشکل نہیں ہے کیونکہ مفتی صاحب باحوالہ لکھ چکے ہیں کہ:

نزولِ قرآن کے مقصد صرف حضور علیہ السلام کو علم دینا ہی نہیں بلکہ
کچھ اور مقاصد بھی ہیں۔ مثلاً احکام قرآنی کا نفاذ اور تلاوت کا
ثواب وغیرہ بھی تو آخر نزول پہ موقوف ہیں۔ جب تک نزول

قرآن نہ ہوتا نفاذ احکام اور تلاوت کیونکر ممکن ہوتا۔ اسی لیے سورۃ فاتحہ
کا نزول مکرر ہے بلکہ سورہ بقرہ کی آخری آیات بھی دوبارہ شب معراج
آپ کو بلاواسطہ عطا ہوئی ہیں۔ اگر یہ نزول محض علم دینے کے لیے ہوتا تو پھر
تکرار اعطاء کا کیا مطلب تھا یہ تو تحصیل حاصل ہے جو محال ہے۔ ثابت ہو
گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی جہالت کا پلندہ ہے۔

سرفراز صاحب ص ۴۰۹ پر لکھتے ہیں:

وثانیاً فریق مخالف اس سے کیا مراد لیتا ہے۔ کلی غیب یا
بعض علم غیب بصورت ثانی ان کا مدعیٰ باطل ہوجائے گا اور
بصورت اول اسی آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا۔
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان کردیں کہ میں نہیں جانتا کہ قریب
ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے یا اس کے لیے میرا
رب کوئی مدت مقرر کردے۔
ما توعدون سے بعض حضرات مفسرین کرام نے عذاب اور بعض نے قیامت
مراد لی ہے۔ کچھ بھی ہو کوئی چیز ماکان و مایکون میں ایسی ضرورت جس کے بارے
میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرواتا ہے کہ آپ فرما دیں
کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے الخ

جواب الجواب:

اگر بعض علم غیب مراد ہو تو ہمارے مدعا کا بطلان ثابت نہیں ہوتا کیونکہ
بعض سے مراد بھی بالنسبۃ الی اللہ ہوگا نہ کہ بالنسبت الی المخلوق۔ سرفراز
صاحب حسب بقول آپ کے اور آپ کے اکابر کے بھی آپ اعلم الخلائق ہیں
تو پھر آپ کا علم مخلوق کی نسبت سے تو بعض نہیں ہوسکتا۔ یقیناً اس لیے لازمی

امر ہے کہ علم کو علم خداوندی کی نسبت سے جزئی اور بعض قرار دیا جائے۔ ایسی صورت میں آپ کے علم کا جزئی اور بعض ہونا کلی ہونے کے منافی نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا علم جزئی حقیقی نہیں بلکہ جزئی اضافی ہے اور اضافی کا کلی ہونا امر مسلم ہے۔ سرفراز صاحب آخر آپ خود بھی تو حضور علیہ السلام کے لیے ازالہ کے صفحہ ۴۸۱ پر علم کلی کا حصول تسلیم کر چکے ہیں۔

ملاحظہ ہو عبارت۔ سرفراز صاحب فرماتے ہیں:

اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے۔ جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان کے لائق اور مناسب تھے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ آپ کو بہت سے جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ الخ

اس عبارت میں صاف اور واضح اور صریح الفاظ میں آپ کے لیے علم کلی کا اقرار دو دفعہ کر دیا ہے۔ لہٰذا جن عبارات میں بعض کا لفظ ہے اس سے مراد اضافی بعض ہو گا۔ یعنی علم باری کی نسبت سے بعض اور علم باری کی نسبت سے بعض ہونا کلی نہ ہونے کو ہرگز مستلزم نہیں ہے اور صورت اول بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ قل ان ادری اقریب الآیۃ سے ہمارے مدعا کا ابطال نہیں ہوتا۔ کیونکہ آخر یہ آیت بھی نزول قرآن کی تکمیل سے بہرحال قبل کی ہے بعد کی نہیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ یہ آیت خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ کلی بطور کل (جو سرفراز صاحب کی اپنی اختراعی اصطلاح ہے) تو اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے جس کی جزئیات بھی ہوں۔ مگر یہاں علم قیامت کی تو جزئیات نہیں وہ تو خود ایک جزئی ہے اور کلی کا اقرار سرفراز صاحب کر چکے ہیں۔ اس لیے قیامت جو ایک جزئی ہے وہ اس میں کلی میں داخل ہے خارج

نہیں اس لیے سرفراز صاحب کا اعتراض بشکل جواب باطل و مردود ہے۔

سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۴۹۰ پر لکھتے ہیں:

بصورت ثانی ان کا مدعی باطل ہو جائے گا (یعنی اگر مراد فلا یظھر علی غیبہ احدا الآیۃ سے مراد بعض علم غیب ہو تو مدعا باطل ہو گا)

اس صفحہ ۴۹۰ پر آخری سطور میں فرماتے ہیں:

لہٰذا اس سے کلی علم غیب مراد لینا قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے الخ

جواب:

گذارش ہے کہ بقول آپ کے کلی مراد لینا باطل ہے اور بعض مراد لینے کی صورت میں مدعا باطل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اس آیت سے بعض مراد لینا حق ہے یعنی علم غیب حضور علیہ السلام کو حاصل ہے۔ سرفراز صاحب کی ان عبارات سے اور آئندہ تفسیری عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض علم غیب مانتے ہیں۔ بلکہ کلی بھی مانتے ہیں۔ جیسا کہ ازالہ کے صفحہ ۴۸۱ سے نقل ہو چکا ہے اور جیسا کہ بعض علم غیب عطائی کو تنقید متین ص ۱۶۲ پر بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ مگر خود ہی ازالہ کے ص پر علم غیب (خواہ بعض ہو یا کل جزئی ہو یا کلی) ماننے والوں کو مشرک قرار دے چکے ہیں۔ چونکہ سرفراز صاحب نے ص ۳۸ پر علم غیب اور اخبار غیب و انباء غیب کو مقابلتہً بیان کر کے لکھا ہے کہ علم غیب ماننے والا مشرک و کافر ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب کا منکر ملحد و زندیق ہے۔ یہ تقابل واضح قرینہ ہے کہ سرفراز صاحب کے نزدیک علم غیب خواہ جزئی ہی ہو ماننا کفر ہے اب خود سرفراز صاحب اپنے متعلق اور اپنے اکابر کے متعلق واضح کریں کہ وہ کافر و مشرک اپنے ہی فتویٰ سے ٹھہرے یا نہیں۔ کیونکہ بعض و جزئی علم غیب کا وہ اقرار بھی کرتے ہیں۔

ص ۴۹۱ پر سرفراز صاحب مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء کے عنوان

میں لکھتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے جھگڑے میں دخیل نہ ہونے کی ترغیب دلا کر قل ان ادری الآیۃ سے کفار کو ٹالا ہے۔ لیکن پھر اسی خصوصی غیب علم قیامت کو اپنے رُسل کے خواص پر مطلع ہونے کا اظہار بھی فرما دیا ہے، تاکہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ نبی خود بھی بے خبر ہے ہمیں ویسے ہی اس کی خبریں سنا سنا کر ڈراتا ہے۔ (مقیاس ص ۳۶۰)

اس پہ سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ایسا صریح بہتان اور خالص افتراء اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کسی عیسائی و یہودی نے بھی نہیں تراشا جو مولوی محمد عمر صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ مولوی صاحب ہوش و حواس کو قائم کر کے یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے بہ خلاف واقع بیان کیوں دلوایا کہ میں نہیں جانتا حالانکہ آپ کو علم تھا۔ الخ

جواب الجواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب کی جہالت کا کوئی ہے جو اندازہ لگا سکے یہ تو جہالت و ظلمات جہالت کے بحر عمیق میں غرق شدہ ہیں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نہیں جانتا کہ مطلق کذب و خلاف واقعہ بیان کہہ دینا صحیح و درست نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا یا ہم نہیں جانتے مبنی بر تواضع ہوتا ہے اور بعض دفعہ کسی اور حکمت پہ بھی مبنی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین کرام مثلاً خازن کبیر وغیرہ نے قیامت کے دن رسولوں کے قول لا علم لنا کو تواضع یا ادب پر محمول فرمایا ہے۔ کیوں سرفراز صاحب آپ بتا سکتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ رسولوں سے دریافت کرے گا کہ تمہارے ساتھ تمہاری امتوں نے کیا

سلوک کیا تھا تو وہ واقعی بے خبر ہوں گے یا علم ہوتے ہوئے بھی لا علم لنا کہہ کر جواب عرض کریں گے۔ اگر وہ بے خبر تھے اُن کے حالات واقعہ کا علم نہ تھا تو باری تعالیٰ کی طرف سے سوال کیونکر ممکن ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔ اور اگر علم تھا تو پھر ان کا علم لنا کہنا کیا خلاف واقعہ بیان اور کذب قرار پائے گا۔ یا اس کو تواضع یا ادب ربانی پر محمول کیا جائے گا۔

الغرض ثابت ہو گیا کہ میں نہیں جانتا یا ہم نہیں جانتے یا ہمیں علم نہیں ہمیشہ علم واقعی کی نفی کے لیے نہیں ہوتا بلکہ کبھی کسی اور حکمت پہ مبنی ہوتا ہے لہٰذا سرفراز صاحب کا اعتراض بشکل جواب ظاہر البطلان اور سراسر مردود ہے۔

سرفراز صاحب ص ۴۹۱ پہ ہی لکھتے ہیں:

وثالثاً حضرات مفسرین کرام نے اس جگہ کل علم غیب نہیں بلکہ بعض غیب مراد لی ہے۔ اس کے بعد تفسیر بیضاوی۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر تنویر المقیاس تفسیر خازن ارشاد الباری فتح الباری تفسیر ابو السعود اور تفسیر روح المعانی کی چند ایسی عبارات نقل کی ہیں جو خود ان کے خلاف ہیں ان عبارات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ص ۴۹۳ پہ کہ:

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ حضرات مفسرین کرام آیت کے اس حصر سے بعض علم غیب ہی مراد لیتے ہیں۔ کل مراد نہیں لیتے حتیٰ کہ وہ حضرات مفسرین کرام بھی جن کی تفسیروں سے مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ نے استدلال کیا ہے الخ۔

جواب نمبرا:

آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی عبارات میں سرفراز صاحب کا لفظ بعض دیکھ کر پھولے نہ سمانا بے جا اور خوش فہمی پہ مبنی ہے۔

اولاً اس لیے کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ عبارات مفسرین و فقہا کرام میں لفظ بعض ہمارے ہرگز خلاف نہیں کیونکہ اس بعض سے مراد وہی

بعض ہے جو جزی اضافی اور بالنسبت الی اللہ بعض وجزی ہے اس سے جزی حقیقی تو ہرگز مراد نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔ جزی اضافی کی کلیت سے انکار جہالت ہے یعنی ان عبارات میں خدا کے علم کے مقابلہ میں بعض وجزی مراد ہے نہ مخلوق کے مقابلہ میں اور ایسے علم کو سرفراز صاحب بھی ازالہ کے صفحہ ۱۴۸ پر کلی تسلیم فرما چکے ہیں۔

سرفراز صاحب کیا اعلم الخلائق کے علم کو خلائق کے علم کی نسبت سے جزی حقیقی قرار دیا جائے گا یا جزی اضافی اور کیا جزی اضافی کا کلی ہونا حقیقۃ واقعیہ نہیں ہے۔ اگر آپ کے نزدیک عبارات مفسرین کرام میں بعض سے مراد جزی حقیقی ہے تو پھر آپ نے صہ ۱۴۸ پر آپ کے علم کو کلی کہہ کر کیوں تسلیم کیا ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ عبارات مفسرین کرام تو سرفراز صاحب کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان میں آپ کے لیے بعض علم غیب تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بیضاوی کی عبارت میں ہے۔

الا من ارتضی لعلم بعضہ حتی یکون معجزۃً۔

مگر اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص غیب پر اپنے بعض رسولوں میں سے جس کو پسند فرماتا ہے اس بعض مخصوص غیب کے لیے چن لیتا ہے۔

مدارک کی عبارت میں ہے:

لعلم بعض الغیب۔

ارشاد الساری کی عبارت میں ہے:

قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب۔

ان تینوں عبارات (جن کو سرفراز صاحب نے ازالہ کے صہ ۱۹۱ تا صہ ۱۹۲ تک نقل کیا ہے) سے رسل عظام علیہم السلام کے لیے علم غیب ثابت ہو رہا

(خواہ بعض ہی ہو)۔

حالانکہ سرفراز صاحب نے ازالہ کے صہ ۳۸ پر علم غیب ماننے والے کو مشرک و کافر قرار دیا ہے۔ یعنی اخبار غیب و انباء غیب ماننے کو حق قرار دیا اور ان کے منکر کو ملحد و زندیق کہا مگر مقابلۃً علم غیب ماننے کو کفر و شرک گردانا ہے۔ یعنی سرفراز صاحب اخبار غیب انباء غیب مانتے ہیں۔ مگر علم غیب نہیں مانتے مگر ان کی اپنی نقل کردہ تفاسیر کی عبارات میں علم غیب (البعض) کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اب اگر سرفراز صاحب علم کے انکار میں سچے ہیں تو پھر مفسرین کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اور اگر مفسرین اپنی بات میں سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں۔ تو پھر سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ وہ جھوٹے اور جھوٹوں کے سردار ہیں یا نہیں۔ اس معمہ کو خود سرفراز صاحب یا دیوبند کا کوئی اور سپوت ہی حل کرے یہ انہی کی ذمہ داری ہے۔

سرفراز صاحب کی کتاب ہے کہ تضادات کا مجموعہ ہے اور درحقیقت سرفراز صاحب کی یہ کتاب بلکہ ہر کتاب ان کی جہالت کا شاہکار ہے۔

دلیل چہارم:

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

خاں صاحب لکھتے ہیں اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین۔

یعنی یہ محبوب غیب پر بخیل نہیں۔ جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے وہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی۔ تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو کیا مفاد ہوا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع دیتے ہیں۔

اسی طرح مفتی احمد یار خاں جاء الحق ص ۵۶ ۔ ۵۷ میں اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس ص ۳۰۳ میں لکھتے ہیں (ملخصاً)

اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

جواب:

فریق مخالف کا اس سے احتجاج بھی قابل سماعت نہیں ہے۔

اولاً اس لیے کہ یہ آیت سورۃ تکویر کی ہے اور یہ سورۃ حسب تصریح امام سیوطیؒ مکہ مکرمہ میں ساتویں نمبر پر نازل ہوئی تھی۔ (دیکھئے اتقان ج ا ص ۲۵) اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ سورۃ تکویر مکیۃ بلا خلاف جلد ۳۰ ص ۴۹ اگر فریق مخالف کے نزدیک اس آیت سے تمام علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم مراد ہے تو وہ یہ بتائے کہ اور تو چھوڑیئے اس کے بعد قرآن کریم کی ایک سو سات سورتیں کیوں نازل ہوئیں اور پھر ان سورتوں میں سے بعض کے اندر بصراحت علم غیب کی نفی کیوں ہے۔

جواب:

قارئین کرام ذرا سرفراز صاحب کی مخبوط الحواسی کا اندازہ تو لگائیے کہ آیت مذکورہ بالا چونکہ مکی سورت کی ہے اس لیے اس سے استدلال غلط ہے ورنہ ایک سو سات سورتیں نازل نہ ہوتیں۔ اس دیوانے کو کون سمجھائے کہ علم ماکان و مایکون کا حصول تو نزول قرآن کی تکمیل پر موقوف ہے اور ابھی ایک سو سات سورتوں کا نزول باقی ہے۔ اس وقت تو کلی بمعنی ماکان و مایکون کے علم کا دعویٰ ہمارے اکابر کا نہیں۔

اس لیے یہ اعتراض باطل ہے اور مردود ہے۔ پہلے مفصلاً بیان کر دیا گیا ہے سورۃ یا آیت کے مکی یا مدنی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رہا مفتی صاحب پر یہ اعتراض تو اگرچہ وہ اس علم کے حصول کے قبل از نزول قرآن بھی قائل ہیں۔ مگر وہ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ نزول قرآن کا مقصد وہ علم

دینا ہی نہیں بلکہ اجراء احکام و ثواب تلاوت کا ترتب بھی نزول کے مقاصد میں داخل ہے۔

اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض مفتی صاحب پر بھی وارد نہیں ہوتا۔ رہا یہ کہ وہ یہ ثابت کریں کہ مقصد نزول صرف اور صرف علم دینا ہے اور کچھ نہیں پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرکی آخری آیات کا نزول و اعطاء مکرر ہوا اگر مقصد صرف علم دینا ہوتا۔ تو پھر یہ تکرار کیسا اور کیوں تحصیل حاصل تو محال ہے۔

سرفراز صاحب ص ۴۹۵ پہ لکھتے ہیں:

وثانیاً اس لیے کہ ھُوَ کے مرجع میں حضرات مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر اس کا مرجع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو قرار دیتے ہیں اور بعض ھو کا مرجع ایک تفسیر کے مطابق قرآن کریم کو بتاتے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۹۰ اور تفسیر حقانی جلد ۸ ص ۴۵ میں ہے (ملخصاً)

جواب:

الحمد للہ کے سرفراز صاحب نے خود ہی یہ اقرار کر لیا ہے کہ اکثر مفسرین کرام کے نزدیک ھو کا مرجع حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر اکثریت کے فیصلہ و قول سے گریز کا کیا مطلب ہے۔ سرفراز صاحب کیا اکثریت کا قول آپ کے نزدیک معتبر و قابل قبول نہیں۔ آخر بعض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس کی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ اکثریت عظیمہ کے قول کو ناقابل اعتنا سمجھا جائے اور بعض اور اقل قلیل کے قول کو قابل قبول قرار دیا جائے۔ نیز اگر ہو گا۔ مرجع قرآن کو ہی مانا جائے تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ حق میں ہے کیونکہ اس صورت میں قرآن کا علم غیب پر مشتمل ہونا ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن میں علم غیب ہے

اور قرآن حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ علم غیب حضور علیہ السلام کو حاصل ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ قرآن کا علم جزئی و بعض نہیں بلکہ کلی ہے۔

جیسا کہ ازالہ کے صفحہ ۴۷۷ پر سرفراز نے تفسیر اتقان جلد دوم صد ۱۸۲ سے نقل کیا ہے کہ:

قرآن تین قسم کے علوم پر مشتمل ہے۔ جن میں ایک علم وہ کتاب کے اسرار ذات کی کُنہ کی معرفت اور ایسے غیوب کا علم ہے جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جب قرآن میں اتنا کثیر علم غیب ہے تو لازماً آپ کو آپ کی شان کے لائق کلی علم غیب بھی حاصل ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی ان کی جہالت کی دلیل ہے۔

سرفراز صاحب صد ۴۹۶ پر لکھتے ہیں:

وثالثاً اس لیے کہ اس آیت میں الغیب کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام کا بیان مختلف ہے۔ حضرت قتادہؒ مشہور تابعی وغیرہ الغیب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ امام بغوی اور حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں۔ معالم پر ابن کثیر جلد ۹ صـ ۱۳۰ ابن کثیر جلد ۴ صد ۴۰۰ اس لحاظ سے الغیب صرف قرآن کریم ہوا اور اس کے علاوہ جو احکام احادیث وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئے اور خصوصیت سے وہ امور جن کا تعلق دین اور منصب رسالت سے کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کا ثبوت اس آیت سے ہرگز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فریق مخالف کا دعویٰ ہے۔

جواب:

الغیب کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہرگز ہمارے خلاف نہیں اگر الغیب سے مراد قرآن کریم ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے

کہ قرآن علوم غیبیہ کلیہ پر مشتمل نہیں ہے۔ قرآن کریم کا غیب ہونا یا الغیب سے مراد قرآن کریم ہونا نہ تو حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب کے حصول کے منافی و مخالف ہے اور نہ قرآن ہی کے علوم غیبیہ کلیہ پر اشتمال کے منافی ہے۔ امرین مذکورین کے مابین ہرگز کسی قسم کی منافات نہیں ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ ان کے مابین منافات سمجھ رہے ہیں۔

قارئین کرام غور فرمایئے۔ سرفراز صاحب خود یہاں تسلیم کرتے ہیں کہ الغیب سے مراد بعض کے نزدیک قرآن کریم ہے اور خود ہی ازالہ کے صد ۴۷۷ پر اتقان کے حوالے سے تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک علم وہ بھی ہے جو اسرار کتاب اور ذات کی کُنہ کی معرفت اور ایسے علوم غیبیہ پر مشتمل ہے جن کو ذات باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب قرآن خود بھی غیب ہے اور علوم غیبیہ پر مشتمل بھی ہے۔ اور وہ بھی کلیۃً پر تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی کیوں ثابت نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے۔

اس کے بعد صـ ۴۹۶ کے آخر سے صـ ۴۹۸ کے نصف تک سرفراز صاحب نے خود تفسیر خازن و معالم و مدارک۔ جلالین بیضاوی و عزیزی وغیرہ کی عبارت نقل کر کے (ان تمام تفاسیر میں ھو کا مرجع علیہ السلام کو بتایا ہے) یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اس آیت میں الغیب سے مراد صرف وہ امور ہیں جن کا تعلق منصب نبوت سے ہے باقی جن امور کا تعلق منصب نبوت سے نہیں تو وہ ہرگز اس آیت سے ثابت نہیں ہوتے جو فریق مخالف (اہل سنت حنفی بریلوی) کا مدعا ہے۔

جواب: اوّلاً تو مذکورہ بالا التفاسیر کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں

وہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ان سب میں ھو کا مرجع حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام کی ذات گرامی بتائی گئی ہے اور یہ ہمارے موقف کی تائید ہے۔
ثانیاً ان تفسیری عبارات میں دیگر غیوب و قصص و انباء و اخبار وغیرہ
مراد لیتے ہیں۔ جس سے سرفراز صاحب کے اس قول کی نفی و تردید ہو جاتی
ہے کہ مراد صرف قرآن ہے اور بس۔

ثالثاً اس آیت کریمہ میں الغیب مطلق ہے کسی قید سے مقید نہیں لہٰذا
اس کو ایسے امور سے مقید کرنا جو منصب نبوت سے متعلق ہوں غلط ہے
یہ مطلق کو مقید بنانا ہے۔ جو احناف کے نزدیک جائز نہیں۔ احناف کا
مشہور ضابطہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید علی تقییدہٖ۔
اور سرفراز صاحب خود بھی ازالہ وغیرہ اپنی کتابوں میں خصوصاً راہ
سنت، میں تسلیم کر چکے ہیں کہ مطلق کو مقید کرنا نئی شریعت گھڑنا
ہے۔

کیوں سرفراز صاحب اس تقیید پہ آپ کوئی آیت یا متواتر حدیث
پیش کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ محض خبر واحد سے تقیید و تخصیص نہیں ہو سکتی۔
چہ جائیکہ محض آپ کے خیال فاسد سے ہو جائے۔

سرفراز صاحب ص ۴۹۸ پر دلا لجا کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ:

دلا لجا حضرات مفسرین کرام نے یہاں دو قراتیں بیان کی ہیں
ایک ضاد کے ساتھ بضنین کی جس کے معنی بخل کرنے والے کے
ہیں اور دوسری ظاء کے ساتھ جس کے معنی متہم کے ہیں۔ چنانچہ
جو ابھی ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر نقل کی ہے
وہ بضنین ہی کی تفسیر ہے اور متعدد حضرات مفسرین کرام نے
بظنین بھی پڑھا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وکلاهما متواتر ومعناه صحیح۔ (ابن کثیر جلد ۴ ص ۴۸۰)

حیرت اور حیف ہے فریق مخالف کی دیانت پر کہ وہ صرف بضنین (ضاد
کے ساتھ) کی قرأت کو تو ذکر کرتا ہے مگر بظنین کا نام تک نہیں لیتا۔ حالانکہ
وہ بھی متواتر قراۃ ہے غرضیکہ اس آیت سے بھی ان کا مدعی کسی صورت میں
ثابت نہیں ہوتا۔

جواب:

سرفراز صاحب ذرا سوچ کر بات کیجئے گا کیا صرف ایک قراۃ کا ذکر
کرنا اور دوسرے کا ذکر نہ کرنا دیانت کے خلاف ہے۔ اگر یہی بات ہے
تو پھر یہ بتایئے کہ جن مفسرین کرام نے صرف بضنین ضاد کے ساتھ قراۃ
کا ذکر کیا ہے اور بظنین ظاء کے ساتھ قرأت کا ذکر نہیں کیا۔ کیا وہ آپ
کے نزدیک بد دیانت اور خائن ہے۔ اگر ان کا دوسری قرأت کو ذکر
نہ کرنا بد دیانتی نہیں تو ہمارے اکابر کا ذکر نہ کرنا کیونکہ بد دیانتی ہو سکتا
ہے۔

سرفراز صاحب کچھ تو خوف خدا کو دل میں جگہ دیجئے آخر مرنا ہے۔ قبر
میں جانا ہے۔ کیوں اپنی قبر کو سیاہ اور آخرت کو برباد کرنے پہ
تلے بیٹھے ہیں۔

باقی دونوں قرأتوں کا تواتر بھی ہمارے خلاف نہیں ہے اگر بضنین
ضاد سے قراۃ کا تواتر آپ کے خلاف نہیں تو بظنین ظاء سے ہمارے
کیونکر خلاف ہے آخر بضنین کے تواتر کو آپ نے تسلیم کیا ہے جو ہمارے
مدعا کو ثابت کرتا ہے پھر مفسرین کرام کی بھاری اکثریت نے بھی۔ تو
صرف بضنین ضاد کی قرأت کو بیان کیا ہے اور بظنین ظاء کی قرأت
کو بیان نہیں کیا۔ کیا اکثریت کے قول کو اقلیت کے مقابلہ میں زیادہ
قابل اعتبار قرار دینا درست نہیں۔ پھر آپ کیوں خواہ مخواہ سیخ پا

ہو رہے ہیں۔

مزید یہ کہ آپ کا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کو کمزور اور بے محل یا بے موقعہ قرار دینا اور تمسخر اڑانا صـ ۴۹۹ پر آپ کی اپنی جہالت وحماقت کی واضح دلیل ہے آپ اپنی کتاب ازالہ کے پورے صـ ۵۳۶ صفحات میں کہیں بھی اعلیٰ حضرتؒ کے دلائل کا معقول جواب نہیں دے سکے خصوصاً اس بات کا جواب آپ سے ہرگز نہیں بن سکا اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت نہ بن سکے گا کہ تبیاناً لکل شئ اور تفصیلاً لکل شئ ہونا الگ الگ آیت یا ہر سورۃ کی صفت نہیں بلکہ یہ پورے قرآن کی صفت ہے اعلیٰ حضرت کی اس بات کو آپ نے خود ازالہ کے صـ ۴۶۶ پر نقل تو کر دیا مگر اس کا جواب ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود آپ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ بالکل اس کا جواب نہیں دے سکے۔ اگر یقین نہیں ہے تو ازالہ کے صـ ۴۶۶ کی پہلی سطر پوری بحث کے آخر تک بلکہ آخر کتاب تک کہیں بھی دکھا دیں تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ یہ ہمارا آپ کو چیلنج ہے۔ کیا حوصلہ ہے کیا ہمت ہے۔

سرفراز صاحب کی روایتی بددیانتی:

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے صـ ۴۹۴، ۴۹۵ پر لکھتے ہیں کہ:

خاں صاحب لکھتے ہیں اور وہابیوں دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین، پہلے ماکنت بدعاً من الرسل کی تفسیر میں ہم اہل حق کے دلائل پیش کر آئے ہیں کہ کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ نے کذب بیانی کی ہے اور کوئی مسلمان یہ خیال نہیں رکھتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا اب ذیل میں ہم چند حوالے نقل کر کے سرفراز صاحب کی اپنی کذب بیانی اور غلط بیانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ صـ ۵۵ پر علم غیب کی بحث میں لکھتے ہیں کہ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں:

واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث۔

یہ علم غیب کی نفی میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ کتاب براہین قاطعہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ ہے۔

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان صـ ۴۲ پر

واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم۔

کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں ہو خواہ قبر میں۔ خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا الخ

اس پر مزید حوالے بھی پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ہم انہی دو حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ یہ دونوں عبارات بالکل روشن دلیل ہیں کہ دیوبندی علماء کے اکابر کا خیال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو خصوصاً اور دیگر انبیاء کو عموماً نہ اپنی اور نہ کسی اور کی کامیابی و نجات کا علم تھا اور نہ دنیاوی نہ برزخی نہ اخروی نجات ہی معلوم تھی بلکہ اپنی اخروی نجات کو بھی نہ جانتے تھے۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان کی نقل کردہ عبارت

کے لکیر کشیدہ الفاظ صراحتہً دلالت کرتے ہیں۔

اب سرفراز صاحب ہی ذرا بتائیں کہ ان کے مولوی خلیل انبیٹھوی صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی صاحب مسلمان ہیں یا نہیں وہ تو فرماتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کا خیال نہیں۔ مگر ان حضرات نے خصوصاً اسماعیل صاحب نے تو بالکل صریح لفظوں میں یہ اقرار کر لیا ہے کہ کسی بھی نبی ولی کو بشمول حضورؐ کے اپنے اخروی انجام کا علم نہ تھا اور ما ادری والی حدیث کو ہی دلیل بنایا ہے اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ ان کے اکابر سچے ہیں یا نہیں یا سرفراز صاحب سچے ہیں۔ دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے۔ آخر ایک تو ضرور جھوٹا ہے سرفراز صاحب آپ ہی بتائیے کہ کس کو سچا اور کس کو جھوٹا سمجھا جائے کسی نے صحیح کہا ہے ؎

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

علاوہ بریں یہ کہ سرفراز صاحب خود ازالۃ الریب کے صـ ۲۷۸ پر

واللہ لا ادری واللہ لا ادری۔

والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔ بعض حضرات مفسرین کرام سے (جن میں حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؒ اور حضرت قتادہؒ وغیرہ کا نام بھی آیا ہے) یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتیٰ کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس میں یغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیۃ منسوخ ہو گئی۔

قارئین کرام اس عبارت کو بغور پڑھیے کیا اس میں سرفراز صاحب نے خود یہ بات تسلیم نہیں کر لی کہ حضرت ابن عباس حضرت عکرمہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ وغیرہ مفسرین کرام کے نزدیک حضور علیہ السلام کو سورۃ الفتح کی آیت منقولہ بالا کے نزول تک اپنی اخروی نجات

کا علم نہ تھا۔ یہاں تو یہ لکھ کر مان لیا اور صـ ۴۹۴ - ۴۹۵ پہ یہ لکھتے ہیں کہ کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا۔ سرفراز یہ تو ذرا بتائیے کہ آپ کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؒ حضرت قتادہ وغیرہ مسلمان تھے یا نہیں ایک طرف تو خود اس خیال کو ان حضرات کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس خیال کو ان کے اقوال قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف خود فرماتے ہیں کہ یہ خیال کسی مسلمان کا نہیں سرفراز صاحب آپ کی ان دونوں عبارات میں واضح تضاد موجود ہے یہ خیال کسی مسلمان کا نہیں یہ سالبہ کلیہ ہے۔

اور دوسری عبارت موجبہ جزئیہ ہے اور ظاہر ہے کہ موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ سرفراز صاحب یہ خیال کسی مسلمان کا نہیں۔ تو پھر کس کا ہے کسی کافر کا ہے اگر کافر کا ہے تو پھر مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب اور حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؒ اور حضرت قتادہؒ وغیرہ مفسرین کرام اس خیال کے قائل ہو کر کافر قرار پاتے ہیں یا نہیں اور کم از کم غیر مسلم قرار پاتے ہیں یا نہیں،

العیاذ باللہ تعالیٰ من خرافات الدیابنۃ ومن صفراتھم۔

سچ ہے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ایک معمہ:

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے صـ ۲۷۸ سے ۲۹۱ تک کئی حوالوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم میں ما سے مراد امور دنیاوی ہیں امور اخروی نہیں ہیں۔ مگر مولوی اسماعیل صاحب

تقویۃ الایمان ص ۴۲ پر یہ لکھتے ہیں کہ: یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔

مولوی اسماعیل صاحب اگر اپنے بیان میں سچے ہیں تو پھر یقیناً سرفراز صاحب اپنے بیان میں جھوٹے ہوں گے اور اگر سرفراز صاحب سچے ہیں تو پھر یقیناً مولوی اسماعیل صاحب جھوٹے ہوں گے۔ اس معمہ کو خود سرفراز صاحب ہی حل فرمائیں یہ ان کی ہی ذمہ داری ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ایک اور معمہ:

قارئین کرام سرفراز صاحب نے ازالہ میں متعدد جگہ حضور علیہ السلام کے لیے خصوصاً ص ۱۴۸-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶ پہ بعض علم غیب تسلیم کیا ہے بلکہ تنقید متین ص ۱۶۳ پر بھی بعض علم غیب عطائی مانا ہے۔ مگر سرفراز صاحب کے مولوی اسماعیل شہید تقویۃ الایمان ص ۴۴ پر لکھتے ہیں۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔ آگے لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی اور امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔

اس عبارت میں مولوی اسماعیل صاحب نے یہ بتایا ہے کہ غیب کی کوئی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ اس لیے جو کسی غیر اللہ کے لیے غیب کی کسی بات کا علم مانے گا وہ جھوٹا بلکہ بہت ہی جھوٹا ہے۔

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ وہ تو بعض علم غیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ بعض بعض اولیاء کرام کے لیے بھی ازالہ کے ص ۲۰۵-۲۰۶ پر تسلیم کر چکے ہیں مگر ایسا ماننے والا مولوی اسماعیل صاحب کے نزدیک بڑا جھوٹا ہے۔ اب سرفراز صاحب ہی یہ معمہ حل کریں کہ ان میں سے کس کو سچا اور کس کو جھوٹا مانا جائے۔ میرے خیال میں تو دونوں جھوٹے ہیں اگر جھوٹے نہ ہوتے تو خدا کی ذات کے لیے امکان کذب کے قائل نہ ہوتے جو خود جھوٹا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کر لیتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سرفراز صاحب کی شکست فاش:

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

البتہ خاں صاحب بریلی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کو تقریباً انیس سال تک اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا۔ حتیٰ کہ لیغفر لک اللہ الآیۃ نازل ہوئی تو آپ کو اس کا علم ہوا۔ کما مرّ مفصلاً۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب ویسے تو جھوٹوں کے سردار ہیں ہی مگر یہ جھوٹ اتنا بڑا بولا ہے جس کی شاید ہی کوئی مثال مل سکے جھوٹ بولنے کو سرفراز صاحب نے اپنی عادت ثانیہ بنا لیا ہوا ہے قدم قدم پہ جھوٹ بولتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ جھوٹ بولنے میں ہی ماہر نہیں بلکہ بددیانتی اور خیانت میں بھی کامل مہارت رکھنے والوں کے استاد ٹھہرے ہیں۔

جب منقولہ بالا بہتان بندہ نے پڑھا تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ فوراً تقریباً دس بجے صبح اپنے مدرسہ کے چار طلباء مولانا افتخار الحسن

فاروقی۔ مولانا محمد اسلم چشتی۔ مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی اور محمد غلام غوث سعیدی صاحب مورخہ ۹/۸۲ ۱۳ و مورخہ ۹/۸۲ ۱۴ کو ازالۃ ملفوظات اور خالص الاعتقاد دے کر سرفراز صاحب کے پاس بھیجا اور طلباء کرام نے جب گفتگو کی تو کہنے لگے تم کل اسی وقت آنا میں جواب دوں گا۔ ان طلباء نے کہا ہم متعلقہ کتابیں ساتھ لائے ہیں آپ ان سے ابھی نکال کر دکھائیے۔ مگر سرفراز صاحب کا مقصد ٹالنا تھا۔ اصرار کیا کہ آج نہیں کل آؤ۔

چنانچہ دوسرے دن پھر یہی طلباء متعلقہ کتابیں لے کر گئے تو سرفراز صاحب یہ مندرجہ بالا عبارت اعلیٰ حضرت کی کسی کتاب سے تو ہرگز نہ دکھا سکے البتہ یہ کہا کر یہ باتیں تے حساب لگا کر کہا ہے اور قل ماکنت بدعًا من الرسل الآیۃ کو منسوخ اور سورۃ الفتح کی آیت کو ناسخ قرار دینے کا نتیجہ یہی نکلتا ہے تو طلباء نے کہا کر جناب آپ نے عبارت مندرجہ بالا میں اپنے حساب کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے یہ قول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس صریح عبارت کو فاضل بریلوی کی کسی کتاب سے دکھائیں تو سرفراز صاحب لاجواب ہو گئے اور ادھر اُدھر کی بھفوات کا سہارا لے کر جان چھڑانے کی کوشش کی طلباء کو اندازہ ہو گیا کہ سرفراز صاحب نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے اور شامی میں بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اور جواب سے عاجز ہیں۔ طلباء کرام نے یہ بھی کہا کہ جناب آپ نے تو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر کے یہ بھی لکھا ہے کہ خاں صاحب بریلی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے اور ملفوظات و خالص الاعتقاد کا حوالہ دیا ہے۔

یہ عبارت بھی اعلیٰ حضرت کی ان کتابوں سے نکال کر دکھائیں تو سرفراز صاحب نے ملفوظات حصہ اول ص ۴۲ کی یہ عبارت دکھائی جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ طلباء نے جب یہ عبارت دیکھی تو سرفراز سے کہا کہ جناب اعلیٰ حضرت

تو وہابیوں دیوبندیوں کے عقائد و اقوال نقل کر رہے ہیں۔ اور آپ ان کو ان کے اپنے اقوال قرار دیتے ہیں۔ ملفوظ حصہ اول ص ۴۲ پہ صاف اور واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ:

اور وہابیوں دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔ بلکہ حضور کے لیے علم غیب کا ماننا شرک ہے۔

قارئین کرام جب طلباء کرام نے سرفراز صاحب کو ہاتھوں ہاتھ لیا تو وہ کانپنے لگے۔ ہاتھ بھی کانپ رہے تھے کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ طلباء واپس آ گئے اور آ کر تمام صورت حال بتائی اور یہ تاثر لے کر آئے کہ یہ لوگ نہایت بڑے جھوٹے اور انتہائی بددیانت ہیں۔ آپ خود اوپر کی لکیر کشیدہ عبارت میں دیکھیں کہ صاف واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ یہ خیال منقولہ بالا وہابیوں دیوبندیوں کی طرف سے فاضل بریلوی نے نقل کیا تھا۔ مگر سرفراز صاحب نے اس کو خود فاضل بریلوی کا قول بتا کر لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام جسارت کی ہے۔

طلباء نے نسخ کی بحث کے جواب میں ازالۃ الریب ص ۲۷۸ کی سرفراز صاحب کی اپنی عبارت دکھائی کہ جناب آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؒ حضرت قتادہ وغیرہ مفسرین کرام نے ما ادری والی آیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔ بلکہ آپ نے خود ان حضرات کی طرف نسبت کر کے لکھا ہے کہ ان کے خیال میں سورۃ فتح کی آیت کے نزول سے قبل حضور علیہ السلام کو اپنی اخروی نجات کا علم نہ تھا۔ تو ایسی صورت میں آپ نے جو اعتراض فاضل بریلوی پہ کیا ہے بعینہٖ یہ اعتراض حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؒ حضرت قتادہؒ وغیرہ مفسرین کرام پہ بھی وارد ہو گا۔

فماھو جوابکم فھو جوابنا۔

تو یہ اعتراض طلبا کا سُن کر سرفراز صاحب دم بخود ہو گئے کوئی جواب
نہ دے سکے۔ بس اتنا کہا کہ آپ اس کا جواب لکھیں۔ ہم جواب دیں گے
بالمشافہ گفتگو میں جو شخص طلبا کو مطمئن کرنے سے قاصر و عاجز رہا ہے وہ
تحریر میں کیا تسلی بخش جواب دے سکے گا یہ سرفراز صاحب کے محض
ہتھکنڈے تھے۔ جان چھڑانے کے لیے۔

چیلنج:

سرفراز صاحب ہمارا آپ کو بلکہ پوری دیوبندیت کو دنیا بھر میں یہ
چیلنج ہے کہ ص ۴۹۵ کی یہ دو عبارات بعینہٖ لکھے ہوئے الفاظ ہیں کہ آپ
کو تقریباً انیس سال تک اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا۔ حتیٰ کہ لیغفر لک اللہ
نازل ہوئی تو آپ کو اس کا علم ہوا۔
اور یہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ بلکہ حضور کے لیے علم غیب
ماننا شرک ہے۔
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کسی کتاب یا کسی رسالہ میں اُن کے اپنے قول
وعقیدہ کے طور پر دکھا دیں تو آپ بذریعہ عدالت دس ہزار روپے کا نقد
انعام حاصل کرنے کے مجاز ہیں۔ سرفراز صاحب کیا آپ یہ دس ہزار روپے
کا نقد انعام حاصل کرنے کے لیے عدالت سے ہمیں نوٹس دلانے کا حوصلہ
رکھتے ہیں۔ کیا یہ ہمت فرما سکتے ہیں۔ ھل من مبارز۔
مگر سچ ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قارئین کرام سرفراز صاحب نے قصداً و عمداً یہ جھوٹ بولا ہے اور

یہ بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے ورنہ خود بھی وہ ازالہ کے ص ۴۹۴ پر وہابیوں
دیوبندیوں کے الفاظ ملفوظ حصہ اول ص ۴۲ سے نقل کر چکے ہیں مگر اگلے صفحہ
۴۹۵ پر ان الفاظ کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرتے ہیں اور ان اقوال خبیثہ کو
فاضل بریلوی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ یہ بد دیانتی اور خیانت اور جھوٹ
اور دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ مگر سچ ہے کہ:

الاناء یترشح بما فیہ۔

جو برتن میں ہوتا ہے وہی اس سے باہر آتا ہے۔
یہ خود جھوٹ فریب دجل۔ خیانت بد دیانتی کے چلتے پھرتے مجسمے
ہیں ان سے سچ کی توقع عبث ہے

دلیل پنجم:

اس عنوان میں ص ۴۹۹ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:
خاں صاحب حسام الحرمین ملفوظات وغیرہ میں اور مولوی محمد عمر
صاحب مقیاس میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب جاء الحق میں
لکھتے ہیں:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ
من یشاء۔

اور ان تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر
ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا ہے کہ بعض غیب اس سے مراد ہے
علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ما کان وما یکون بھی خدا کے علم کا بعض
ہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ الغیب میں الف لام استغراق
کے ہیں۔

اس کا جواب دیتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

جواب:

جواب کے عنوان میں ص۵۰۰ پر کہ:

اس آیت سے بھی فریق مخالف کا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی غیب پر استدلال بالکل مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ آیت غزوہ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی جو شوال ۳ھ میں پیش آیا تھا اور یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے جس کے بعد قرآن کریم کی سولہ سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اگر اس سے کل علم غیب مراد ہو تو مناسب ہی تھا کہ اس کے بعد ایک حرف بھی قرآن کریم کا نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ صرف قرآن کریم کی سولہ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئی ہیں۔

نیز اس کے بعد علم غیب کی نفی کی کوئی آیت نازل نہ ہوتی حالانکہ سورۃ نساء سورۃ النور سورۃ المنافقون اور سورۃ توبہ میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح متعدد آیات موجود ہیں۔

جواب:

ہمارے اکثر و بیشتر اکابرین کے دعویٰ علم غیب کلی ما کان وما یکون کے ہرگز یہ خلاف نہیں کہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے اس کے بعد سولہ سورتیں نازل ہوئی ہیں بعد کی سورتوں کا نزول یا بعد کی سولہ سورتوں میں آیات نفی کا ورود بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ نزول قرآن کی تکمیل کے بعد کا ہے اور ہر سورۃ اور ہر آیت تکمیل نزول سے قبل کی ہے۔

باقی رہا یہ کہ مفتی صاحب نے جاء الحق میں نزول قرآن کی تکمیل سے قبل ہی علم کلی کے حصول کا دعویٰ کیا ہے۔ تو اگرچہ یہ ان کا ذاتی نظریہ

ہے وہ اس میں بندہ کی دانست کے مطابق متفرد ہیں مگر باوجود اس کے وہ ان اعتراضات کا جواب دے چکے ہیں اور وہ یہ کہ نزول قرآن کا مقصد فقط علم عطا کرنا ہی نہیں بلکہ چونکہ تلاوت بھی نزول پر موقوف ہے اس کا ثواب بھی اور اجراء احکام بھی نزول پر موقوف تھا۔ اس واسطے نزول ہوتا رہا بلکہ بعض آیات کا نزول مکرر ہوا۔ اگر علم دینے کے لیے نزول ہوتا تو تکرار کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہی نہیں بلکہ اور مقاصد بھی تھے۔

لہٰذا یہ سوال سرفراز صاحب کا جہالت پر مبنی ہے۔ سرفراز صاحب یہ ثابت کریں کہ نزول قرآن صرف علم دینے کے لیے ہوا ہے اور کسی مقصد کے لیے نہیں تو پھر ان کا اعتراض کسی حد تک قابل قبول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

یہ جواب ہم نے مفتی صاحب کے دعویٰ کی بنیاد پہ دیا ہے بلکہ درحقیقت جاء الحق میں یہ جواب مفتی صاحب خود دے چکے ہیں۔ سرفراز صاحب اُن کے دعویٰ کو نقل کر کے اعتراض تو کرتے ہیں۔ مگر ان کے دیئے ہوئے جوابات کو قصداً نظرانداز کر جاتے ہیں۔ مزہ تو تب تھا کہ مفتی صاحب کے جوابات کو توڑتے مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے۔ نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

آیت مذکورہ بالا سے استدلال پر دوسرا اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب ص۵۰۰ پر لکھتے ہیں کہ:

وثانیاً حضرات مفسرین کرام نے بھی اس آیت سے بعض علم غیب مراد لیا ہے۔ تمام علم غیب اور جمیع ما کان وما یکون کا علم اس آیت سے کسی کے نزدیک مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ قاضی بیضاوی اور علامہ خازن کی عبارات میں بعض المغیبات اور علی بعض علم الغیب کی قید موجود ہے۔ جس کو مفتی صاحب نے بھی نقل کیا ہے۔

جواب: بے شک ان آیات میں بعض غیب پر مطلع کرنا اور

بعض غیب کا علم دینا ہی مراد ہے۔ مگر سرفراز صاحب یہ تو بتائیے کہ یہ بعض
بالنسبت الی اللہ یا بالنسبت الی الخلق ہے۔ شق ثانی تو ظاہر البطلان و
مردود ہے اور شق اول متعین ہے اور شق اول کی صورت میں بعض ہونا
آپ کے علم کا ہمارے مدعا کے ہرگز خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام
کا علم ماکان و مایکون علم باری تعالیٰ کا بعض ہے۔ کیونکہ ذات باری کا علم
غیر متناہی و غیر محدود ہے اور حضور کا علم متناہی و محدود ہے اور ظاہر ہے کہ
متناہی و غیر متناہی کا بعض ہوتا ہے۔ اور محدود و غیر محدود کا بعض ہوتا ہے
اس لیے اس کا بالنسبت الی اللہ بعض ہونا اس کے کلی ہونے کے ہرگز منافی
نہیں ہے۔

(کما مر مفصلاً عدۃ مرۃ)

سرفراز صاحب یہ بتائیے کہ عبارات مفسرین کرام میں بعض المغیبات
کو آپ جزئی حقیقی پر محمول کرتے ہیں یا جزئی اضافی پر شق اول کا مردود ہونا
تو بالکل ظاہر ہے اور شق ثانی میں ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جزئی
اضافی کلی بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔

ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے۔

سرفراز صاحب ص ۱۰۵ پر امام بغوی کی معالم کی عبارت نقل
کرتے ہیں؛

وقال السدی معناہ وما کان اللہ لیطلع محمداً علی الغیب
ولکن اللہ اجتباہٗ۔

یعنی مطلب یہ ہے کہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع نہیں کیا
لیکن اُن کو چن لیا ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کے خبط کا اندازہ لگائیے کہ یہاں

آیت کی تفسیر میں سُدی کا سہارا لیتے ہیں مگر ازالہ کے ص ۳۱۴ اور ۳۱۵ پر اسی سُدی
کو باحوالہ کذاب بڑا کذاب قرار دیتے ہیں۔ کیا کذاب اور بڑے کذاب کا
قول تفسیر قرآن میں قابل قبول ہے کیا یہ سرفراز صاحب کی جہالت اور بددیانتی
نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔

حالانکہ سرفراز صاحب اخبار غیب انباء غیب پر اطلاع کو خود ازالہ
کے ص ۳۸ پر تسلیم کر چکے ہیں بلکہ اس کے انکار کو وہ الحاد و زندقہ قرار
دے چکے ہیں اور اطلاع علی اخبار الغیب کے منکر کو ملحد و زندیق قرار
دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۳۹۔ سرفراز صاحب بتائیے امام بغوی کی عبارت
آپ کے خلاف ہے یا نہیں اور کیا امام سُدی آپ کے نزدیک زندیق
و ملحد ہیں یا نہیں۔

تفسیر مظہری جلد دوم ص ۱۸۵ سے سرفراز صاحب ایک عبارت یہ
بھی نقل کرتے ہیں کہ؛

کما اطلع نبیہٗ صلی اللہ علیہ وسلم علی احوال المنافقین۔

یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین
کے حالات پر آگاہ و خبردار فرمایا ہے۔

پچھلے الجواب میں سرفراز صاحب متعدد جگہ یہ تحریر کر چکے ہیں کہ حضور
علیہ السلام کو منافقوں کے حالات کا علم نہ تھا۔ مگر یہاں خود قاضی صاحب
سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کو منافقوں کے حالات کا علم تھا اور خدا نے آپ کو
مطلع کر دیا تھا۔

یہ عبارت بھی سرفراز صاحب کے خلاف ہے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں؛

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ الغیب سے مراد بعض علم غیب ہے
اور اوپر امام بغوی کی معالم سے خود نقل کیا ہے کہ؛ نظیرہٗ

قوله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر الآیۃ۔

یعنی ماکان اللہ الآیۃ اور عالم الغیب الآیۃ۔
ایک دوسرے کی نظیر ہیں۔ جب بات یہ ہے تو پھر الغیب سے بعض غیب اگر مراد لیا جائے تو پھر لازم یہ آتا ہے کہ باری تعالیٰ کا علم غیب بھی بعض ہو جو ظاہر البطلان ہے۔

سرفراز صاحب ص۱۰۵ پر ہی مفتی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

رہا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے تو یہ جہالت یا خیانت کا ایک مضحکہ خیز اور حیرتناک مظاہرہ ہے۔ کیونکہ ہم پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ عالم الغیب والشھادۃ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق الناس اور بندوں کے علم سے غائب ہو اور شہادت وہ جو ان کے علم اور مشاہدہ میں ہو جیسے مدارک میں ہے:

عالم الغیب ما یغیب عن الناس والشھادۃ ما یشاھدونہ

تنویر المقیاس میں ہے۔ عالم الغیب ما غاب عن العباد ویقال مایکون والشھادۃ ما علمہ العباد ویقال ماکان۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض سے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض مراد نہیں بلکہ بعض سے وہ بعض مراد ہے جو الناس اور العباد کے علم غیب سے بعض ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب کی جہالت کا کون اندازہ لگائے اندازہ تو اس کی جہالت کا لگایا جا سکتا ہے جس کی جہالت کی کوئی حد ہو۔ سرفراز صاحب

کی بلکہ کشیدہ عبارت پر غور کریں کیا کہہ رہے ہیں کہ الناس اور العباد کے علم غیب کا بعض مراد ہے۔ خوب کہا الناس اور العباد کے علم غیب حاصل ہے اور کیا الناس و العباد کا علم غیب کلی ہے کہ حضور کا یا دیگر رسل کا بعض ہے یا کسی حماقت کی بات ہے۔

سرفراز صاحب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ماکان و مایکون کا علم متناہی و محدود ہے اور مافی السموات والارض بھی متناہی و محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی و غیر محدود ہے۔

جیسا کہ حواشی بیضاوی میں لکھتے ہیں:

لان معلومات اللہ تعالیٰ لا نھایۃ لھا فلا ینحصر فی غیب السموات والارض وما تبدون وما تکتمونہ۔

بیضاوی ص۴۳، حاشیہ ملاحظہ ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے معلومات کی کوئی انتہا نہیں اس لیے آسمانوں اور زمینوں اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو یا جس کو چھپاتے ہو اس میں اللہ تعالیٰ کا علم منحصر اور بند نہیں ہے۔ بلکہ باری تعالیٰ کا علم بہت زیادہ ہے اور آسمانوں و زمینوں میں جو کچھ ہے وہ بعض ہے اللہ تعالیٰ کے علم کا یعنی جمیع ماکان و مایکون کا علم علم باری تعالیٰ کا بعض ہے۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ مفسرین کرام نے جو بعض فرمایا ہے وہ علم الٰہی ہی کے مقابلہ میں فرماتے ہیں نہ الناس اور العباد کے علم کے مقابلہ میں سرفراز صاحب نے جو عبارات تفسیر نقل کی ہیں وہ بالکل بے محل و بے موقع ہیں۔ ان عبارات کو ہرگز ان کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی ہیرا پھیری ہے اور کچھ نہیں سرفراز صاحب درحقیقت مفتی صاحب کی بات کا جواب نہیں بن سکا مگر دیوبندیوں کو یہ باور کرانے کے لیے کہ جواب دے دیا ہے کچھ نہ کچھ تو لکھنا ضروری تھا۔ اس لیے بے سوچے لکھتے ہیں۔ جو ان کا قدیمی

نتیجہ ہے ص ۵۰۲ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ :

رہا یہ سوال کہ الغیب میں الف لام استغراق کے لیے ہے تو بھی باطل ہے اور مردود۔

جواب :

سرفراز صاحب نے خود ازالہ کے ص ۵۰۳ پہ یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ قاعدہ بھی ہے کہ مصدر پہ الف و لام کبھی استغراق کے لیے بھی آتا ہے۔ سرفراز صاحب یہ دعویٰ کس نے کیا ہے کہ الف لام ہمیشہ استغراق ہی کے لیے آتا ہے۔ عہد یا جنس کے لیے کبھی نہیں آتا اور یہ بھی کس نے دعویٰ کیا ہے کہ مصدر پہ ہمیشہ الف و لام استغراق ہی کے لیے آتا ہے۔ اگر یہ کسی نے کہا ہے سب تو آپ کا حق ہے کہ اس کی تردید کریں۔ لیکن یہ بات تو کسی نے بھی نہیں کہی تو اس کی تردید آخر کیا معنیٰ رکھتی ہے۔

قارئین کرام اگر الف و لام کو استغراق ہی کا مانا جائے تب بھی استغراق سے حقیقی استغراق تو انبیاء و رسل کے حق میں مراد لینا درست نہیں۔ کیونکہ حقیقی استغراق کا مفاد یقیناً علم غیر متناہی ہے اور اس کا حصول کسی نبی و رسول کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے لازمی امر ہے کہ استغراق سے استغراق عرفی مراد لیا جائے۔ جس کا مفاد متناہی و محدود ہوتا ہے اور سرفراز صاحب کا یہ فرمانا کہ الف و لام کو استغراق کے لیے لینے کی صورت میں حق لینا اخبار غیب اور انباء غیب کے لیے ہے۔ کل غیب کے لیے نہیں تو گذارش ہے کہ کل غیب سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اگر مراد کل غیب سے کل غیر متناہی ہے تو یہ ہمارا بھی مدعا نہیں۔

جیسا کہ بارہا واضح کر دیا گیا ہے اور اگر مراد کل متناہی ہے تو پھر چشم ما روشن دلے ما شاد یہ تو ہمارے ہرگز خلاف نہیں بلکہ ہمارے عین مطابق ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب جہاں بھی لفظ کل دیکھتے ہیں بدک جاتے ہیں۔ کہ کل تو صرف ذات باری کا علم ہو سکتا ہے۔ اور بس۔ حالانکہ کل متناہی ہے اور اس کا مفاد بھی متناہی ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ کل غیر متناہی ہی ہو چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر واحصیٰ کل شئ عددا۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قلنا لا شک ان احصاء العدد انما یکون فی المتناھی فاما لفظۃ کل شئ فانھا لا تدل علیٰ کونہٖ غیر متناہٍ لان الشئ عندنا ھو الموجودات والموجودات متناھیۃٌ فی العدد۔

اور ایسی ہی عبارت روح البیان میں بھی موجود ہے۔ روح البیان کا حوالہ اس لیے دیا ہے کہ تغیر کی بات کی تائید ہوتی ہے یا یہ کہ اس کی تائید تفسیر کبیر کی عبارت کرتی ہے ورنہ بغیر دیگر معتبر تفاسیر کے تائید کے بندہ نے پوری کتاب میں روح البیان وغیرہ کے حوالے نقل نہیں کیے کیونکہ سرفراز صاحب ان کے حوالجات کو نہیں مانتے۔ اگرچہ یہ اُن کی سینہ زوری ہے۔ مگر ہمیں اصرار کی ضرورت بھی کیا۔ ہمارا دعویٰ جب سرفراز صاحب کی مسلمہ تفاسیر سے ثابت ہو جاتا ہے تو ہمیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ ان کے بقول غیر معتبر تفاسیر کے حوالے پیش کریں۔

دلیل ششم :

اس عنوان میں ص ۵۰۳ پر سرفراز صاحب مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ کا استدلال وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما پ النساء سے استدلال نقل کرتے ہیں کہ اس آیت اور ان تفاسیر (منقولہ) سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گذشتہ واقعات کی خبر دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لیے ہوتا ہے تو آیت سے

پر معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی تھا سب ہی بتا دیا۔ اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن و حدیث اور امت کے عقیدہ کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

(جاء الحق صہ ۴۹، ۵۰)

اس کے بعد سرفراز صاحب جواب کے عنوان میں استدلال مذکور پر یوں اعتراض کرتے ہوئے صہ ۵۰ پر لکھتے ہیں:

کہ اس آیت سے بھی علم غیب کلی پر فریق مخالف کا استدلال بالکل خام ہے اولاً اس لیے کہ یہ آیت اوائل سنہ ۴ھ میں نازل ہوتی ہے۔ اور یہ سورۃ النساء کی آیت ہے جس کے بعد کئی سورتیں جن میں سورۃ التوبۃ خصوصیت سے قابل ذکر ہے نازل ہوئی ہیں۔ اگر سب کچھ غیب اس آیت سے ثابت ہوتا تو اس کے بعد کسی اور حکم اور کسی سورۃ کے نازل ہونے کی مطلقاً کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آنی چاہیے تھی۔ حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی منافق کے ایک مخصوص واقعہ میں منافقین کی ایک گہری سازش کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی۔ اور اس موقعہ پر دیگر آیات کے علاوہ یہ آیت بھی نازل ہوئی یہ الگ بات ہے کہ کوئی آیت اپنے شان نزول پر بند نہیں ہوتی مگر اس سے وہ عموم و استغراق ہرگز ثابت نہیں ہوتا جس کا فریق مخالف دعویٰ کرتا ہے۔

جواب:

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کسی سورۃ کا مکی یا مدنی ہونا یا اوائل میں

یا اواخر میں نازل ہونا یا اس کے بعد مزید سورتوں اور احکام و آیات کا نزول ہرگز ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد کا ہے۔ پہلے کا نہیں۔ البتہ مفتی صاحب کے دعویٰ کے خلاف بظاہر یہ ہو سکتا ہے۔ مگر مفتی صاحب جاء الحق میں ایسے اعتراضات کے جوابات دے کر فارغ ہو چکے ہیں کہ نزولِ قرآن کا مقصد صرف علم عطا کرنا ہی نہیں بلکہ دیگر مقاصد بھی اس سے متعلق ہیں۔ مثلاً اجراءِ احکام ثواب تلاوت وغیرہ کا نزول پر موقوف ہونا ہے اور ان جوابات کو سرفراز صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں جواب دینے کی کوشش نہیں کی نہ معلوم کیا وجہ ہے۔

باقی عجب قاعدہ یہ ہے کہ:

العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب۔

کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے سبب و شان نزول کی خصوصیت معتبر نہیں اور ما کی وضع بھی عموم ہی کے لیے ہے اکثر کے نزدیک تو پھر یہاں آیت میں ما کو اس کے حقیقی معنی عموم سے بلا قرینہ صارفہ پھیرنا کہاں کی انصاف پسندی ہے ما کا حقیقی معنی عموم ہی ہے نہ اور حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجاز مراد لینا بلا قرینہ مرجحہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

قارئین کرام نور الانوار اور المنار اصول الشاشی و دیگر اکثر کتب اصول فقہ میں صاف اور واضح لفظوں میں لکھا ہے:

وما ومن یتحملان العموم والخصوص واصلهما العموم۔

یعنی اگرچہ ما و من میں تخصیص کا احتمال ہے مگر ان کی اصل وضع عموم کے لیے ہے۔

چنانچہ خود سرفراز صاحب ازالہ کے صہ ۵۰۶ پر مندرجہ بالا عبارت کو نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

مطلب واضح ہے اگرچہ اصل وضع میں دونوں عموم کے لیے ہیں الخ

جب آپ نے خود یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ان کا حقیقی معنی عموم ہی ہے تو پھر اس حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا بغیر کسی دلیل مرجح اور قرینہ صارفہ کے کیا یہ بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نہیں ہے۔ ہم نور الانوار اصول الشاشی توضیح تلویح۔ حسامی۔ مسلم الثبوت وغیرہ سے باب اول میں نقل کر چکے ہیں کہ:

نعندنا العام القطعی فیکون مساویا للخاص۔

اور یہ کہ:

ان العموم مثل الخصوص عندنا فی ایجاب الحکم قطعاً۔

اور یہ کہ:

لنا انہٗ موضوع العموم قطعاً فہو مدلولہٗ۔

ای العموم مدلولہٗ قطعاً۔

ان تمام عبارات میں عموم کو قطعی قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے بلا قرینہ صارفہ عموم کو چھوڑ کر خصوص کو لینا ہرگز جائز نہیں۔ باقی سید شریف جرجانی کا قول الموصولات لم توضع للعموم الخ جمہور کے قول کے خلاف ہے اس لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

سرفراز صاحب ص ۵۰۵ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وثانیاً یہ استدلال کلمہ ما کے عموم اور استغراق حقیقی پر مبنی ہے حالانکہ متعدد دلائل اس پر گواہ ہیں کہ ہر مقام پر اور ہر جگہ کلمہ ما عموم اور استغراق حقیقی کے لیے نہیں ہوتا۔ جیسا کہ:

ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون اور وعُلّمتم مالم تعلموا انتم ولا آبائکم

اور وعلم الانسان مالم یعلم دیکھیے پہلی آیت میں اگر ما کو عموم و استغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو حضور کی طرح صحابہ و تمام افراد امت کے لیے علم غیب کلی ماننا پڑے گا۔

اور چونکہ دوسری آیت میں اکثر مفسرین کرام کے نزدیک آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے اگر مخاطب مسلمان ہی ہوں تو بھی پہلی صورت میں یہودیوں اور دوسری صورت میں ہر مسلمان کے لیے علم غیب کلی ماننا پڑے گا اور تیسری آیت میں بعض کے نزدیک مراد ابوجہل ہے۔ اور اکثر کے نزدیک جنسِ انسان ہے۔

بنابریں لازم آئے گا کہ ہر انسان عالم الغیب ہو عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا کافر موحد ہو یا مشرک مرد ہو یا عورت اس کا کون قائل ہے۔ ممکن ہے فریق مخالف کرشن کنہیا کی طرح ہر ایک انسان کے لیے بھی یہ صفت مانتا ہے۔

ولا بُعد فیہ عندھم۔

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ آیت سے استدلال عموم و استغراق حقیقی پر مبنی ہے غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ یہ استدلال عموم و استغراق حقیقی پر نہیں بلکہ عموم و استغراق عرفی پر مبنی ہے۔ کیونکہ استغراق و عموم حقیقی کا مفاد غیر متناہی ہے اور عموم و استغراق عرفی کا مفاد متناہی ہے اور جمیع ما کان وما یکون کا علم بھی متناہی ہے۔ غیر متناہی نہیں ہے۔ اور اگر یہاں استغراق حقیقی بھی مراد لیا جائے تو بھی کوئی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ عقلی تخصیص کی جائے گی اور غیر متناہی کو نکال دیا جائے گا اور متناہی کو باقی رکھا جائے گا۔ ما کی وضع تو عموم و استغراق ہی کے لیے ہے آگے استعمال قرائن کی روشنی میں متعین ہوتا ہے۔ اگر قرینہ تخصیص کا ہو تو تخصیص کر لی جاتی ہے۔ اگر قرینہ حقیقی کا ہو تو حقیقی ورنہ عرفی مراد ہوتا ہے۔

سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ ہر مقام پر یا ہر جگہ ما عموم و استغراق حقیقی کے لیے
نہیں ہوتا اپنی جگہ درست ہے مگر سرفراز صاحب یہ کہا کس نے ہے۔ کہ
ہر جگہ استغراق حقیقی کے لیے ہوتا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ما کی اصل وضع
عموم و استغراق کے لیے ہے اور مقام و قرائن کی مناسبت سے معنی
کا تعین ہوتا ہے اگر کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو تو معنی حقیقی ہی مراد ہو گا۔ اللہ
تعالیٰ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جہاں لفظ ما یا من وغیرہ
کلمات عموم و استغراق وارد ہوں گے وہاں اُن کی شان کے لائق عموم و
استغراق مراد ہو گا اور جہاں یہ کلمات عموم افراد امت وغیرہ کے لیے وارد
ہیں وہاں مراد اُن کی شان کے لائق ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ افراد امت یا
یہودی و ہر فرد مسلم کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے حق میں بھی ما وغیرہ کلمات
عموم کو استغراق اور وہ بھی حقیقی کے لیے مانا جائے۔ یہ سرفراز صاحب کی اور
ان کی جماعت دیوبندیہ بلکہ دیگر فرق ضالہ کی گمراہی کی بنیادی وجہ ہے کہ وہ
حضور علیہ السلام کو اپنے اوپر اور دیگر افراد امت پر قیاس کر لیتے ہیں حالانکہ
یہ قیاس مع الفارق ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔

جواب نمبر۲:

پہلی دونوں آیات میں جمع کا مقابلہ جمع کے ساتھ ہے۔ اس لیے
تقسیم احاد کی احاد پر ہو گی۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ تمام وہ علوم جو حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھے وہ دیگر افراد امت وغیرہ کو حاصل نہیں ہوتے
بلکہ بعض بعض علوم ان کو حاصل ہوتے تھے۔

شرح وقایہ میں ہے:

اختار لفظ الجمع فی اعضاء الوضوء فاریدا بمقابلة بجمع بالجمع
انقسام الآحاد علی الآحاد الخ

یعنی مقابلہ جمع کا جمع سے ہے اس لیے اعضاء وضوء میں لفظ

جمع اختیار کیا ہے اور اس سے مراد انقسام احاد علی الاحاد ہے۔

جواب نمبر۳:

ان دو آیات میں فاعل معلم خود انبیاء کرام علیہم السلام ہیں یا خود حضور علیہ
السلام ہیں اور معلم اور متعلم کو خصوصاً جبکہ معلم نبی ہو
اور متعلم امتی ہو علم میں برابر اور مساوی قرار دینا بھی جہالت ہے

سرفراز صاحب ص ۵۰۶ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وثالثاً جملہ معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام مالم تکن تعلم کی
مد میں درجہ اول میں احکام اور امور دین وغیرہ کو شمار کرتے ہیں اور بعض کو
کتاب و سنت کو اور بالتبع باقی امور اس میں آتے ہیں اور ان کو بھی بعض
تمریض کے صیغہ سے نقل کرتے ہیں۔

مثلاً بغوی لکھتے ہیں:

وقیل من علم الغیب۔

خازن میں ہے:

وقیل علمك من علم الغیب۔

جواب:

احکام کا درجہ اول میں آنا دیگر امور دین وغیرہ کو خارج نہیں کرتا۔ باقی
امور بالاصالۃ ہوں یا بالتبع ہر حال میں وہ ما میں داخل ہیں۔ درجہ اول میں
ہونا دوسرے امور کے لیے دخول کے منافی نہیں ہے۔

اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی باطل و مردود ہے اور سرفراز
صاحب کا یہ کہنا بھی باطل و مردود ہے کہ بعض مفسرین نے صیغہ تمریض سے
نقل کیا ہے۔ کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ صیغہ مجہول کو ضعف کی دلیل بنایا
جائے۔ کیا ہر جگہ یہ قاعدہ چلتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر واذا قیل لھم
لا تفسدوا فی الارض کے متعلق کیا خیال ہے کیا یہ قول بھی دلیل ضعف

ہے اور کیا یہ قول مذکور بھی ضعیف ہے ہرگز نہیں۔ مزید برآں یہ کہ سرفراز صاحب نے خود اپنی کتاب تفریح الخواطر میں لکھا ہے کہ قیل وغیرہ کلمہ تمریض اس کے کلام میں کلمۂ ضعف ہوگا۔ جس نے یہ التزام کر رکھا ہو کہ میرے کلام میں جب یہ کلمات تمریض ہوں گے تو وہ ضعف کی علامت ہوں گے۔

چنانچہ سرفراز صاحب نے تفریح الخواطر (ص ۹۷، ۹۸) پر لکھا ہے کہ:

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ:

فائدہ:

بسا اوقات حضرات فقہاء کرام کسی حکم کو ذکر کرتے ہیں جو لفظ قیل سے صادر کیا جاتا ہے اور شراح اور محشی اس کے تحت لکھ دیتے ہیں کہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے اور حق بات یہ ہے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے قائل نے اس کا التزام کیا ہے کہ وہ مرجوح حکم کو اس صیغہ سے بیان کرے گا اور اس صیغہ کے ساتھ اس حکم کے ضعف کی طرف اشارہ کر گیا تو اس کا قطعی فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ مؤلف ملتقی الابحر علامہ ابراہیم بن محمد الحلبی الحنفی نے ملتقی الابحر کے دیباچہ میں اپنے التزامات کا ذکر کیا ہے کہ اس میں جو صورت لفظ قیل یا قالوا سے بیان کی جائے گی اگرچہ وہ اصح وغیرہ سے مقرون بھی ہو تو وہ بہ نسبت اس کے جو ایسی نہیں مرجوح ہوگی اور جس نے اس کا التزام نہ کیا ہو تو لفظ قیل سے اس کے ضعیف ہونے کا کوئی یقین اور جزم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اسی واسطے علامہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ المسائل البہیۃ الزاکیہ علی الاثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ ہر وہ حکم جس پر صیغہ قیل کا داخل ہو ضعیف ہی نہیں ہوتا۔ صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ

یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ قیل اور یقال اور اس کی مانند صیغے جو تمریض کے سمجھے جاتے ہیں وہ نہ تو تمریض کے لیے موضوع ہیں اور نہ یہ کلی طور پر تمریض کا فائدہ دیتے ہیں۔ بلکہ اس کا ضعف یا تو قائل کے التزام سے معلوم ہوگا (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ بلا کسی واضح دلیل کے لفظ قلیل کو ضعف پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے الخ۔

(دیکھیے تفریح الخواطر ص ۹۷ تا ۹۸)

اب سرفراز صاحب آپ ہی بتائیں کہ کیا علامہ خازن اور علامہ بغوی وغیرہ نے کہیں یہ التزام کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کہاں کیا ہے۔ ذرا نشاندہی فرمائیے۔ سیاق وسباق میں بھی کوئی قرینہ موجود نہیں۔ اس لیے آپ کے اپنے اقوال وحوالجات سے آپ کا قول باطل ومردود قرار پایا ہے۔ وھو المدعاء۔

قارئین کرام وعلمك مالم تكن تعلم میں ما موصولہ ہے اور تفاسیر کی عبارات میں ای من الاحکام والغیب اس کا بیان ہے اور احکام سے جمیع احکام مراد ہیں۔ اسی طرح الغیب سے بھی جمیع غیوب سے مراد ہو سکتے ہیں۔ مگر چونکہ جمیع غیوب غیر متناہی ہیں۔ اس لیے غیر متناہی کی تخصیص عقلی کر لی جائے گی اور ما کان وما یکون کے متناہی علوم مراد قرار پائیں گے اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ مراد صرف احکام دین وامور دین ہیں۔ غلط ہے کیونکہ اس آیت کی ابتدا یوں ہے:

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔

اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور آپ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ آپ کو سکھایا ہے اور آپ پر اللہ

کا بڑا فضل ہے۔

کتاب و حکمت سے مراد احکام دین اور ما سے مراد ماںقی تمام علوم ہو سکتے ہیں۔ کتاب و حکمت سے مراد احکام ہوں اور ما سے مراد بھی احکام تو یہ تاکید بنتی ہے اور اگر کتاب و حکمت سے مراد احکام اور ما سے مراد علم غیب و علم غائر القلوب وغیرہ ہو تو تاسیس بنتی ہے اور قاعدہ ہے التاسیس اولی من التاکید۔ یعنی تاسیس تاکید سے اولی اور بہتر ہوتی ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ کتاب و حکمت سے مراد احکام ہوں اور ما سے مراد احکام کے علاوہ علم غیب وغیرہ ہو اس صورت میں پر مفسرین کرام کے علاوہ محدثین کرام کے اقوال بھی اس کے موید ہوں گے۔

سرفراز صاحب ص ۵۰۰ پر لکھتے ہیں کہ:

مفتی صاحب ان حضرات مفسرین کرام سے پوچھئے کہ آپ نے اپنی طرف سے احکام اور امور دین وغیرہ کی قید کیوں لگائی ہے۔

جواب نمبر ۱:

مفسرین کرام کے ذاتی اقوال سے قرآن کے مطلق کو مقید اور عام کو خاص کرنا تو آپ کے نزدیک بھی منع و نا جائز اور شریعت گھڑنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ آپ نے راہ سنت وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ کیا آپ مفسرین کی تفاسیر میں سے اس آیت کے تحت کوئی متواتر یا مشہور روایت دکھا سکتے ہیں۔ جس سے یہ احکام دین کی قید ثابت ہو۔ اگر ہے تو دکھائیں اگر نہیں ہے تو پھر تسلیم کیجئے کہ یہ قید ذاتی رائے پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد کوئی متواتر یا مشہور روایت نہیں ہے اور خبر واحد بھی اس قابل نہیں کہ اس سے مطلق کو مقید یا عام کو خاص کر لیں۔ جب یہ تخصیص یا تقیید صحیح خبر واحد حدیث سے جائز نہیں تو پھر محض کسی مفسر کے ذاتی قول سے کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

آپ بھی تو ہم سے اور ہمارے اکابر سے یہ مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ جی یہ ذاتی کی قید تو آپ نے گھر سے لگائی ہے اور ذاتی و عطائی کی تقسیم تو چور دروازہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

کیا آپ کو بھی یہ کہہ دیا جائے کہ جناب یہ قید ہم نے خود نہیں لگائی بلکہ جلیل القدر مفسرین کرام نے لگائی ہے بلکہ آپ کے مسلمہ و معتبر و مستند مفسر علامہ آلوسی نے صریح لفظوں میں تصریح فرمائی ہے پھر آپ بھی ان مفسرین کرام و محدثین عظام اور خصوصاً اپنے مسلمہ و بے نظیر و معتبر و مستند مفسر علامہ آلوسی سے پوچھئے کہ آپ نے یہ ذاتی استقلالی بلا واسطہ کی قید کیوں لگائی ہے۔ کیا یہ جواب آپ کو منظور ہے اور اگر آپ کو منظور ہے تو ہم بھی منظور کر لیتے ہیں اور نہ اگر آپ کو یہ جواب منظور نہیں تو پھر ہمیں کیوں پوچھتے ہیں اور ہم سے اس کی توقع کیوں رکھتے ہیں۔

اور پھر یہ ذاتی کی قید تو ہم خود آپ کے اکابر اور آپ کی اپنی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں چنانچہ حیات النبی کے مسئلہ پر تسکین الصدور اور آپ کی سماع موتی کے حوالے نقل کیے جا چکے ہیں اور مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی کی عبارت فتاوی عبد الحی سے بھی نقل کی جا چکی ہے۔ بلکہ تھانوی صاحب کی بسط البنان کا حوالہ بھی دیا جا چکا ہے۔

اور لیجئے ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے تاکہ شاید کہ سرفراز صاحب آپ کے دل کو تسکین ہو جائے۔

چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب ص ۵۶ پر لکھتے ہیں:

خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی

ظلی کہ قدر عطاء کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے۔

قارئین کرام دیکھیے اس عبارت میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب (جو سرفراز صاحب کے نزدیک ایک بہت بڑی شخصیت ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے متعلق اپنی کتاب عبارات اکابر میں ان کی صفائی میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ باوجود اس کے ناکام رہے ہیں۔

نے یہ صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی حقیقی ہے اور باقی ساری مخلوق کا علم (بمع انبیاء کرام خصوصاً حضور علیہ السلام کے) (ذاتی حقیقی نہیں) بلکہ مجازی ظلی اور عطائی ہے۔

اب ذرا سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ اگر یہ ذاتی وعطائی کی تقسیم چور دروازہ ہے بقول آپ کے تو پھر کیا مولوی خلیل احمد صاحب نے اس چور دروازہ کو کھلا رکھ کر اور بیان کر کے اہلسنت بریلوی کی تائید کی ہے یا نہیں۔ سرفراز صاحب سینے پہ ہاتھ رکھ کر خدا کو حاضر وناظر جان کر ایمان سے بتائیے نا کہ مولوی خلیل صاحب نے اس عبارت میں ہم اہلسنت حنفی بریلوی کی تائید کی ہے یا تم جیسے دیوبندیوں کی۔

سرفراز صاحب اور کیا اب وہ سات عدد اعتراضات جو آپ نے باب چہارم میں صہ ۱۱۵، ۱۱۶ پر وارد کیے تھے وہی اعتراضات آپ کے ان اکابر پہ وارد کر دیئے جائیں کہ:

۱- کیا نبی کا وجود ذاتی تھا اگر ذاتی نہ تھا بلکہ عطائی تھا تو آپ نے علم غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا اور یوں کیوں نہ فرمایا۔ لستُ بموجود۔

۲- اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت ذاتی تھی۔ یا خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی۔ تو آپ نے اپنی نبوت ورسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا۔

۳- اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا۔ اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی اور یہ کیوں نہ فرما دیا کہ مجھے قرآن نہیں ملا۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

۴- اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی وجہ فرق بالکل بیّن ہونی چاہیئے۔

۵- اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کوئی حقیقت عطائی ہو سکتی ہے یا اس کی کسی حقیقت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے۔ جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا الخ۔

۶- اور اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان رہے گا۔ اور اگر رہے گا تو کس دلیل سے اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمائیے کہ اس بیچارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے ہوا۔

۷- اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو یا للتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور ظل ہے۔ کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا۔ یا نہیں۔ اس کا جواب سرفراز صاحب آپ کو سوچ سمجھ کر دینا ہوگا اور بتانا ہوگا کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل کے گھیرے میں کون ہے۔

قارئین کرام یہ سات عدد اعتراضات سرفراز صاحب پر ہم نے لوٹائے ہیں۔ ہم ان کے دندان شکن جوابات دے کر اپنے مقام پر فارغ ہو ہو چکے ہیں۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ سرفراز صاحب کے اکابر پر بھی یہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ براہین کی عبارت کا جواب سرفراز صاحب قیامت تک نہیں دے سکتے۔ سچ ہے ؎

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس کے بعد ص ۵۰۰ پر سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی باطل و مردود ہے کہ: باقی جن بعض مفسرین کرام نے علم غیب اور خفیات الامور اور ضمائر القلوب کا ذکر کیا ہے تو وہ بھی اپنے مقام پر صحیح ہے۔ کیونکہ بعض امور غیب اور خفیات الامور و ضمائر القلوب اور دلوں کے اسرار پر اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا ہے اس کا کس کو انکار ہے لیکن ان حضرات مفسرین کرام کی عبارتوں سے کل علم غیب مراد لینا دیگر نصوص قطعیہ کے علاوہ خود ان کی اپنی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

سرفراز صاحب کا یہ قول باطل و مردود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہرگز کوئی نص قطعی علم کلی کے خلاف نہیں بلکہ بہت سی نصوص سے علم کلی ثابت کیا جا چکا ہے اور اسی طرح ہرگز کسی مفسر کی کوئی تصریح بھی علم غیب کلی بمعنی ماکان و مایکون کے خلاف موجود نہیں ہے۔ نقدِ ... کو سرفراز صاحب کا دلیل بنانا علم کلی کے خلاف خود غلط فہمی ہے۔ کیونکہ اس بعض سے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض مراد ہے۔

جیسا کہ پہلے وضاحت سے بیان ہو چکا ہے کہ علم الٰہی کے اور علم خداوندی کی نسبت سے بعض اور جزی ہونا کلی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے

کہ باری تعالیٰ کے علم کی نسبت بعض و جزی ہو اور مخلوق کی نسبت سے کلی ہو اور حق بھی یہی ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی جہالت کا پلندہ ہے۔

دلیل ہفتم:

سرفراز صاحب ص ۵۰۷، ۵۰۸ پر لکھتے ہیں کہ:

فریق مخالف نے فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی آیت سے بھی علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے مگر بے سود ہے کلمہ ما کے عدم عموم کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں۔ علاوہ بریں یہ ارشاد معراج کی رات کا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی رات سب کچھ دیا جا چکا ہے۔ تو پھر معراج تو ہجرت سے بھی پہلے واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم کیوں نازل ہوا الخ۔

جواب:

اس کا جواب بھی پہلے گزر چکا ہے یاد دہانی کے لیے عرض ہے کہ ہمارے پیش کردہ دعویٰ پر تو یہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے۔ البتہ مفتی صاحب کے دعویٰ پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا تھا۔ مگر مفتی صاحب بھی اس کے جواب سے فارغ ہو چکے ہیں۔ سابقہ صفحات میں اُن کا جواب بھی نقل کیا جا چکا ہے۔ چند مرتبہ کہ نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہی نہیں بلکہ اجراء احکام ثواب تلاوت وغیرہ چونکہ نزول پر موقوف ہے اس لیے نزول ہوتا رہا اگرچہ علم پہلے دیا جا چکا تھا۔ اگر نزول قرآن کا مقصد صرف علم دینا ہو گا تو پھر سورہ فاتحہ کے نزول کا تکرار بے سود گا۔ اسی طرح سورہ بقر کی آخری آیات کا

شب معراج بلا واسطہ دوبارہ عطا ہونا بھی بے کار قرار پائے گا۔

اللازم باطل فالملزوم مثلہٗ۔

دلیل ششم:

سرفراز صاحب اس عنوان میں ص ۵۰۸ پر لکھتے ہیں کہ:

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان۔

تفسیر معالم التنزیل حسینی اور خازن اور مدارک میں ہے کہ آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے ماکان وما یکون ہے۔ ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا ہے۔

اس پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب جواب کے عنوان سے ص ۵۰۹ پر لکھتے ہیں کہ:

اس سے بھی مفتی صاحب وغیرہ کا استدلال درست نہیں ہے اولاً اس لیے کہ اگر اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہے تو آپ کا انسان ہونا بھی ثابت ہے پھر نور وغیرہ کے دور دراز جھگڑے کیوں۔ ان کو صاف تسلیم کر لینا چاہیے۔ کہ آپ آدمی۔ بشر اور انسان ہیں۔

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب کی جہالت اور بددیانتی اپنے نقطہ عروج کو چھو چکی ہے ان سے یہ تو دریافت کریں کہ حضور علیہ السلام کی بشریت مقدسہ اور انسانیت اور آدمیت کا کس نے انکار کیا ہے۔ کیا ہمارے

کی کتاب یا رسالہ سے انکار بشریت اور انکار آدمیت و انسانیت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ تو آپ کو ہمارا چیلنج ہے کہ عدالت عالیہ کے ذریعہ ہمارے اکابر کا صرف ایک حوالہ بشریت انسانیت آدمیت کے انکار پر دکھا کر پانچ ہزار روپے نقد انعام حاصل کریں کیا حوصلہ فرمائیں گے اور میدان میں آئیں گے نہیں۔ ہرگز نہیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

گویا سرفراز صاحب لوگوں کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ بریلوی آپ کی بشریت و آدمیت اور انسانیت کے منکر ہیں۔

لعنت اللہ علی الکاذبین۔

سرفراز صاحب کان کھول کر سنیئے ہمارا اور ہمارے اکابر کا فیصلہ و عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی بشریت آدمیت انسانیت عبدیت چونکہ نصوص قطعیہ قرآنیہ ہے۔ اس لیے اس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اور آپ کی نورانیت حسیہ جسمانیہ دلائل ظنیہ سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کا منکر کافر نہیں۔ البتہ گمراہ ہے۔ ہاں نور ہدایت کا انکار یقیناً کفر ہے کہ یہ بھی قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ یہ نور اپنے نظریہ کی وضاحت کی ہے تاکہ کوئی مسلمان سرفراز صاحب کے جال میں پھنس کر گمراہ نہ ہو جائے۔

جواب نمبر ۲:

سرفراز صاحب اگر نور ماننا مستلزم ہے انکار بشریت اور انکار آدمیت اور انکار انسانیت اور انکار عبدیت کو تو پھر نہ آپ کے اکابر بچ سکتے ہیں اور نہ آپ خود بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ امداد السلوک ص ۱۵۷، ۱۵۸ میں گنگوہی صاحب اور نشر الطیب میں تھانوی صاحب نے حضور علیہ السلام کو نور مانا ہے۔ گنگوہی صاحب نے فقد جاءکم

من اللہ نور اور یایھا النبی انا ارسلنک الآیۃ میں سراجاً منیراً سے استدلال کر کے حضور علیہ السلام کو نور قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی مانا ہے کہ آپ کا سایہ بھی اسی لیے نہ تھا کہ آپ نور تھے۔ اور تھانوی صاحب نے چند روایات کی روشنی میں آپ کو نور مانا۔ بلکہ ساری کائنات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مخلوق مانا ہے اور لیجئے اب وہ وقت بھی آگیا۔ کہ سرفراز صاحب کو اُن کے اپنے قول اور حوالے سے آپ کا نور ہونا منوایا جاتا ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب ازالہ۔ کے ص ۲۹۹ پر رقم طراز ہیں کہ :

ہاں اللہ کے نور کے فیض اور سبب سے آپ کا نور بنا ہے۔

یہ عبارت ببانگ دہل پکار رہی ہے کہ سرفراز صاحب نے آپ کا نور ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ اب سرفراز صاحب ہی بتائیں۔ جب آپ بھی نور ہونا تسلیم کر لیا ہے تو پھر کیا بشریت عبدیت انسانیت آدمیت کا انکار لازم ہے یا نہیں اگر ہے بقول آپ کے تو پھر انکار بشریت وغیرہ کا اعتراض آپ پر بھی وارد ہوتا ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اور اگر لازم نہیں تو پھر آپ کا سوال باطل ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ وھو المدعیٰ۔

سرفراز صاحب لکھتے لکھتے بدحواس ہو جاتے ہیں اور سوچنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ نہیں سوچ سکتے کہ جو تیر ہیں نے چھوڑا ہے کہیں وہ لوٹ کر مجھے ہی نہ لگ جائے۔

سرفراز صاحب شیشے کے محل میں بیٹھ کر سنگ باری کرنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں سنگ باری کرنے والا کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔

سرفراز صاحب ص ۵۰۹ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

د ثانیاً سورہ رحمٰن مکی ہے اور اگر آپ کے لیے ان آیات سے کلی غیب ملنا ثابت ہے تو پھر اس کے بعد قرآن کریم کے نزول کا کوئی معنیٰ نہیں۔ حالانکہ سورہ بقرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں تو اس کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں الخ۔

جواب :

اس اعتراض کا جواب گذشتہ صفحات میں بارہا گزر چکا ہے۔ اعادہ غیر ضروری ہے۔

سرفراز صاحب ص ۵۰۹ پہ لکھتے ہیں کہ :

وثالثاً اکثر حضرات مفسرین کرام الانسان سے جنس انسان مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ نہ البیان اور النطق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ لفظ البیان غیب اور ما کان وما یکون کا مقتضی ہے۔ اپنی مرضی سے یہ قیود لگانا۔ کیونکر درست اور صحیح ہے

جواب :

مفتی صاحب نے خازن معالم مدارک حسینی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔ کیونکہ علم کا فاعل ذات باری ہے اور ذات باری ہے اور ذات باری تعالیٰ نے ہر فرد انسان کو تعلیم نہیں دی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو تعلیم دی نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ الانسان مطلق ہے اور یہ بھی قاعدہ ہے المطلق اذا اُطلق یُراد بہ الفرد الکامل کے مطلق سے مراد فرد فرداً کامل ہوتا ہے اور انسانیت کا فرد کامل حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے اگرچہ دیگر انبیاء کرام بھی انسان کامل ہیں۔ مگر سب سے بڑھ کر انسان کامل آپ کی ذات ہے۔ البیان غیب اور ما کان

و مایکون کا مقتضی ہو یا نہ ہو۔ علامہ خازن سے اور بعض دیگر مفسرین کرام نے
اس سے مراد ماکان و مایکون لیا ہے۔ مفتی صاحب نے کوئی بات اپنی
طرف سے نہیں کہی۔ بلکہ تفاسیر سے نقل فرمایا ہے۔
رہا یہ کہنا کہ اپنی مرضی سے یہ قیود لگانا کہ انسان سے مراد آپ ہیں اور البیان
سے مراد ماکان و مایکون ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ یہ قیود مفتی صاحب نے
نہیں لگائیں۔ مفسرین کرام نے لگائیں ہیں۔ سرفراز صاحب آپ ان مفسرین
کرام سے پوچھیئے کہ یہ قیود کیوں لگائی ہیں۔ سرفراز صاحب یہ دوہرا معیار
بھی آپ کا ہی طرۂ امتیاز ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ احکام شرعی اور امور دین
کی قید کیوں لگائی جاتی ہے اور ما کے عموم کو کیوں مخصوص کیا جاتا ہے اور
مطلق کو کیوں مقید کیا جاتا ہے۔ تو جواب میں سرفراز صاحب فرماتے ہیں
کہ یہ مفسرین کرام سے پوچھیئے کہ انہوں نے یہ قیود کیوں لگائی ہیں۔ ہم نے
نہیں لگائیں۔ اور جب اپنی باری آتی ہے تو فرماتے ہیں اپنی مرضی سے یہ قیود
لگانا کیونکر درست اور صحیح ہے۔ سرفراز صاحب یہ منافقت اور دوہرا
معیار کیا کسی عالم دین کی شایان شان ہے۔ مگر کیا کیا جائے یہ بے چارے
مجبور ہیں۔ دیوبندیت بغیر منافقت اور دوہرے معیار کے چل ہی کیسے سکتی
ہے۔ سرفراز صاحب چھوڑیئے اس منافقت کو اور مخلص مومن بنیئے۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

سرفراز صاحب ص ۵۰۹ پر مزید لکھتے ہیں کہ؛
ورابعاً اگر اس مقام پر الانسان سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہو اور بیان سے ماکان و مایکون مراد ہو
تب بھی درست ہے۔ آپ نے ماکان و مایکون کی بے شمار خبریں بتائی
ہیں اس کا کسے انکار ہے۔ ہاں جمیع ماکان و مایکون اور علم غیب کلی اس

سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور یہی فریق مخالف کا بے سروپا دعویٰ ہے۔

جواب:

بالآخر سرفراز صاحب کو اہل حق کے دلائل کے آگے جھکنا ہی پڑا اور
مان ہی لیا کہ اگر الانسان سے مراد آپ کو لیا جائے اور البیان سے مراد ما
کان و مایکون کو لیا جائے تب بھی درست ہے۔
البتہ آگے پیچر لگاتے ہیں کہ ماکان و مایکون سے جمیع ماکان و مایکون
مراد نہیں ہے۔ بلکہ ماکان و مایکون کی بے شمار خبریں ہیں۔
سرفراز صاحب تفسیر میں وارد شدہ ماکان و مایکون کو آخر اکثر اخبار
پر محمول کرنا اور اس قید سے مقید کرنا بھی تو بلا دلیل ہے مفسر کی طرف سے
اس کی کوئی دلیل جب تک پیش نہ کی جائے۔ آپ کا یہ دعویٰ باطل باطل
ہی رہے گا۔ سرفراز صاحب آپ بھی تو اپنی مرضی سے ماکان و مایکون کو
بے شمار خبروں اور عدم جمیع ماکان و مایکون کی قید سے از خود مقید کر رہے
ہیں یہ آپ کو کس نے حق دیا ہے۔ کہ آپ اپنی مرضی سے ایسی قیود لگائیں۔
قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اہلسنت کے دلائل پر سرفراز صاحب
نے اس باب میں جو اعتراضات وارد کیئے تھے بندۂ ناچیز نے مدلل اور
دندان شکن جوابات دے کر اپنے دلائل کو بے غبار کر دیا ہے اور دیوبندیت
کے قلعہ کو مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔ بمنہ وکرمہ تعالیٰ۔
یاد رکھیئے۔

کر جائیں گی اُن کی فسوں ساز نگاہیں
دنیائے سکوں زیر و زبر ہو کے رہے گی

باب دہم

بجواب

باب دہم

قارئین کرام ہم اس باب میں اہلسنت حنفی بریلوی کی طرف سے پیش کردہ احادیث پر سرفراز صاحب کے وارد کردہ اعتراضات یا دیئے ہوئے جوابات کا جائزہ لیں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اعتراضات یا جوابات مزعومہ کے دندان شکن اور مسکت جوابات عرض کریں گے اور فیصلہ آپ پر چھوڑیں گے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پرست کون ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۱۰۵ اور ص ۱۱۵ پر حضرت حذیفہؓ کی اور حضرت فاروق اعظمؓ کی حدیث اور حضرت عمرو بن اخطب انصاری حضرت ابوسعید خدریؓ کی (بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ وغیرہ) حدیث نقل کرنے کے بعد ص ۱۱۵ پر لکھتے ہیں کہ:

ان جملہ روایات سے فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے اور حضرت فاروقؓ کی روایت کی شرح میں علامہ عینیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

وفیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۵ ص ۱۱۰)

اور حافظ ابن حجر کا یہ ارشاد بھی پیش کیا ہے کہ:

ودل ذالک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال

المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث۔

اور اپنے خیال کے مطابق ان عبارات سے بھی انہوں نے اپنے دعوٰی کی تائید تلاش کی ہے۔

اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

ان جملہ روایات سے فریق مخالف کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے حضرت حذیفہؓ کی روایت سے تو اس لیے کہ اس میں ماترک شیئا الخ سے استغراق حقیقی اور عموم حقیقی قطعی مراد نہیں (اور عادۃً دن یا دن کے کسی حصہ میں تمام امور کا بیان ممکن بھی نہیں۔)

اولاً اس لیے کہ خود حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ:

واللہ ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من معہ ثلاث مائۃ فصاعدًا الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز بیان فرمائی ہے وہ صرف فتنے تھے اور فتنے بھی عموم کے ساتھ بیان نہیں کیے کہ ہر وہ فتنہ بیان کیا ہو بلکہ فقط وہی فتنے بیان کیے جن میں لوگوں کی گمراہی کے اسباب زیادہ پائے جاتے ہیں اور قائد فتنہ کی مکاری اور حیلہ سازی سے اس کے چیلے چانٹوں کی تعداد تین سو اور اس سے زائد ہو سکتی ہو اور حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:

واللہ انی لاعلم بکل فتنۃ ھی کائنۃ فیما بینی وبین الساعۃ الحدیث۔ (مسلم جلد دوم ص ۳۵۰) اور وہ از خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے ہی میں پوچھا کرتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ لوگ آپ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں سوال کرتا تھا کہ کہیں بے خبری میں اس کا شکار نہ ہو جاؤں ان سب روایات کے پیش نظر یہی امر متعین ہو

جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوامع حکم میں اگرچہ وقت یسیر کے اندر
واقعات کثیرہ بیان فرمائے۔ مگر تھے وہ فتن واشراط ساعۃ وعلامات قیامت
ہی کے بارے میں نہ کہ ہر ہر چیز کے بارے میں جس کا تعلق آپ کے منصب
ہی سے نہ تھا۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت حذیفہؓ کی روایت میں ماترک
شیأ سے استغراق حقیقی اور عموم قطعی مراد نہیں۔ بالکل باطل و مردود ہے۔ کیونکہ ما
نافیہ ہے اور شیأ نکرہ اور قاعدہ مشہور ہے کہ نکرہ حیز نفی میں بعید استغراق
وعموم ہوتا ہے۔ البتہ استغراق سے استغراق حقیقی مراد نہیں۔ بلکہ عرفی مراد ہے
کیونکہ حقیقی کا مفاد غیر متناہی ہے اور عرفی کا متناہی ہے اور ہمارے نزدیک
(بلکہ حقیقت یہی ہے) جمیع ماکان ومایکون بھی چونکہ متناہی ہے اس لیے وہ
استغراق عرفی کا مفاد بنتا ہے۔ باہم یوں کہتے ہیں کہ استغراق سے تو استغراق
حقیقی ہی مراد ہے۔ مگر غیر متناہی کی تخصیص عقلی کی جائے گی اور آپ کے لیے متناہی
ہی ثابت رہے گا۔

اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی مردود و باطل ہے کہ عادۃً دن یا دن کے
کسی حصہ میں تمام امور کا بیان کرنا ممکن بھی نہیں۔ سرفراز صاحب کیا عادۃً استحالہ
استحالہ عقلی وشرعی کو مستلزم ہے ہرگز نہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایک امر عادۃً
محال ہو۔ مگر عقلاً یا شرعاً محال نہ ہو۔ بلکہ ممکن ہو ایسی صورت میں آپ کا استحالہ
عادی سے استدلال مبنی بر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

سرفراز صاحب کیا جمیع ماکان ومایکون کو ایک دن میں یا ایک دن کے
کسی حصہ میں بطور معجزہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ یقیناً ممکن ہے۔ ثابت ہو
گیا کہ آپ کا قول کالبول باطل و مردود ہے۔

باقی سرفراز صاحب کا اس حدیث میں ماترک شیأ کو عموم سے ہٹا کر

خاص بتانا اور دیگر روایت سے اس کی تخصیص فتنوں سے کرنا بھی بے جا
اور بے سود ہے۔ اس لیے کہ سرفراز صاحب کی کسی نقل کردہ روایت میں
حضرت حذیفہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ امور کی حصر فتنوں میں
نہیں فرمائی ہرگز کوئی کلمہ حصر کا موجود نہیں ہے۔ جس سے ماسوائے مذکور کی
نفی مراد لی جائے۔ سرفراز صاحب ان روایتوں میں کوئی کلمہ حصر مذکور نہیں۔ پھر
آپ نے کیسے یہ حصر کا ادعاء باطل کر دیا ہے۔ کیا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ
کے بیان کردہ امور میں فتنے بھی شامل ہیں۔ اور حضرت حذیفہ کو چونکہ فتنوں
میں مبتلا ہونے کا خطرہ زیادہ لاحق رہتا تھا۔ اس لیے وہ ان کو بکثرت ذکر
کرتے ہیں۔ ان کے بیان کو دلیل حصر یا دلیل تخصیص بنانا مبنی بر حماقت ہے
جن روایات کو سرفراز صاحب مبنی مخصص بنانا چاہتے ہیں۔ اُن میں یہ نہیں فرمایا
گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ شریف میں صرف فتنے بیان کیے تھے یا
صرف بڑے بڑے فتنے بیان کیے تھے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ آپ نے بڑے
اور اہم قسم کے فتنوں کے یا اُن کے قائدین وشرکار اور قبائل کے نام بھی بتا
دیئے تھے۔ یعنی بڑے اہم فتنوں کے یا اُن کے قائدین کے نام بھی بتائے
ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑے اور اہم فتنوں کے نام بتانا چھوٹے فتنوں اور
دیگر امور کے ذکر کی نفی نہیں کرتا ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی نہیں ہے
جیسا کہ تفصیلاً پہلے سے واضح کر دیا گیا ہے۔

جواب:

اگر ماترک سے مراد صرف بڑے بڑے فتنے ہوتے تو ضرور اس حدیث
کی شرح میں علامہ عینی اور علامہ ابن حجر اس تخصیص وتقیید کا ذکر کرتے بلا تخصیص
وتقیید ان کا یہ فرمانا دینا کہ:

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات
من ابتدائہا الی انتہائہا۔

یا یہ کہ:

بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے تمام احوال کو اول سے آخر تک ابتداء سے فنا ہونے تک بلکہ قیامت کے دن قبروں سے اٹھنے تک کے تمام حالات بیان فرمائے) ٹھوس دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس سے مراد وہ فتنے نہیں بلکہ ساری مخلوق کے تمام حالات مراد ہیں۔ سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ ان محدثین کرام نے اس حصر و تخصیص کا ذکر اپنے شروح میں فرمایا ہے ہرگز نہیں وہو المدعیٰ۔

جواب نمبر ۳:

سرفراز صاحب کی نقل کردہ بعض روایات خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں، کیونکہ وہ خود حضرت حذیفہ کی ایک روایت کا ترجمہ ص ۵۱۲ پر یوں کرتے ہیں کہ خدا کی قسم میں اپنے اور قیامت کے درمیان ہر ہونے والے فتنے کو جانتا ہوں۔ ترجمہ میں سرفراز صاحب نے ہر کا لفظ لکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جناب حذیفہؓ بھی ہر فتنے کو جانتے تھے۔

ایک طرف تو سرفراز صاحب ص ۵۱۲ ہی پر فتنے کے علم کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نفی کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی صفحہ پر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر فتنہ کا علم تسلیم کرتے ہیں۔ اس جہالت کا کیا علاج ہے کہ آقا جس علم کی نفی پر زور لگاتا ہے اُسی علم کو خادم و غلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تسلیم کرتا ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ان کے بڑے جس علم کو حضور علیہ السلام کے لیے شرک قرار دے رہے تھے۔ اُسی علم کو نصوص قرآنیہ سے شیطان ابلیس کے حق میں ثابت مانتے تھے۔

سرفراز صاحب کیا آپ کے نزدیک علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علم صحابی میں کوئی فرق نہیں کیا۔ آپ ان کی مساوات علمی کے قائل ہیں۔

سرفراز صاحب ص ۵۱۳ پر وجہ ثانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وثانیاً حضرت حذیفہؓ کا خود اپنا بیان ہے کہ۔ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ چیز بتائی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور اُن میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بارے میں میں نے خود آپ سے دریافت نہ کیا ہو مگر میں آپ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ وہ کون سا فتنہ ہوگا جو اہل مدینہ کو مدینہ سے نکال لائے گا۔ لیجئے اس صحیح روایت نے تو معاملہ اور صاف کر دیا ہے کہ جس جس شر اور فتنہ کے بارے میں حضرت حذیفہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے اُسی کا جواب دیا اور اُسی کے متعلق واضح اور روشن نشانیاں اور علامات بیان فرماتے رہے۔ مگر حضرت حذیفہؓ آپ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ حضرت وہ فتنہ کون سا ہوگا اور وہ کون سی شر ہوگی جس کی وجہ سے اہل مدینہ کو مدینہ طیبہ جیسا پاک مقام ترک کرنا پڑے گا اسی سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے تمام فتنے اور حالات بھی بیان نہیں فرمائے تھے۔ الخ۔

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب کی جہالت کا اندازہ لگائیے کہ وہ عدم بیان سے عدم علم پر استدلال کر رہے ہیں۔ سرفراز صاحب کیا عدم بیان عدم علم کی دلیل ہو سکتی ہے۔ کیا ایسا استدلال کوئی عقلمند کر سکتا ہے۔ سرفراز صاحب بیان کو علم کی دلیل بنانا تو یقیناً درست ہے۔ مگر بیان نہ کرنے کو علم نہ ہونے کی دلیل بنانا کسی بھی دانشمند کے نزدیک درست نہیں ہے مگر آپ تو عدم بیان کو عدم علم کی دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے تمام غیر متناہی اشیاء کو بیان کر دیا ہے اگر نہیں تو کیا پھر اس عدم بیان

کو عدم علم کی دلیل بنانا درست ہے ہرگز نہیں۔

جب قرآن کی آیات ثلاثہ:

ونزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شئی۔

اور: ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

اور: ما فرطنا فی الکتاب من شئی۔

سے ہر چیز کا علم ثابت کر دیا گیا ہے تو پھر ان اخبار احاد سے یہ تخصیص و تقیید کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ ان اخبار احاد کو آپس میں ایک دوسری کی تفسیر تو اسی صورت میں بنا سکتے ہیں، جبکہ یہ تفسیر بنانا قرآن کے خلاف نہ ہو۔ مگر یہاں تفسیر کی صورت میں قرآن کے خلاف جاتا ہے۔ اس لیے ان اخبار احاد کو مخصص بنانا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

جواب نمبر ٣:

جو روایات مطلق ہیں وہ مطلق ہی رہیں گی جو مقید ہیں وہ مقید ہی رہیں گی المطلق یجری علی اطلاقه والمقید علی تقییده احناف کا معروف ہے۔ البتہ شوافع کے نزدیک مطلق کو مقید پہ محمول کیا جا سکتا ہے۔ مگر آپ حنفیت کے مدعی ہیں (اگرچہ نقلی ہیں)

سرفراز صاحب مسلم شریف کی حدیث مالی اراکم رافعی ایدیکم الخ کی تفسیر میں اگر متصلہ بعد کرنے والی ہاتھ کے اشارہ کی روایت کو اگر مذکورہ بالا روایت کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا۔ عند الاحناف تو پھر آپ کی نقل کردہ روایات کو کیونکر بطور تفسیر قبول کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ تفسیر تقیید مطلق کو مستلزم ہے جو مذہب احناف کے خلاف ہے۔

سرفراز صاحب صد ١٥٢ پر تیسری وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وثالثاً علامہ ابن خلدون حضرت حذیفہ اور حضرت ابوسعید الخدریؓ

وغیرہ کی روایات کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ:

وهذه الاحادیث کلها محمولة علی ما ثبت فی الصحیحین من احادیث الفتن والاشراط لا غیر لانه المعهود من الشارع صلوات الله وسلامه علیه فی امثال هذه العمومات مقدمه صـ ٣٣٣

حضرت علامہ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہی یہ چاہتا ہے کہ آپ صرف وہی کچھ بیان کریں جو رسالت اور نبوت کے مناسب ہو اور وہ ایسے فتنے ہیں جن سے آگاہ کرنا آپ کا مقام تھا اور آپ نے اکثر فتنے بیان فرما دیے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی لکھتے ہیں:

وقد بیّن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر الفتن۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد ٢ صـ ٢١٢)

جواب نمبر ١:

ابھی تھوڑا پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا نہ مطلق کو مقید کر سکتے ہیں نہ مقید کو مطلق بنایا جا سکتا ہے۔ اس لیے مذہب احناف کے خلاف کہی ہوئی بات خواہ کسی کی ہو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہے اصول فقہ کی کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقه والمقید علی تقییده ہاں البتہ شوافع مطلق کو مقید پہ محمول کرتے ہیں۔ اگر سرفراز صاحب آپ نے سرفراز صاحب اپنا حنفی مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اپنا لیا ہے تو پھر الگ بات ہے۔ جزوی طور پہ مذہب بدلتے رہنا یہ تو آپ کی بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ کبھی آپ خارجی اختیار کر لیتے ہیں۔ کبھی معتزلہ کا مذہب اپنا لیتے ہیں۔ کبھی مرزائیت کی بنیاد فراہم کر دیتے ہیں یہ تو آپ کا اور آپ کے اکابر کا قدیمی مشغلہ ہے۔

جواب نمبر ۲

اگر ان روایات کو مقید بنایا جائے یا ان کی تخصیص کی جائے تو پھر یہ روایات عمومات قرآنیہ و اطلاقات قرآنیہ کے خلاف ہوں گی۔ ایسی صورت میں یہ روایات قرآنی آیات کے خلاف ہوں گی۔ اور اس طرح ناقابل قبول ہو جائیں گی۔ کیونکہ جو روایت قرآن سے متصادم ہو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہے بلکہ قابل استرداد ہوتی ہے۔

بنابریں مناسب بلکہ ضروری ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تاکہ تصادم بالقرآن لازم نہ آئے۔

سرفراز صاحب صدم ۱۵ پر یہ لکھتے ہیں کہ:

کیا فریق مخالف کا ضمیر اور ایمان اس کو گوارا کرتا ہے کہ اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زمانہ کی مردم شماری تمام چھوٹے بڑے انسانوں۔ کافروں اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں۔ چرندوں پرندوں حتیٰ کہ دریائی مچھلیوں مینڈکوں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں کی تفصیلی تعداد اور ان کے مفصل حالات بیان کیے تھے۔ (وغیرہ وغیرہ)

جواب:

قارئین کرام ذکر اور بیان دو طرح پر ہے۔

۱۔ ذکر و بیان صریحی و اصلی۔ ۲۔ ضمنی و تبعی

بعض اشیاء کا ذکر و بیان صراحتہً ہوتا ہے مگر ان کے ضمن میں دیگر اشیاء کا ذکر بھی ہو جاتا ہے۔ بعض اشیاء کا ذکر اصالتہً ہوتا ہے مگر بعض کا ذکر تبعاً ہو جاتا ہے۔ مذکور ہونے کی یہ شرط نہیں کہ ذکر صریحی اور اصلی ہی ہو۔ اگر کوئی چیز کنایتہً یا ضمناً یا تبعاً بیان ہو تو اس کو بھی مذکور قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اصول نے کسی مسئلہ کے

اثبات کے لیے عبارت النص میں انحصار نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے ساتھ دلالت النص اشارۃ النص اقتضاء النص کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ حالانکہ ذکر صریحی تو صرف پہلی صورت میں ہوتا ہے۔ باقی صور ثلاثہ میں ذکر مسئلہ یا ذکر حکم صریحی نہیں ہوتا۔

چنانچہ ملا جیون الحنفیؒ نور الانوار صہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں کہ:

ولا یقال انہ یناقض قول اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئ فکل شئ فی القرآن فکیف یقال فان لم تجد فی کتاب اللہ تعالیٰ لانا نقول ان عدم الوجدان لا یقتضی عدم کونہ فی الکتاب۔

اس عبارت میں ملا جیون الحنفی الاصولی نے یہ بتایا ہے کہ ہر چیز کا بیان و ذکر قرآن میں ہے اور نہ پا سکنا قرآن سے کسی چیز کو قرآن میں موجود و مذکور نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر چیز مذکور ہے اور ہر چیز بیان کی گئی ہے۔ مگر یہ تو بالکل ظاہر ہے یہ بیان و ذکر صریحی نہیں بعض اشیاء کا ذکر صریحی ہے مگر بے شمار اشیاء صراحتہً مذکور نہیں ہیں۔ کیا اس عدم صراحت کو عدم ذکر و عدم بیان کی دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان بھی مختلف و متعدد اقسام و بیان و اقسام ذکر کو شامل ہے۔

سرفراز صاحب آپ کا یہ اعتراض تو آپ کے مسلم و معتبر مفسر قرآن ملاں جیونؒ پر بھی وارد ہوتا ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

سرفراز صاحب کیا آپ کا یہ اعتراض میں بیان کردہ اشیاء کی تفصیل اور ان کے تفصیلی حالات جفتی وغیرہ باری تعالیٰ نے کہیں بیان کیے ہیں صراحتہً اگر کیے ہیں تو حوالہ بتائیے اور نشاندہی کیجیے اور اگر نہیں کیے تو پھر کیا اس عدم بیان کو عدم علم کی دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ عدم بیان کو عدم علم کی دلیل بنانا آپ جیسے دیوانوں ہی کا کام ہے ہوئے جو شیخ الدیابنہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں صہ ۵۱۵ پر ؛

رہی حضرت عمرؓ کی روایت تو اس سے بھی عموم واستغراق حقیقی مراد لینا باطل ہے۔ کیونکہ خود حضرت عمرؓ سود کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض ولم یفسرھا لنا الحدیث۔

(ابن ماجہ صہ ۱۶۵)

اور ایک روایت میں ہے : حضرت عمرؓ نے فرمایا ؛

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبینہ لنا۔

(ابن کثیر جلد ا صہ ۳۲۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ ؛

ثلاث لان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھن لنا احب الیٰ من الدنیا وما فیھا الخلافۃ والکلالۃ والربا۔

یعنی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارات وکنایات اور طرز عمل سے حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا ظاہر کر دیا تھا۔ مگر بطور نص کے نام زد نہیں کیا تھا ۔ الخ

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ استغراق حقیقی کا مفاد امور غیر متناہی کا علم ہے۔ اس لیے مراد استغراق عرفی ہے جس کا مفاد امور متناہی کا علم ہے اور جمیع ماکان و مایکون کا علم بھی متناہی ہے۔ غیر متناہی نہیں اس لیے ایسے مقامات میں استغراق عرفی مراد لینا ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے حق میں ہے علاوہ ازیں یہ کہ اگر استغراق عرفی کی بجائے استغراق حقیقی بھی مراد لے لیا جائے۔ جیسا کہ الفاظ عموم کی حقیقت ہے تو بغیر تخصیص عقلی کرکے غیر متناہی علوم کو خارج کر دیا جائے گا۔ تاکہ حق میں بالفعل غیر متناہی علوم کا حصول

لازم نہ آئے

جواب نمبر ۲ :

سرفراز صاحب یہاں نقل حدیث میں بھی بددیانتی سے باز نہ رہ سکے۔ اصل اور پوری عبارت یوں ہے ؛

عن عمر بن الخطاب قال ان آخر ما نزلت آیۃ الربا وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض ولم یفسرھا لنا الخ

یعنی آخری آیت جو نازل ہوئی وہ آیت ربا ہے اور بے شک آپ نے آیت ربا کی پوری تفسیر بیان نہیں کی۔

قارئین کرام اس حدیث میں یا روایت میں ھا ضمیر کا مرجع ہے آیت الربا مگر سرفراز صاحب نے اس کا مرجع ظاہر کیا ہے۔ ربا کو چونکہ یہ آیت غیر منسوخ اور غیر مشتبہ تھی۔ اس لیے آپ نے اس کی تفسیر کی ضرورت نہ سمجھی۔

چنانچہ ابن ماجہ کے حاشیہ میں ہے ؛

فھی غیر منسوخۃ ولا مشتبھۃ فلذا لم یفسرھا لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جواب نمبر ۳ :

اس روایت کا ایک راوی ہے۔ نصر بن عائذ الجعفی اس کے متعلق میزان جلد ۴ صہ ۲۵۲ میں لکھا ہے کہ مجہول ہے۔ یعنی مجہول ہے اور واضح بات ہے کہ جس روایت کی سند میں کوئی راوی مجہول ہو تو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

بنا بریں سرفراز صاحب کی پیش کردہ یہ روایت ضعیف ہے اس استدلال کرنا بنی بر جہالت ہے اور سرفراز صاحب نے ابن کثیر جلد ا صہ ۳۲۸ سے جو روایت نقل کی ہے اس کا ایک راوی ہے ہیاج بن بسطام الہروی[1]۔ اس

---

[1] تقریب صہ ۳۸۳ ضعیف

کے متعلق میزان جلد ۴ ص ۳۱۸ میں لکھا ہے؛

وقال یحیی بن معین ضعیف : وقال ـ مرۃ لیس بشیٔ وقال احمد بن حنبل متروک الحدیث وقال ابوداؤد : ترکوا حدیثہٗ ـ

اس کا دوسرا راوی ہے داؤد بن ابی ھند اس کے متعلق تقریب ص ۱۱۷ میں لکھا ہے کان یھم باٰخرۃ آخر کار وہمی ہو چکا تھا۔

اور اسی سند میں ایک راوی ہے ابو نضرۃ جس کا نام ہے منذر بن مالک بن قطعۃ۔ اس کے متعلق میزان جلد ۴ میں لکھا ہے

اوردہ العقیلی فی الضعفاء وما احتج بہ البخاری و کان ممن یخطیٔ ـ

یعنی اس کو امام عقیلی نے ضعفا میں شمار کیا ہے اور امام بخاری نے اس سے احتجاج نہیں کیا اور یہ خطا کرتا تھا۔

لیجئے سرفراز صاحب اپنی پیش کردہ روایات کا حال اور انجام دیکھا کروہ ضعیف ثابت ہوئیں۔ کیا ان ضعیف روایات کو بخاری مسلم کی صحیح روایات کا مخصص بنانا جہالت نہیں ہے۔

باقی رہی ایک روایت مستدرک جلد ۴ ص ۴۳۰ کی تو اس کے متعلق گذارش یہ کہ وہ اگر صحیح بھی ہو تو پھر بھی خبر واحد ہی ہے جو عموم قرآنی کی نہ مخصص بن سکتی ہے اور نہ ہی اس سے اطلاق قرآنی کی تقیید ہو سکتی ہے اس لیے اس سے سرفراز صاحب کا مدعاء باطل ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب کی عبارت میں لکیر کشیدہ الفاظ بھی ہماری ہی تائید کرتے ہیں۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ بیان اور ذکر صریحی بھی ہو سکتا ہے اور کنائی بھی۔ اور سرفراز صاحب بھی لکیر کشیدہ عبارت میں اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ کبھی کسی چیز کو اشاروں اور کنایوں سے بھی بیان کیا

جاتا ہے۔ یہی ہمارا مدعا ہے کہ حشرات الارض وغیرہ امور جن کو ذکر کر کے سرفراز صاحب نے اعتراض کیا تھا اُن کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں اگرچہ صراحتہً نہیں ہوا مگر کنایتہً و اشارۃً ہوا ہے اور ذکر و بیان ہونا ذکر صریحی میں منحصر نہیں ہے اور بیان کی مد میں آنے کے لیے کنایتہً و ضمناً مذکور ہونا بھی کافی ہے۔

سرفراز صاحب مزید لکھتے ہیں؛

کہ علاوہ بریں اگر حضرت عمرؓ کی حدیث سے ہر ہر چیز کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہوتا تو حضرت عمرؓ کو بعض بعض مسائل اور احکام میں دیگر حضرات صحابہ کرام سے مشورہ لینے کی اور بعض احکام میں اجتہاد و قیاس کرنے کی کیا ضرورت اور حاجت تھی۔

جواب؛

قارئین کرام سرفراز صاحب لکھتے لکھتے ایسے مخبوط الحواس ہو گئے ہیں کہ کچھ سمجھ ہی نہیں پاتے۔ غور فرمائیے کہ علم کلی۔ جمیع ماکان و مایکون تو حدیث حضرت عمرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانا جاتا ہے۔ مگر سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ علم اس حدیث سے ثابت ہوتا تو حضرت عمرؓ دیگر صحابہ کرام سے مشورہ نہ لیتے اور اجتہاد و قیاس بھی نہ کرتے یہ تو ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ والی بات ہے۔

سرفراز صاحب آپ کا یہ اعتراض تب درست تھا جبکہ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا۔ مگر یہ دعویٰ تو آج تک کسی نے نہیں کیا کہ جمیع ماکان و مایکون کا علم ہر وقت آپ کو حاصل تھا۔ دعویٰ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے

بارے میں اور اعتراض کر دیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مزید بیان
یہ کہ حدیث حضرت عمرؓ میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا:

نحفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

یعنی بعض کو یاد رہا اور بعض کو بھول گئے۔

حضرت فاروقؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نہیں بھولا۔ ممکن ہے کہ آپ بھی بھول
جانے والوں میں شامل ہوں۔ اور اسی بنا پر فرمایا ہو کہ:

لم یُفہمہ ھا لنا او لم یُبیِّن ھا لنا۔

اس احتمال کی موجودگی میں سرفراز صاحب کا استدلال مبنی بر جہالت نہیں
تو اور کیا ہے۔

سرفراز صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

باقی رہا حضرت عمرؓ کی روایت میں علامہ عینی اور حافظ ابن حجر
کے اس قول بجمیع احوال المخلوقات سے علم کلی ثابت کرنا تو یہ
فریق مخالف کی نری خوش فہمی ہے کیونکہ ہم علامہ عینی اور حافظ
ابن حجر کی خود اپنی تصریحات سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے عدم علم غیب کے بارے میں پوری تفصیل پہلے عرض
کر چکے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ جمیع اور اجمع کبھی سب کے معنیٰ
میں اور کبھی اکٹھا اور یکجا کے معنیٰ میں آتا ہے صراح ص ۳۰۵
وغیرہ میں ہے۔ جمیع ضد متفرق الخ۔ کہ جمیع کا لفظ متفرق کی ضد
ہے۔ جمیع کو اس مقام پہ ایسا ہی سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا ہے:

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

یعنی ہم جنوں اور انسانوں کو اکٹھا کر کے اُن سے جہنم کو پُر
کریں گے۔

یعنی دوزخ میں انسان وجن دونوں سزائیں اکٹھے ہوں گے۔
یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ تمام انسان وجن دوزخ میں چلے جائیں
گے ورنہ پھر جنت میں کون جائے گا الخ

اسی طرح علماء اصول نے لفظ مفسّر کی تشریح کرتے ہوئے
لکھا ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔

کہ سب فرشتوں نے مل کر حضرت آدم کو سجدہ کیا۔

میں لفظ اجمعون اس تاویل کے سدباب کے لیے آیا ہے۔ کہ
کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تو سب فرشتوں
نے کیا مگر الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ کیا۔ کیونکہ لفظ اجمعون میں
یہ واضح کیا گیا ہے۔

(دیکھیے حسامی ص ۸ و نور الانوار ص ۹۱ وغیرہ)

جواب:

سرفراز صاحب غلط بیانی کے میدان میں بہت سبقت لے جا چکے
ہیں۔ سرفراز صاحب نے علامہ عینی یا علامہ ابن حجر کی عبارات کو تصریحات
لکھ کر غلط تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ سرفراز صاحب علم غیب
عطائی کی نفی پر ایک بھی تصریح پیش نہیں کی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اکابرین
ملت کی عبارات نفی ذاتی واستقلالی کی نفی پر محمول ہیں جن پر متعدد حوالہ جات
نقل کیے جا چکے ہیں۔ خصوصاً سرفراز صاحب کے مسلّم ومعتبر ومستند وبے نظیر
مفسّر قرآن علامہ آلوسی کی روح المعانی کی واضح اور روشن تر تصریحات نقل
کر دی گئی ہیں۔ اس لیے اُن کی عبارات کو لفظ جمیع کی من مانی تاویل کا سہارا
بنانا کسی طرح درست نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ لفظ جمیع لفظ متفرق کی ضد ہے اور یہ کبھی سب کے

معنیٰ میں اور کبھی اکٹھا اور یکجا کے معنیٰ میں آتا ہے تو اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے کہ اس کا کبھی کبھی متفرق کی ضد ہو کر اکٹھا اور یکجا کے معنیٰ میں آنا ہمارے خلاف نہیں ہے۔ ہمارے خلاف تب ہوتا جبکہ یہ قاعدہ کلیہ ہوتا کہ یہ ہمیشہ اور ہر جگہ اکٹھا اور یکجا کے معنیٰ میں ہی آتا اور کبھی بھی سب کے معنیٰ میں نہیں ہوتا۔ مگر یہ تو سرفراز صاحب خود تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ کبھی یکجا و اکٹھا کے معنیٰ میں آتا ہے اور کبھی سب کے معنیٰ میں نہیں ہوتا ہے۔ اور المنجد میں بھی لکھا ہے کہ:

الجميع جماعة الناس ضد المتفرق في التوكيد۔

یعنی تاکید میں یہ متفرق کی ضد ہے یقال جاؤوا الجمعهم۔ آئے وہ سب کے سب۔

المنجد ص ۱۰۱ جدید عربی اردو لغات ترجمہ المنجد ص ۱۶۷ میں لکھا ہے۔ الجمیع لوگوں کی جماعت۔ جمع کی ہوئی شے۔ لشکر۔ تاکید کے موقع پہ کہا جاتا ہے۔ جاؤوا الجمعهم وہ سب کے سب آئے۔

صاف الفاظ میں ترجمہ لکھا ہے۔ وہ سب کے سب آئے۔ یکجا اور اکٹھے آئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

توضیح میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ومنها كلٌ وجميعٌ وهما محكمان في عموم ما دخلا عليه بخلاف سائر ادوات العموم۔

یعنی الفاظ عموم میں سے لفظ کل بھی ہے اور جمیع بھی اور یہ دونوں اپنے مدخول کے عموم میں محکم ہیں۔ بخلاف باقی الفاظ کے۔

اس عبارت میں حضرت علامہ نے لفظ کل کے ساتھ ساتھ لفظ جمیع کو صرف عموم و استغراق ہی کے لیے نہیں بلکہ عموم میں محکم قرار دیا ہے اور تلویح میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قوله وهما محكمان ليس المراد انهما لا يقبلان التخصيص اصلاً بل المراد انهما لا يقعان خاصين بان يقال كل رجل او جميع الرجال والمراد واحد الخ

یعنی ان کے محکم ہونے کی مراد یہ نہیں کہ وہ کبھی بھی تخصیص کو قبول نہیں کرتے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ کبھی بھی خاص ہو کر واقع نہیں ہوتے یوں کہ کل رجل یا جمیع الرجال کہہ کر رجل واحد مراد لیا جائے۔

(ملاحظہ ہو توضیح تلویح ص ۱۶۳)

اس عبارت میں ایک بات یہ بتائی گئی ہے کہ لفظ جمیع عموم میں محکم ہے کبھی بھی خاص ہو کر استعمال نہیں ہوتا تیسری یہ بات بتائی گئی ہے کہ تخصیص کو قبول کرتا ہے۔ یعنی جب کوئی دلیل مخصص موجود ہے یا کوئی تخصیص کا قرینہ ہو تو تخصیص کی جا سکتی ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جب یہ سب کے سب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ جس کا خود سرفراز صاحب کو بھی اقرار ہے اور یہ ہے بھی عموم کے لیے اور استغراق کے لیے اور یہ ہے بھی عموم و استغراق میں محکم تو علامہ عینی اور علامہ حافظ ابن حجر کی عبارتوں میں کیوں نہ اس کو عموم و استغراق کے لیے اور سب کے معنیٰ میں لیا جائے جو شایان شان بھی ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قرآنی آیات کے عموم و استغراق کے بھی عین مطابق ہے۔

سرفراز صاحب نے علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کی جن عبارات کو تخصیص کا قرینہ بنانے کی ناکام کوشش کی ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی عبارات میں نفی ذاتی علم غیب کی ہے۔ عطائی کی ہرگز نہیں۔ جیسا کہ مفصل طور پہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

باقی سرفراز صاحب کا جمیع کو اجمع اور اجمعون پہ قیاس کرنا بھی باطل و مردود ہے۔

کیونکہ جمیع کا عموم واستغراق کے لیے آنا ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں مگر اجمعون عموم و استغراق کے لیے نہیں بلکہ تاکید کے لیے ہے۔

مزید یہ کہ سرفراز صاحب نے جو مثال لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اجمعین پیش کی ہے اس میں لفظ اجمعین ہے۔ لفظ جمیعاً نہیں ہے۔ سرفراز صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ ایسی مثال یہاں پیش کرتے جس میں لفظ جمیعاً ہوتا اور اس کا معنی یکجا اور اکٹھا کے ہوتا مگر سرفراز صاحب ایسی کوئی مثال پیش نہیں کر سکے۔ اور اس کے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایسی مثال پیش کر دی ہے جس میں اجمعین ہے اور وہ یکجا اور اکٹھا کے معنی میں ہے۔

سرفراز صاحب جمیعاً کی مثال پیش کیجئے۔ ورنہ اپنی کمزوری کو تسلیم کر کے حق کو قبول کر لیجئے گا۔ اور اصل حق کا ساتھ دے کر اپنی آخرت کو سیاہی اور تباہی سے بچا لیجئے گا۔ ہمارے ان دلائل کی روشنی میں علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کی عبارتوں کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہمارے اکابر نے بیان فرمایا ہے کہ آپ نے اس ایک مجلس میں ساری مخلوق کے تمام حالات بیان فرما دیئے تھے۔ اور ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ بیان وہ صریحی ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اشاروں اور کنایوں سے بھی بیان ہوتا ہے۔

جیسا کہ خود سرفراز صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۵۱۵ پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

یعنی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارات و کنایات اور طرز عمل سے حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا ظاہر کر دیا تھا۔

معلوم ہو گیا کہ بیان ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ صریح الفاظ ہی میں ہو بلکہ اشاروں اور کنایوں سے بھی بیان ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ قاعدہ بھی مشہور ہے کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح گویا کنایوں سے ہونے والا

بیان زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ اگر کنایہ سے بیان کو نہ قرار دیا جائے تو پھر ابلغ ہونا کس کی صفت ہو گی۔

سرفراز صاحب ص ۵۱۶، ۵۱۷ پر لکھتے ہیں کہ:

اسی سابق بحث کے پیش نظر حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ اور حضرت ابو سعید الخدریؓ کی احادیث کا جواب سمجھنا بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ان حدیثوں کا مطلب بھی صرف یہ لیتے ہیں۔ کہ آپ نے امور دین کلیات دین اور اسی طرح اہم فتن وغیرہ بیان فرمائے تھے نہ کہ دنیا کا ہر ہر ذرہ چنانچہ حضرت ابو سعید الخدری کی روایت میں فلم یدع شیئا کی شرح میں حضرت ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں:

ای مما یتعلق بالدین مما لا بد منہ (مرقات جلد ۵ ص)

اور شیخ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں:

ای مما یتعلق بالدین ای کلیاتہ او ھو مبالغۃٌ اقامۃً مقام الکل لمعات ھامش۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۳)

نیز لکھتے ہیں:

فلم یدع شیئا۔

پس نگذاشت چیزے را از قواعد مہمات دین کہ واقع میشود تا قیامت مگر آنکہ ذکر کرد آنرا یا ایں مبالغہ است بگردانیدن اکثر در حکم کل الخ۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۱۸۱)

لیجئے اب تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ یہ وہی شاہ عبدالحق محدث دہلوی ہیں جن کی بعض مجمل عبارات اور لفظ کل کلی ہر جمیع وغیرہ کو فریق

مخالف علم غیب کلی کی دلیل بناتا ہے مگر شیخ صاحب نے خود بیان
فرما دیا ہے کہ ایسے عام الفاظ کو کبھی مبالغۃً اکثر کے معنیٰ میں لیا جاتا
ہے اور مبالغۃً اکثر کو کل کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔

جواب:

حضرت عمرو بن اخطب انصاری اور حضرت ابو سعید الخدری کی احادیث کی
جس تاویل و توجیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سرفراز صاحب نے اس تاویل و توجیہ
کے متعلق ہم مفصل بحث کر چکے ہیں اور اس تاویل و توجیہ کا ابطال کر چکے ہیں۔
اور سرفراز صاحب کی تخصیص یا تقیید کا ابطال بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔
باقی رہی مرقات اور لمعات اور اشعۃ اللمعات کی عبارات تو ان کے متعلق
ہماری گذارش یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ کی اپنی عبارات صریحہ سابقہ ابواب صفحات
میں گذر چکی ہیں کہ وہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۱۰ میں فرماتے ہیں:

حدیث فعلمتُ مافی السموات والارض کے تحت کہ وھو کنایۃ
عن وصول ذلک الفیض الیٰ قلبہ ونزول الرحمۃ والنعباب العلوم
علیہ وتأثرہ عنہ۔

آگے فرماتے ہیں:

فعلمت ای بسبب وصول ذلک الفیض مافی السموات والارض
یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیھما من الملائکۃ والاشجار وغیرھما
وھو عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر
ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا کما یشفعا ومن
قصہ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع مافی الارضین السبع
بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت
الذین علیھما الارضون کلھا الخ ویمکن ان یراد بالسموات الجھۃ العلیا
وبالارض الجھۃ السفلیٰ فیشمل الجمیع۔

یعنی اس فیض کے وصول سے کنایہ ہے آپ کے قلب تک اور
نزول رحمت سے اور بے شمار علوم کے آپ پر ڈالنے سے اور
آپ کے متاثر ہونے سے بھی کنایہ ہے۔ پس میں نے جان لیا
یعنی اس فیض کے وصول سے بس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں
تھا۔ جان لیا جو کچھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا آسمانوں اور
زمینوں میں سے ملائکہ اور درخت وغیرہ اور یہ آپ کی وسعت
علمی سے عبارت ہے۔ اور امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ مافی السموات
سے مراد ہے جو کچھ کائنات میں موجود ہے وہ سب کچھ بلکہ
جو آسمانوں کے اوپر ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ جیسا کہ واقعہ
معراج سے مستفاد ہوتا ہے اور الارض جنس کے معنیٰ میں ہے اور
اس سے مراد وہ سب کچھ ہے جو ساتوں زمینوں میں ہے بلکہ جو
اُس کے نیچے ہے وہ بھی مراد ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے
بیل اور مچھلی کی خبر دی ہے۔ جن پر تمام زمین قائم ہے۔ اور یہ بھی
ممکن ہے کہ السموات سے جہتہ علیا مراد لی جائے اور الارض سے
جہتہ سفلی مراد ہو تاکہ آپ کا علم شریف سب کو شامل ہو جائے۔

قارئین کرام ان عبارات میں ملا علی قاری نے امور دین یا کلیات
کی کوئی قید نہیں لگائی بلکہ ملائکہ اور درختوں تک کا علم تسلیم کیا ہے وغیرھما
میں لفظ غیر ایسا نکرہ ہے جو مضاف ہو کر بھی نکرہ ہی رہتا ہے جو مفید عموم و
استغراق ہوتا ہے اور پھر ملا علی قاری امام ابن حجر سے اس کی تشریح میں
جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا نقل کرتے ہیں اور
ارضون کو جنس کے معنی میں لے کر تمام زمینوں کے نیچے کی اشیاء کا علم بھی مراد
لیتے ہیں اور نہ بلکہ فرماتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ السموات سے مراد جہتہ علیا لی
جائے اور الارض سے جہتہ سفلی لی جائے تاکہ آپ کا علم سب کو شامل ہو

جائے ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر کی یہ عبارات کس قدر واضح اور صریح ہیں۔ کہ
ان عبارات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وسعت بھی بیان کی گئی ہے۔ ان
عبارات کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن ہے کہ صرف امورِ دین اور کلیاتِ دین مراد
ہوں۔ بلکہ ملا علی قاری مرقات جلد ۵ صہ   مطبع   میں فرماتے
ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی شرح میں کہ:

انی لا عرف اسماءھم واسماء آبائھم والوان خیولھم الخ فیہ
مع کونہ من المعجزات دلالۃ علی ان علمہ صلی اللہ علیہ وسلم
محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرھا۔

یعنی اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں باوجود معجزہ ہونے کے دلالت
ہے اس بات پر کہ آپ کا علم تمام کلیات وجزیات وغیرہ کائنات
کو محیط ہے۔

اس عبارت میں علامہ قاری صاحب نے آپ کے علم کو کلیات و
جزئیات وغیرہ کائنات پر محیط مانا ہے اور قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں
اُن کی عبارت جس کو سرفراز صاحب نے نقل کیا ہے قابل تاویل ہے۔ کہ
یوں کہا جائے کہ یہاں امورِ دین کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ اگر اس
قید کو اتفاقی قرار نہ دیا جائے بلکہ احترازی مانا جائے۔ جیسے سرفراز صاحب
کا خیال ہے تو پھر ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر کی منقولہ بالا عبارات کی کوئی
اور توجیہ ممکن نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان عبارات کا لغو ہونا اور
عبث ہونا لازم آتا ہے۔

باقی رہیں شیخ محقق کی عبارات اشعۃ و لمعات تو ان کے متعلق بھی ہماری
رائے یہ ہے کہ حضرت شیخ محقق کی عبارت اشعۃ اللمعات سے نقل کر دی گئی
تھی کہ:

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و زمینہا بود و ایں عبارت است از

حصول تمام علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔

کہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا اور یہ عبارت
ہے اس سے کہ آپ کو تمام علوم جزئیہ وکلیہ حاصل ہو گئے تھے
بلکہ ان پر احاطہ بھی حاصل ہو گیا تھا۔

سرفراز صاحب یہ تو بتلائیے کہ تمامئہ علوم کی تصریح اور جزئیہ وکلیہ کی
تصریح اور احاطہ کی تصریح کے بعد یہ احتمال کب باقی ہے کہ مراد صرف امورِ دین
ہیں یا احکامِ دین ہیں۔

باقی مبالغہ پر محمول کرنا ایک احتمالِ شق ہے اس شق کو شیخ محقق نے ایک
احتمال کے طور پر بیان کیا ہے اس کو مراد متعین قرار نہیں دیا اور احتمال ہی کی صورت
میں یہ فرمایا ہے کہ کبھی اکثر کو کل کے معنی میں مبالغۃً لیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہ
احتمال موجود ہے۔ کسی احتمال کو بیان کرنا اس کے مراد متعین ہونے کی دلیل نہیں
ہے۔

سرفراز صاحب محدث دہلوی کی عبارت کو مجمل قرار دینا بھی جہالت پر
مبنی ہے۔ جس عبارت میں تمامئہ علوم اور جزوی وکلی اور احاطہ کی تصریحات
موجود ہوں۔ اُن کو مجمل کہنا سرفراز صاحب کی بددیانتی اور مطلب پرستی نہیں
تو اور کیا ہے۔

جواب نمبر ۲:

مواقع کے اختلاف کے پیش نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان روایات میں
اگر امورِ دین اور مہماتِ دین مراد ہیں تو پھر کیا ہوا دوسری روایات میں تو
علوم کلیہ و جزئیہ کے حصول کی تصریح موجود ہے پھر یہ مراد قرآن کی آیات کے
بھی عین مطابق ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا ایسی قیود لگا کر بھی مطلب
حل نہ ہو گا۔ کیونکہ آپ کی وسعت علمی تو نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ جن کے
مقابلہ میں نہ صحیح خبر واحد کام دے سکتی ہے نہ کسی کا قول۔

پانچویں حدیث :

اس عنوان میں سرفراز صاحب ص ۵۱۷، ۵۱۸ پر اہلسنت حنفی بریلوی کے اکابر کا استدلال نقل کرتے ہیں کہ،

خاں صاحب اور مفتی صاحب لکھتے ہیں :

واللفظ الاول جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

فرأيته عزوجل وضع كفه بين كتفي فوجدت بردانامله بين ثدای فتجلی لی كل شئ وعرفت۔

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا تو میرے سینہ میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں :

ھذا حدیث حسن صحیح سالت محمد ابن اسمٰعیل عن ھذا الحدیث فقال صحیح۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا تو فرمایا صحیح ہے۔

اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منامی کے بیان میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

فعلمت ما فی السموات والارض۔

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آ گیا۔

بلفظہ انباء المصطفٰے ۔

اس کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کی عبارت مقیاس حنفیت سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

جواب :

اس حدیث سے فریق مخالف کا استدلال غلط ہے۔

اولاً اس لیے کہ اگرچہ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تحسین اور تصحیح نقل کی ہے۔ لیکن یہ ترمذی کے متن میں نہیں بلکہ حاشیہ پر ایک نسخہ کا حوالہ دے کر یہ عبارت مع سند و متن حدیث کے نقل کی گئی ہے۔

(دیکھئے ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۶)

اور یہ روایت بسند ابن عباس مسند احمد جلد ۱ ص ۳۶۸ میں بھی ہے۔ اور معاذ بن جبل کی روایت میں (جس کی امام بخاری سے تصحیح و تحسین نقل کی گئی ہے) عبدالرحمٰن بن عائشہ الحضرمی ہے بعض نے اس کو صحابی بتایا ہے۔ لیکن امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ جس نے اس کو صحابی کہا ہے اس نے غلطی کی ہے اور امام ابو زرعہ کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ،

له حديث واحد وهو حديث الرؤية، الا انهم يضطربون فيه وقال الذهبي وحديثه عجيب وغريب۔

تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۰۶ و میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۰۸۔

اور حدیث مضطرب اصول حدیث کے فن کے لحاظ سے ضعیف ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے امام بخاری کی تصحیح و تحسین خود متعارض ہو کر ساقط ہو جائے گی اور امام بیہقیؒ اس حدیث کے بعض طرق کو لکھ کر آگے ارشاد فرماتے ہیں :

قد روی من طرق کلہا ضعاف و فی ثبوتہ نظر کتاب الاسماء والصفات۔

اور ایسی عبارت علامہ خازن نے جلد ۶ ص ۵ طبع مصر میں اور امام سیوطی نے تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۳۱۹ میں نقل کی ہے۔

لہٰذا ایسے اہم معاملہ میں اور بنیادی عقیدہ میں اس کو پیش کرنا اصول کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

جواب نمبر ۱:

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام بخاری کی تصحیح و تحسین ترمذی کے متن میں نہیں حاشیہ میں ایک نسخہ کے حوالے سے یہ عبارت بمع سند و متن حدیث کے نقل کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے خود اپنی عبارت میں اقرار کر لیا ہے تو پھر بھی ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ امام بخاری کی تصحیح و تحسین تو بہر حال تسلیم کر لی ہے۔ خواہ ترمذی کے متن میں ہو یا حاشیہ میں کسی نسخہ کے حوالے سے جب آپ نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ امام بخاری کی تصحیح و تحسین موجود ہے تو پھر خواہ مخواہ الجھنا کہاں کی عقلمندی ہے کیا کسی تصحیح و تحسین کے معتبر و قابل ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ کسی کتاب کے متن میں ہی ہو حاشیہ پہ نہ ہو۔ کیا حواشی میں مذکور ہونا ساقط الاعتبار ہونے کی علامت ہے اگر ایسا ہے تو پھر آپ نے حواشی کے حوالے کیوں دیئے ہیں اپنی کتابوں میں۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

جواب نمبر ۲:

قارئین کرام سرفراز صاحب نے جس سند کے اعتبار سے اس حدیث کو مضطرب قرار دے کر ضعیف کہا ہے وہ وہی سند ہے جس میں عبدالرحمٰن بن عائش الحضرمی آتے ہیں۔ لیکن اس حدیث کی دوسری سند جو ابن عباسؓ سے ہے مسند احمد جلد اول ص ۳۶۸ میں اُس میں عبدالرحمٰن بن عائش الحضرمی

نہیں ہے اس لیے یہ سند اضطراب و ضعف سے بالکل خالی ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب خود بھی دوسری سند کو تسلیم کرتے ہوئے ازالہ کے ص ۵۱۸ پر لکھتے ہیں اور یہ روایت مسند ابن عباس مسند احمد جلد اول ص ۳۶۸ میں بھی ہے۔ مگر سرفراز صاحب نے خود بھی حضرت معاذ بن جبل کی روایت کو ضعیف و مضطرب قرار دیا ہے۔ کیونکہ اُسی میں الحضرمی ہے اور ابن عباس والی سند کو نہ ضعیف کہا نہ مضطرب قرار دیا گویا اس کی صحت کو تسلیم فرما لیا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارا استدلال قائم و بحال رہا۔ ہرگز نہ ٹوٹا۔ اس لیے امام بخاری کی تصحیح و تحسین متعارض ہو کر اگر ساقط بھی ہو جائے تو بھی کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کما لا یخفی علی اھل النھی۔

مزید یہ کہ یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں مرسل طور پہ مروی ہے اور حدیث مرسل کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقاً حجۃ ہونا مصرح ہے۔

چنانچہ شیخ محقق مقدمہ مشکوٰۃ ص ۴ پر لکھتے ہیں:

وعند ابی حنیفۃ ومالک مقبول مطلقاً وھم یقولون انما ارسلہ لکمال الوثوق والاعتماد الخ

یعنی امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہے۔ وہ فرماتے ہیں اس نے ارسال کمال وثوق اور کمال اعتماد کی وجہ سے کیا ہے۔

جواب نمبر ۳:

ابن عباسؓ کی روایت (جس میں عبدالرحمٰن بن عائش الحضرمی نہیں) اس کی سند یوں ہے ترمذی شریف ص   میں:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن ہشام حدثنی ابی عن قتادۃ عن ابی قلابۃ عن خالد بن لجاج عن ابن عباس۔

اس کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔ چنانچہ پہلے راوی محمد بن بشار کے

متعلق تقریب التہذیب ص ۳۱۴ میں لکھا ہے ثقۃ اور میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۴۹۰، ۴۹۱ میں لکھا ہے:

محمد بن بشار البصری الحافظ، بندار ثقة صدوقاً صادق امین قلت قد احتج به اصحاب الصحاح کلهم وحجة بلاریب قلت کان من اوعیة العلم قال العجلی ثقة کثیر الحدیث وقال ابن خزیمة فی کتاب التوحید حدثنا امام اهل زمانه فی العلم والاخبار۔

یعنی محمد بن بشار بصری حافظ الحدیث ہیں اور ثقہ صدوق صادق و امین ہیں۔ امام ابو عبد اللہ الذہبی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ محمد بن بشار سے تمام اصحاب صحاح نے احتجاج کیا ہے اور وہ بلا شبہ حجت ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں (امام ذہبی) کہ وہ علم کا ایک (عظیم) برتن ہیں۔ امام عجلی ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث فرماتے ہیں امام ابن خزیمہ کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ وہ علم میں اپنے زمانے کے لوگوں کے امام تھے۔

اور دوسرے راوی معاذ بن ہشام ہیں ان کے متعلق میزان جلد ۴ ص ۱۳۳ میں لکھا ہے

صدوق صاحب حدیث ومعرفة وقال ابن عدی ارجو انه صدوق۔

تقریب ص ۳۴۰ میں لکھا ہے صدوق اس سند کے دوسرے راویوں کے حال معلوم کرنے کے لیے مزید تقریب ص ۳۲۵ اور تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۹۶۔ تہذیب جلد ۹ ص ۷۱ تقریب ص ۳۸۰۔ تہذیب جلد ۱۱ ص ۴۳ تقریب ص ۳۰۵ تہذیب جلد ۸ ص ۳۵۱۔ تقریب ص ۱۱۹ تہذیب جلد ۳ ص ۲۲۵۔ ص ۱۸۵۔ تقریب ص ۳۹۱۔ تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۲۱۹ کو ملاحظہ فرمائیے گا۔ تاکہ حقیقت حال آپ پر پوری طرح منکشف ہو جائے بلکہ اگر آپ مزید اطمینان کے لیے اس روایت کی توثیق معلوم کرنے کے

لیے تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ کا ص ۱۲۹، ۱۳۰ بھی ملاحظہ کریں گے تو ایک عجیب و غریب بحث پر آگاہی حاصل کر کے خوب لطف اندوز بھی ہوں ہماری اس بحث سے ثابت ہو گیا کہ اس حدیث کی حضرت ابن عباس والی سند بالکل بے غبار اور ثقہ راویوں پر مشتمل ہے۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا اس کو مضطرب اور ضعیف قرار دینا اُن کے اضطراب ایمانی کی علامت ہے۔ سرفراز صاحب کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ وہ صحیح روایات کو بھی ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ یہ وہ جسارت تھی جسے دیکھ کے شرمائیں یہود۔ کیونکہ کسی صحیح حدیث کو ضعیف و مضطرب کہہ دینے کی سزا وہی ہے جو موضوع و منگھڑت حدیث بیان کرنے کی ہے۔ سرفراز صاحب نے تو آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے کہ بے دھڑک بے ڈھنگے اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

کون دیکھے یہ بے کسی دل کی

باقی امام بیہقیؒ کی عبارت کے متعلق گذارش ہے کہ اوّلاً ان تمام طرق کو ضعاف کہہ دینا جرح مبہم ہے۔ مفسر نہیں ہے اور جرح مبہم ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ جیسا کہ خود سرفراز صاحب نے سماع موتیٰ میں تسلیم کیا ہے اور اس کی مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے۔

ثانیاً گذارش ہے کہ سرفراز صاحب خود تسلیم کر چکے ہیں کہ ہر مقام پر کل حقیقت اور عموم و استغراق کے لیے نہیں ہوتا۔ بلکہ جس جس مقام پر ایسے الفاظ عموم آتے ہیں۔ وہاں اُن سے دیگر دلائل کی رو سے اکثر کو کلی کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔

ملاحظہ ازالہ کا ص ۵۱۵۔

سب اکثر کو کل کے معنیٰ میں لیا جا سکتا ہے۔ بالکل بمعنی بعض بھی بقول سرفراز صاحب آتا رہتا ہے تو پھر سرفراز صاحب کیوں نہ امام

بیہقی کی عبارت میں لفظ کل کو بعض یا اکثر کے معنی میں لیا جائے آخر ایسا کرنے سے مانع کیا ہے۔ خصوصاً جبکہ ابن عباس والی سند کے رواۃ کی توثیق گذشتہ صفحات میں ثابت کر دی گئی ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ تمام طرق کا بالفرض ضعف بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ طرق متعددہ مل کر روایت ضعف سے نکل کر حسن ہو جاتی ہے۔ یعنی طرق عدیدہ ضعیفہ مل کر روایت کو حسن بناتے ہیں۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے بھی اس کو تسکین الصدور اور سماع موتی وغیرہ میں مانا ہے۔ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض تو بحمدہ تعالیٰ ھباءً منثورا ہو گیا۔ امام بیہقی کی عبارت خواہ خازن ہو یا درمنثور میں جواب اوپر دیا جا چکا ہے وہ اصولی جواب ہے۔ خواہ عبارت کہیں سے بھی نقل کی جائے۔

اسی استدلال بالحدیث المذکور پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب ازالہ کے صـ۵۱۹ پر لکھتے ہیں۔

وثانیاً اس روایت میں اس کا بھی ذکر ہے کہ آپ کو ملاء اعلیٰ کا علم ہو چکا تھا۔ حالانکہ قرآن کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ:

ما کان لِیَ مِنْ عِلْمٍ بالملاء الاعلیٰ اذ یختصمون۔

(پ۲۳ سورۃ ص)

چونکہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ملاء اعلیٰ کا عدم علم ثابت کرتی ہے۔ اور حدیث مذکور کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی خبر واحد ہی ہو گی اور بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کیونکر حجت ہو سکتی ہے۔

جواب:

آیت کریمہ میں ماکان ماضی منفی ہے یعنی علم بالملاء الاعلیٰ زمانہ ماضی میں منتفی تھا نہ کہ نزول قرآن کی تکمیل کے بعد بھی اور سرفراز صاحب آیت سورہ ص کی ہے اور یہ سورۃ مکی ہے۔ اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آپ کو وصال شریف یا کم از کم نزول قرآن کی تکمیل تک بھی ملاء اعلیٰ کا علم حاصل نہ ہوا تھا تو سرفراز صاحب کا مدعاء ثابت نہیں ہوتا۔ نیز سرفراز صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ حدیث مذکورہ بالا میں جو واقعہ پیش آیا ہے یا بیان ہوا ہے وہ پہلے کا ہے اور آیت بعد کی ہے۔ اگر حدیث کا واقعہ مقدم ہے اور نزول آیت مؤخر ہے تب تو کسی حد تک سرفراز صاحب کا اعتراض قابل غور ہے اور اگر آیت کریمہ کا نزول مقدم ہے اور حدیث کا واقعہ مؤخر ہے تو پھر اس حدیث اور آیت میں کوئی تضاد اور باہمی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ نفی پہلے زمانے کی ہے اور اثبات بعد کا ہے یعنی ملاء اعلیٰ کے اختصام کے علم کی نفی مقدم ہے اور اس کا اثبات مؤخر ہے۔ اس لیے دونوں کے مابین کوئی منافات یا مخالفت نہیں ہے۔

اس لیے یہ بحث کہ حدیث صحیح بھی ہے تو وہ خبر واحد ہے آیت قرآنی کے مقابلہ میں نہیں آسکتی فضول اور بے معنی ہے یہ سرفراز صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کریں کہ آیت کا نزول مؤخر ہے کیونکہ وہ ان کی منافات و مخالفت کے مدعی ہیں جب تک آیت کا تاخر ثابت نہ کریں گے ان کا یہ بے بنیاد دعویٰ باطل و مردود رہے گا۔ جب اختصام ہو رہا تھا تو علم نہ تھا مگر بعد میں دست قدرت کی برکت سے ہر چیز روشن ہو گئی تو ملاء اعلیٰ کے اختصام و خصومت کا علم بھی حاصل ہو گیا۔ و ہو المدعا۔

سرفراز صاحب کوئی ایسی دلیل پیش کریں کہ اختتام کے بعد کبھی کسی وقت اس کا علم عطا نہیں ہوا تھا۔ تب سرفراز صاحب اپنے ادعاء باطل میں کامیاب ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

ہمارے اکابر کے استدلال بالحدیث المذکور پر اعتراض کرتے ہوئے ص ۵۱۹ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

وثالثاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

ثم یعلم انہ یجب ان ینفی عنھم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذلک ولیس ذالک بنقص (الی ان قال بعد عدۃ اسطر) ان الاستدلال بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فتجلی لی کل شئ قلنا ھو بمنزلۃ قولہ تعالیٰ فی التوراۃ تفصیلاً لکل شئ والاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب المقام ولو سلّم فھذا عند وضع اللہ یدہ بین کتفہ ثم لما سری عنہ ذالک فلا بعد من ان یکون تعلیم تلک المامور ثانیاً فی حالتہ اخراے الخ۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب کیا کہہ گئے ہیں یا مولوی محمد عمر صاحب تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کی نفی کرنے والا تنقیص کرتا ہے۔

مگر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے صفات باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں کوئی توہین و تنقیص نہیں ہے اور فتجلی لی کل شئ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی پر استدلال کرنے والے کو حضرت شاہ صاحب نے یوں جواب دیا ہے کہ اس میں لفظ کل عموم حقیقی کے لیے نہیں ہے۔

بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شئ آیا ہے اور گزر چکا ہے کہ اس سے مراد امورِ دین اور احکام وغیرہ ہی ہیں ہر ہر ذرہ مراد نہیں ہے۔

جواب:

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی پہلی بات کہ انبیاء کرام سے صفات باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے) بالکل بجا و حق ہے اس کا کوئی منکر ہے مگر یہ بھی غور کریں کہ صفات باری ہیں کیا کیا علم غیب خواہ ذاتی ہو یا عطائی اجمالی ہو یا تفصیلی کلی غیر متناہی ہو یا متناہی مطلق غیب ہو یا غیب مطلق قدیم ہو یا حادث باقی ہو یا فانی ہر قسم کا علم غیب خاصۂ خداوندی ہے اور ذات باری کی صفت ہے یا صرف ذاتی استقلالی غیر متناہی قدیم علم مطلق تفصیلی محیط خاصہ وصفت ہے ذات باری تعالیٰ کی ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب کی عبارت میں وہ علم غیب کلی غیر متناہی ذاتی استقلالی قدیم علم مطلق تفصیلی محیط مراد ہے۔ اس کی نفی انبیاء کرام سے یقیناً واجب ہے مگر عطائی علم غیب متناہی حادث مطلق علم تفصیلی علم مطلق اجمالی مطلق علم اجمالی ہرگز ذات باری کا نہ خاصہ ہو سکتا ہے نہ اُس کی صفات سے ہے اور شق اول کی صورت میں آپ پر بھی اس عبارت کا جواب ضروری ہے کیونکہ علوم غیبیہ جزئیہ کا آپ نے ازالہ میں اور تنقید متین ص ۱۶۲ میں اقرار کیا ہے۔ بلکہ بعض علوم غیبیہ عطائیہ کو ایک حقیقت مسلمہ قرار دیا ہے۔

اب اگر شاہ صاحب کی عبارت کو ذاتی استقلالی غیر متناہی پہ محمول نہ کریں تو پھر اس کی زد میں آپ بھی آتے ہیں اگر عطائی کلی پر محمول کریں تو پھر بھی یہ عبارت آپ کے خلاف جاتی ہے کیونکہ ایک تو اس صورت میں عطائی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ یہ آپ کے نزدیک چور دروازہ ہے دوسرا اس

آخر کیوں فرمایا ہے۔ سات آسمانوں اور زمین اور کل شئی کا ذکر واضح اور قوی قرینہ ہے کہ مراد صرف احکام دین اور امور دین ہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بے شمار علوم ہیں جو آپ کو عطا ہوئے تھے۔ پھر صرف چند مسائل و کفارات کے علم کے لیے یہ اہتمام فرمانا کہ خدا نے دستِ قدرت شانوں پر رکھا یہ بجائے خود قرینہ واضح ہے کہ امورِ دین کے علاوہ بھی علوم کثیرہ مرحمت فرمائے گئے۔ پھر ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر کا اس کی شرح میں اشجار و ملائکہ بلکہ سموٰات سبع کے مافوق اور ماتحت الارضین وغیرہ کا ذکر نا بھی ٹھوس قرینہ ہے کہ صرف احکام دین مراد نہیں۔ بلکہ علوم کثیرہ کلیہ عطا ہوئے تھے اور شیخ محقق کا شرح میں "ایں عبادت است از علوم کلیہ و جزئیہ و احاطۂ آن۔" فرمانا بھی قرینہ قولیہ ہے کہ مراد صرف امورِ دین ہی نہیں۔ بلکہ علوم کلیہ مراد ہیں۔

شیخ صاحب کی عبارت میں لفظ کلیہ کو اکثر پہ محمول کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ کلیہ کے ساتھ جزئیہ بھی کلیہ ہے۔ ایسی صورت میں مراد کلی علوم ہی ہو سکتے ہیں اگر لفظ کل کو مجازاً اکثر کے معنیٰ میں لیا جائے تو پھر لفظ جزئیہ کا ذکر بے سود قرار پاتا ہے۔ بنا بریں ضروری ہے کہ کلی سے کلی ہی مراد ہو نہ اکثر یا البعض۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے۔

سرفراز صاحب ص ۵۲۱ پہ لکھتے ہیں کہ:

اور دوسری چیز حضرت شاہ صاحب نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جتنے وقت تک آپ کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت رہا۔ اتنے عرصہ تک ہر چیز آپ پر اجمالی صورت میں منکشف ہو گئی اور جب دستِ قدرت اٹھا تو وہ حالت نہ رہی۔ یہی وجہ ہے دوسری حالت اور اوقات میں آپ کو

ضرورت کی ہر چیز کی تفصیلی طور پہ باقاعدہ خداوند کریم کی طرف سے بذریعہ وحی تعلیم ہوتی رہی۔ جیسا کہ نصوص قطعیہ متواترہ اس پہ شاہد عدل ہیں اور یہ وحی آخر وقت تک ہوتی رہی ہے اور اس کے ذریعہ آپ کو احکام اور حالات کی اطلاع دی جاتی رہی ہے۔

جواب:

فتجلی لی کل شیٔ کو ایک خاص عرصہ سے مقید کرنا اور وہ بھی بلا دلیل ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ دستِ قدرت اٹھنے کے بعد علم کے اٹھنے اور ختم ہو جانے پر ہرگز کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ نہ یہ بات خود حضور علیہ السلام نے فرمائی ہے نہ کسی صحابی نے سوائے شاہ صاحب کے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ملتا اور یہ بات شاہ صاحب نے بھی قطعی اور یقینی طور پہ کسی ایسی ہستی و شخصیت سے نقل نہیں فرمائی جس کی بات کو حجت کا درجہ دیا جاتا ہو۔ اور بات بالکل واضح ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کی بات یا ان کا قول ہرگز حجت شرعیہ نہیں ہے کہ جس کا ماننا ضروری ہو۔ ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے۔

سرفراز صاحب ص ۵۲۱، ۵۲۲ پہ لکھتے ہیں کہ:

مولانا حکیم سید محمد برکات احمد صاحب ٹونکی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جواب میں کئی باتیں فرمائی ہیں۔ ملخصاً ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

اول یہ کہ فتجلی لی کل شیءٍ اگر اپنے عموم پہ ہو تو چاہیے کہ آپ کو کنہ باری تعالیٰ پہ بھی اطلاع ہو تو ضرور یہ عام مخصوص البعض ہوگا اور مخصص (۱۳) کا عقل ہے جیسے احریت من کل شیءٍ۔ میں مخصص عقلی ہے۔

جواب:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ استغراق کے لیے لفظ کل کو وضع کیا گیا ہے۔ مگر استغراق کی دو قسمیں ہیں ایک ہے حقیقی اور دوسری ہے عرفی اگر مراد حدیث میں حقیقی کو لیا جائے تو پھر غیر متناہی علوم (بشمول کنہ باری تعالیٰ) کی عقلی تخصیص کی جائے گی مگر بایں ہمہ یہ عام مخصوص البعض نہیں کہلائے گا۔ بلکہ عام ہی رہے گا۔ جیسے ان اللّٰہ علیٰ کل شیء قدیر میں کل استغراق حقیقی ہی کے لیے ہے اور کل شیءٍ میں ذات باری تعالیٰ یا اُس کی ہلاکت و فنائیت بھی داخل ہے۔ مگر عقل نے اس کی تخصیص کر دی ہے۔ کیا سرفراز صاحب آپ اس آیۃ کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو چشم ما روشن دلے ما شاد اور عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں تو پھر کذب باری کے امکان پر کیوں اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے جبکہ یہ ہے ہی عام مخصوص البعض بقول آپ کے۔

پھر حضرت بلقیس رضی اللّٰہ عنہا کے حال پہ آقائے دو جہاں صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے حال کو قیاس کرنا کہاں تک درست ہے۔ ٹونکی صاحب کی بات بھی کوئی حجت شرعیہ نہیں کہ جس کا انکار نہ ہو سکتا ہو اور نہ ٹونکی صاحب معصوم ہیں کہ اُن سے خطا نہ ہو سکے۔

سرفراز صاحب ٹونکی صاحب کا دوسرا اعتراض اس حدیث سے استدلال پہ یوں نقل کرتے ہیں کہ:

ثانیاً یہ کہ اگر تسلیم کریں کہ تجلی لی کل شیء اس پر دال ہے کہ ہر شے آپ پر متجلی ہوئی مگر اس پر دال نہیں کہ ہر شے ہر وجہ سے متجلی ہوئی جائز ہے کہ ہر شیٔ آپ پر بوجہ اجمالی تجلی ہوئی ہو تو بوجہ تفصیلی یا ہر شیٔ آپ پر ببعض الوجوہ متجلی ہوئی ہو نہ بکل الوجوہ۔ پس اگر ہر شیٔ ببعض الوجوہ تجلی ہوئی تو ببعض الوجوہ بھی ببعض الاشیاء میں پس علم ببعض اشیاء

کا ہوا نہ کل اشیاء کا بحیث لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء۔

جواب:

فتجلی لی کل شیءٍ میں جس تجلی کا ذکر ہے وہ مطلق ہے نہ ببعض الوجوہ کی قید سے مقید ہے اور نہ بکل الوجوہ کی قید سے اسی طرح نہ وجہ اجمالی کی قید ہے نہ وجہ تفصیلی کی اور قاعدہ علماء اصول کا مشہور ہے کہ: المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل کہ جب مطلق کو مطلق چھوڑا یا بولا گیا ہو تو اس کا فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے اور فرد کامل تجلی مطلق کا تجلی تفصیلی ہے نہ اجمالی اسی طرح تجلی بکل الوجوہ فرد کامل ہے نہ ببعض الوجوہ۔

بنابریں ٹونکی صاحب کے ساتھ ساتھ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی ہباءً منثورا ہو گیا۔

سرفراز صاحب ص ۵۲۲ پہ ٹونکی صاحب کا ایک اور اعتراض نقل کرتے ہیں کہ:

ثالثاً یہ کہ آحاد میں سے ہے پس کیونکہ ناسخ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو کی ہو سکتی ہے پس لامحالہ تجلی لی کل شیءٍ اپنے عموم پر باقی نہیں۔

جواب:

بے شک احاد ہی سے سہی مگر یہ تو بتائیے کہ اس کو کس نے اور کب آیت مذکورہ بالا کی ناسخ قرار دیا ہے اس پہ ایک بھی کسی معتبر عالم دین کا حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا یہ جھوٹ ہے جو گھڑا گیا ہے۔ جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ اس کو ناسخ آیت قرار نہیں دیتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں نفی ذاتی اور استقلالی کی ہے یا غیر متناہی کی عطائی کی نفی ہرگز اس میں نہیں ہے اور حدیث میں اثبات ذاتی کا نہیں بلکہ عطائی کا ہے

اس لیے اس حدیث سے اثبات کی صورت میں اس کو ناسخ آیت سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے۔

سرفراز صاحب ص ۵۲۲ پر ٹونکی صاحب کا چوتھا اعتراض نقل کرتے ہیں کہ:

رابع یہ کہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں تصریح کی ہے کہ:

"علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببعض المغیبات (الی ان قال) ای اطلاعہ علی بعض المغیبات"۔

اور علامہ ابن حجر مکی نے بعض اقوال کی تردید میں کہا ہے کہ:

فان بعض معالم یرسخ فی الایمان یظن ذلک حتی کان یری ان صحۃ النبی تستلزم اطلاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات

پس معلوم ہوا کہ راسخین فی الایمان کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ کو بعض المغیبات کا علم ہوا تھا مگر یہ بعض وہ ہیں کہ لایدری کنہہ الخ۔

جواب:

شرح شفاء میں بعض کے لفظ کو ہمارے خلاف سمجھنا یہ سرفراز صاحب کا خبط ہے یا نری جہالت۔ کیونکہ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ جہاں بھی عبارات میں بعض کا لفظ آیا ہے اس سے مراد علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض ہے نہ وہ بعض جو مخلوق کے مقابلہ میں ہو باقی علامہ ابن حجر کی عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں اُن لوگوں کا رد ہے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ نبوت کی صحت اس بات کو مستلزم ہے کہ جمیع مغیبات (غیر متناہیہ) پر نبی مطلع ہو اگر جمیع مغیبات پر مطلع نہ ہوگا تو نبی کی نبوت کی صحت نہ مانی جائے گی مگر بحمدہ تعالیٰ ہم اہلسنت حنفی بریلوی کا ہرگز عقیدہ نہیں ہے اِن صحت نبوت کو اطلاع علی جمیع المغیبات (الغیر المتناہیہ) پر موقوف قرار دینا غلط ہے یا یوں کہ اُن لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ صحت نبوت

اطلاع علی جمیع المغیبات میں تلازم ہے اور ہمارا ہرگز یہ نظریہ نہیں ہے جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے۔

باقی یہ کہ بعض مغیبات کے علم کو راسخین فی الایمان کا عقیدہ قرار دینا بھی بفضلہ تعالیٰ ہماری فتح ہے کیونکہ سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۸ پر علم غیب (خواہ جزی اور بعض ہی کیوں نہ ہو) ماننے والے کو مشرک و کافر قرار دے چکے ہیں اور یہاں اُسی کو تسلیم کر لیا ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب سے پوچھیے کہ جناب یہ تو بتائیے جب آپ کے بقول علم غیب ماننا شرک و کفر ہے تو پھر بعض غیب کا علم راسخین فی الایمان کا عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے اور جب بعض علم غیب ماننا راسخین فی الایمان کا عقیدہ ہے بقول آپ کے بھی تو پھر علم غیب ماننا شرک و کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

سرفراز صاحب کی عبارات کا تضاد دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی ایک مقام پر جس چیز کو شرک اور کفر گردانتے ہیں اُسی کو دوسری جگہ رسوخ ایمانی قرار دیتے۔

سرفراز صاحب ص ۵۲۲ پر ہی ٹونکی صاحب کا پانچواں اعتراض نقل کرتے ہیں کہ:

خامس یہ کہ:

تجلی لی کل شیء تصویر فعلمت ما فی السموات والارض

اس پر دال ہے کہ آپ کو علم ما فی السموات والارض کا ہوا اور جو ما فی السموات والارض نہیں ہے۔ جیسے کنہ باری تعالیٰ یا جو اشیاء ورا السموات والارض ہوں گی اُن پر بھی علم محیط ہے۔ یہ ثابت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ تجلی لی کل شیء اپنے عموم پر نہیں ہے۔

جواب:

اس اعتراض کا منشاء یہ ہے کہ لفظ کل عموم واستغراق حقیقی کے لیے ہوتا ہے اور استغراق حقیقی کا مفاد ما فی السموات والارض میں منحصر نہیں بلکہ اس کے مفاد میں ماوراء السموٰت والارض بھی شامل وداخل ہے۔ ہم پہلے بارہا بتا چکے ہیں۔ ہماری مراد ما فی السموات والارض سے جمیع ماکان ومایکون کا محدود ومتناہی علم ہے غیر متناہی علم مراد نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ غیر باری تعالیٰ یا جمیع ماوراء السموٰت والارض کا علم غیر متناہی ہے۔ رہا ہے تجلی لی کل شیء پر نعلمت ما فی السموٰت والارض کی تصریح بالکل درست ہے اور جو کہ اعتراض ڈنگی صاحب نے اٹھایا ہے وہ چونکہ متناہی علم میں شامل ہے۔ اس لیے وہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم متناہی مانتے ہیں اور یہ کہ جمیع ماکان ومایکون بھی متناہی ہے کیونکہ دونوں میں محصور ہے اور جو محصور بین الحاصرین ہو وہ متناہی ہوتا ہے نہ کہ غیر متناہی۔

مزید یہ کہ استغراق حقیقی کی صورت میں غیر متناہی علم کی تخصیص عقلی کی جائے گی اور اگر استغراق کو عرفی قرار دیا جائے تو پھر بھی ماکان وما یکون کا علم اس کا مفاد بنتا ہے کیونکہ عرفی کا مفاد متناہی ہوتا ہے اور ماکان ومایکون بھی متناہی ہے۔

بنابریں ڈنگی صاحب اور سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل ومردود ہے۔

آگے ص ۵۲۲ پہ ہی لکھتے ہیں کہ:

بہرحال ہمارے نزدیک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیا گیا ہے جو کسی اور کو نہیں دیا گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم الاولین والآخرین عطا فرمایا ہے اور ماکان

ومایکون کا علم آپ کو دیا ہے الا ما خصه النصوص القرآنية مگر نہ تو آپ کو علم غیب جیسے نصوص قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے اور نہ آپ کو ہر شیء کا علم ہر درجہ سے ہے الخ۔

جواب:

قارئین کرام اس عبارت میں ڈنگی صاحب اور سرفراز صاحب نے آپ کے لیے علم الاولین والآخرین بھی مانا ہے اور صاف اور صریح الفاظ میں علم ماکان ومایکون بھی تسلیم کیا ہے صرف یہ کہہ دیا کہ مگر وہ نہیں دیا جس کی تخصیص قرآن نے فرمائی ہے۔

نیز اس عبارت میں دونوں صاحبان نے سرے سے علم غیب کا انکار بھی کر دیا ہے۔ غور فرمایئے یہاں علم غیب جزی اور بعض کا بھی انکار کرتے ہیں۔ مگر جب سے پہلے ملا علی قاریؒ اور علامہ ابن حجر کی عبارات نقل کر کے بعض علم غیب کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ کہیں تو علم غیب ماننے کو شرک اور کفر قرار دیتے ہیں اور کہیں اسی کو رسوخ فی الایمان مانتے ہیں سرفراز صاحب:

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

ہر دو علماء انداز فکر بھی شاید منافقوں سے مستعار لائے ہیں۔ جناب سرفراز صاحب۔

چھٹی حدیث:

اس عنوان میں ص ۵۲۳، ۵۲۴ پہ سرفراز صاحب اہلسنت کا استدلال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

خاں صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ لکھتے ہیں

واللفظ للاول امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذرؓ اور ابو یعلیٰ و ابن منیع و طبرانی حضرت ابو درداءؓ سے راوی:

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علما

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے نہ فرما دیا ہو۔ نسیم الریاض۔ شرح شفاء قاضی عیاض و شرح زرقانی للمواہب میں ہے:

ھذا تمثیل لبیان کل شیٔ تفصیلا تارۃ واجمالا اخری

یہ ایک مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز بیان فرما دی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً اور بلفظہ انباء المصطفیٰ ص ۸ و جاء الحق ص ۲۲۳۔

اس کے بعد جواب کے عنوان میں یوں لکھتے ہیں:

جواب:

اس سے بھی فریق مخالف کا احتجاج درست نہیں ہے۔

اولاً اس لیے کہ مسند احمد جلد ۵ ص ۱۵۲ وغیرہ میں اس کی سند یوں آئی ہے:

الاعمش نا منذر نا اشیاخ من التیم قالوا قال ابوذرؓ الخ

معلوم نہیں کہ یہ اشیاخ کون اور کیسے تھے۔ ثقہ یا ضعیف تھے ایسی مجہول سند سے حضرات محدثین کرام احتجاج کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہیں چہ جائیکہ باب عقائد میں خاں صاحب کا بحوالہ مسند احمد اس سند کو صحیح کہنا عجیب جہالت یا خیانت ہے۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب بڑے عیار قسم کے آدمی ہیں اور عیاری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ مسند احمد جلد ۵ ص ۱۵۲ کی جس سند کو نقل کر کے اعتراض کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے ہرگز نہ مسند کی اس جلد کا ذکر کیا ہے اور نہ اس صفحہ کا اور نہ اس سند کی تعیین فرمائی ہے بنا بریں اعلیٰ حضرت کے ذمہ یہ لگانا کہ وہ اس مذکورہ بالا سند کو سند صحیح قرار دیتے ہیں درست نہیں ہے یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کی کوئی اور سند موجود ہو۔ مسند احمد میں آئیے ہم اس کی ایک سند جو امام ابن کثیر نے جلد ۲ ص ۴۰۴ پر نقل فرمائی ہے وہ اور اس کا حال آپ کو بتاتے ہیں اس سند کا پہلا راوی محمد بن عبد اللہ الحضرمی ہے۔ اس کے متعلق میزان جلد ۳ ص ۶۰۷ میں لکھا ہے:

الحافظ مطین محدث الکوفۃ

کہ یہ حافظ الحدیث اور مطین اور کوفہ کے محدث تھے۔

دوسرا راوی محمد بن یزید المقری ہے اس کے متعلق تقریب ص ۳۲۷ میں لکھا ہے۔ ثقۃ۔

تیسرا راوی سفیان بن عیینہ ہیں ان کے متعلق میزان جلد ۲ ص ۱۷۰ میں لکھا ہے:

سفیان بن عیینۃ الھلال الثقات الاعلی جمعیۃ الائمۃ علی لاحتجاج بہ۔ وقال احمد بن حنبل ھو اثبت الناس

یعنی سفیان بن عیینہ بڑے بڑے ثقہ حضرات میں سے ایک ہیں اور ان سے احتجاج پر امت کا اجماع۔

چوتھا راوی اس کا قطن ہے اس کے متعلق میزان جلد ۳ ص ۳۹۰ میں لکھا ہے۔ شیخ صدوق اور تقریب ۳۰۶ میں لکھا ہے۔ ثقۃ یعنی صدوق اور ثقہ ہیں۔

پانچواں راوی اس کا ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ملاحظہ تقریب صـ ۱۶۷۔

اس سند کو امام ابن کثیر نے ابن کثیر جلد ۲ صـ ۱۴۰ میں طبرانی سے نقل فرمایا ہے۔

اب ناچیز نے اس روایت کی سند کی توثیق باحوالہ عرض کر دی ہے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود قرار پایا۔ کیونکہ سرفراز صاحب نے نہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کی ہر سند مجروح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک کسی روایت کی ہر سند کو مجروح قرار نہ دیا جائے تو اس وقت تک اس سے استدلال ساقط نہیں ہو سکتا اور اس کی ہر سند کا ضعف ثابت کرنا سرفراز صاحب کے بس کا روگ نہیں ہے اور اگر ایک سند ضعیف بھی ہو جائے تو ایک کا ضعف سب کے ضعف کو کب مستلزم ہے کہ اس کو بالکل ناقابل وثوق قرار دے دیا جائے اور کسی حدیث کا ضعف اس کے کلی طور پر ناقابل اعتبار ہونے کو بھی مستلزم نہیں کیونکہ بہت سی ضعیف احادیث کو محدثین و فقہاء نے معتبر قرار دیا ہے۔ بلکہ خود سرفراز صاحب باب فضائل میں حدیث ضعیف کو معتبر قرار دے چکے ہیں۔

چنانچہ سرفراز صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور صـ ۲۵۰ پر اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

اعلیٰ حضرت نے جو سند صحیح فرمایا ہے اس کا تعلق صرف طبرانی معجم ہی سے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سند صحیح کا تعلق مسند اور ابن سعد کے طبقات سے ہی ہو۔

لہٰذا یہ اعتراض صرف اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مطلب یہ ہو کہ مسند کی روایت کی ہر سند یا خاص

یہ سند صحیح ہے حالانکہ آپ کی عبارت اس مفہوم میں ہرگز صریح نہیں ہے سرفراز صاحب کا اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔

سرفراز صاحب دوسرا اعتراض یوں کرتے ہیں کہ:

وثانیاً خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت اس مجمل روایت کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

عن ابی ذر قال ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما من طائر یقلب جناحیہ فی الھواء الا وھو یذکرنا من علما قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بقی شئ یقرب من الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بین لکم۔ (ابن کثیر جلد ۲ صـ ۱۴۰)

حافظ ابن کثیر نے اپنے محدثانہ اور مفسرانہ صنیع سے یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ پرندوں کے کچھ حالات آپ نے ایسے بیان کیے (مثلاً حلال و حرام وغیرہ) جن پر عمل پیرا ہو کر جنت حاصل کی جا سکتی ہے اور جہنم سے اجتناب کیا جا سکتا ہے۔ اور منہ علما اس کا واضح قرینہ ہے۔ اس سے علم غیب پر استدلال یقیناً باطل ہے۔

جواب:

حدیث میں ما نافیہ ہے اور طائر نکرہ ہے اور نکرہ چیز نفی میں مفید استغراق ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر پرندے کے متعلق آپ نے بیان فرمایا ہے منہ علما میں من کو تبعیضیہ سمجھنا غلط فہمی کا نتیجہ ہے منہ کی ضمیر کا مرجع ہے طائر اور وہ نکرہ تحت النفی واقع ہوا ہے۔

اس لیے مراد یہ ہے کہ ہر پرندے کے حالات بیان فرمائے کبھی

تفصیلاً اور کبھی اجمالاً ابن کثیر کی روایت کو تفسیر بنانے سے بھی سرفراز صاحب کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں بھی نکرہ چیز نفی میں آیا ہے۔

سرفراز صاحب نے جو روایت ابن کثیر کی نقل کی ہے یہ تو خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ:

ما بقی شیٔ یقرب من الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بیّن لکم

یعنی کوئی ایسی چیز باقی نہیں جو جنت کے قریب کرے اور دوزخ سے دور لے جائے مگر وہ بیان کر دی گئی ہے۔

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ جب ہر ایسی چیز بیان کر دی گئی ہے تو پھر آپ نے یہ کیسے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سود کو بیان نہیں کیا۔ کیا سود سے بچنا مقرب جنت مباعد دوزخ نہیں۔ یقیناً ہے تو پھر یہ کیسے لکھا گیا ہے۔ جب ہر مقرب جنت اور مباعد دوزخ کو بیان کر دیا گیا ہے تو پھر سود بھی بیان ہو گیا ہے پھر اس روایت کو نقل کرنا کیا اپنے ہی خلاف نہیں ہے۔

پھر سرفراز صاحب ذرا یہ تو بتائیے نا کہ جب ہر مقرب جنت اور ہر مباعد دوزخ کو بیان کیا گیا ہے تو پھر مسلک دیوبند سے متعلق رہنا آپ کے نزدیک مقرب جنت و مباعد دوزخ ہے یا نہیں اگر ہے تو پھر اس کی تصریح اور اس کا ذکر صریح ذکر ضروری نہیں تو پھر ہماری طرف سے بھی اس کو جواب کے طور پر تسلیم کرنا ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ایک سوال کے جواب میں مفصلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔

سرفراز صاحب ص ۲۵ پر تیسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وثالثاً مشہور حنفی محدث علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ:

(صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں) کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑنے والا پرندہ ایسا نہیں جس کا علم ہمیں نہ دیا ہو۔ یعنی آپ نے شریعت کو کما حقہ پورا بیان فرمایا حتیٰ کہ کوئی مشکل باقی نہ رہی اور یہ ارشاد بطور مثال آپ نے بیان فرمایا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی چیز آپ نے نہ چھوڑی جو آپ نے نہ بیان کی ہو۔ حتیٰ کہ پرندوں کے احکام اور ان میں جو حلال اور حرام ہیں اور اسی قسم کی دیگر کیفیت اور یہ کہ جب محرم کسی جانور کو قتل کرے تو اس پر کیا کفارہ لازم آتا ہے وغیرہ وغیرہ

اس صریح عبارت سے معلوم ہوا کہ پرندوں کے متعلق صرف وہ احکام بیان فرمائے ہیں۔ جو حلال و حرام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جن کا شریعت میں بیان کرنا ضروری ہے ان کے دیگر حالات بیان نہیں کیے (ملخصاً)۔

جواب:

اس عبارت میں یہ حصر نہیں فرمائی گئی کہ صرف پرندوں کے حلال و حرام کے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیے تھے بلکہ کما حقہ پوری شریعت کو بیان کرنے کا ذکر ہے۔ بلکہ یہ بھی ذکر موجود ہے کہ کوئی چیز آپ نے نہیں چھوڑی۔ لم یترک شیئاً الا بینہ میں بھی نکرہ تحت النفی واقع ہے۔ یہ عبارت تو بالکل صریح اور صاف واضح ہے کہ پرندوں کی حلت و حرمت کے علاوہ بھی بے شمار اشیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی تھیں۔

یہ عبارت حصر مذکورہ کے سراسر خلاف ہے جس کا دعویٰ سرفراز صاحب نے کیا ہے۔ بلکہ یہ عبارت تو ایک اور وجہ سے بھی سرفراز صاحب کے خلاف ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ سرفراز صاحب نے تسلیم کیا ہے۔ عبارت کے

ترجمہ ہیں کہ آپ نے شریعت کو کما حقہ بیان فرمایا تھا اور شریعت کو کما حقہ بیان کرنا اس بات کو بھی مستلزم ہے کہ سود کی تفصیلات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ مگر سرفراز صاحب نے حضرت عمرؓ کی روایت پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے سود کی تفسیر نہیں فرمائی کہ سرفراز صاحب آپ کی کون سی بات کو سچا مانا جائے اور کون سی بات کو جھوٹا۔ آپ خود ہی بتا دیجئے تاکہ آپ کی مرضی کے مطابق تعین کر لیا جائے۔

مجمع البحار کی عبارت میں ہے:

استوفی الشریعۃ حتی لم یبق مشکل

اور،

وقیل اراد انہ لم یترک شیئا الا لبینہ حتی احکام الطیر و ما یحل و ما یحرم

یعنی آپ نے شریعت کو کما حقہ پورا بیان کر دیا ہے کہ کوئی مشکل باقی نہیں رہی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی چیز آپ نے نہ چھوڑی جو آپ نے بیان نہ کی ہو حتی کہ پرندوں کے احکام اور ان میں سے جو حلال و حرام ہیں الخ۔

اس عبارت میں حتی احکام الطیر کی غایت اس بات کی دلیل ہے صرف پرندوں ہی کے متعلقہ احکام نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بے شمار اشیاء کو بیان فرمایا تھا۔ اگر مراد صرف پرندوں کے احکام حلت و حرمت ہی تھے تو یہ عبارت یوں نہ ہوتی اور اس میں صرف غایت حتی کو نہ لایا جاتا۔

یہ عبارت جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کو ایسا پورا اور کما حقہ بیان کیا ہے کہ کوئی مشکل باقی نہ رہی تو پھر حضرت عمر فاروقؓ کی جو روایت سرفراز صاحب نے نقل کی ہے کہ آپ نے   کی تفسیر نہ فرمائی کا کیا معنی باقی رہتا ہے۔

سرفراز صاحب کی نقل کردہ روایت اور اس عبارت میں تضاد ہے

اگر روایت کو مانا جائے تو پھر مجمع البحار کی عبارت منقولہ بالا کو چھوڑنا پڑے گا اور اگر اس عبارت کو مانا جائے تو پھر روایت کو ترک کرنا پڑے گا۔

ساتویں حدیث:

اس عنوان میں صہ ۵۲۵ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

مولوی محمد عمر صاحب بحوالہ بخاری جلد ۲ صہ ۱۰۸۲ اور مفتی احمد یار خاں صاحب بحوالہ بخاری و خازن ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی یوں ہے کہ:

حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پہ ہیں کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے۔ مگر ہم تم کو اس کی خبریں دیں گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی میرا ٹھکانا کہاں ہے۔ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا میرا باپ کون ہے۔ فرمایا حذافہ پھر بار بار فرماتے رہے پوچھو۔ پوچھو۔

اس استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب صہ ۵۲۶ پر لکھتے ہیں کہ:

جواب:

اس روایت سے بھی فریق مخالف کا استدلال علم غیب کلی باطل ہے اولا اس لیے کہ آپ کا یہ فرمانا۔ سلونی کہ مجھ سے سوال کرو اظہار ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ لوگوں نے دراز کار اور لایعنی سوالات کرنے شروع

کر دیئے تھے اس لیے آپ نے بطور غصہ اور ناراضگی کے یہ فرمایا۔ جیسا کہ
حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:

قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء کرھھا
فلما اکثروا علیہ المسألة غضب وقال سلونی الحدیث

جواب الجواب:

بربنائے ناراضگی ایسا فرماتے ہیں اور علم غیب میں ہرگز کوئی منافات
نہیں ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے سمجھا ہے یہ سرفراز صاحب کی غلط
فہمی ہے کہ اظہار ناراضگی اور علم غیب میں منافات سمجھ رکھی ہے کیا غیب
جانتے ہوئے اظہار ناراضگی نہیں ہو سکتا کیا خداوند قدوس نے قرآن میں
بعض اقوام پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا یقیناً فرمایا ہے تو کیا یہ اظہار ناراضگی
عدم علم غیب کی دلیل ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔
علاوہ ازیں یہ کہ بطور غصہ کیا خلاف واقعہ بات کا اظہار جائز ہے۔ کیا
غصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دوزخی ہونے کی خبر نہیں دی
تھی اور کیا عبد اللہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ تیرا باپ حذافہ ہے لہٰذا کسی کا دوزخی
اور شقی ہونا غیوب میں سے نہیں اور یہ کہ فلاں فلاں کا باپ ہے بھی امر غیب
سے ہے۔

اور یہ سرفراز صاحب خود بھی ص ۵۲۶ پر ان امور کے غیوب خمسہ میں
سے ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے
اور یہ بحث پہلے مفصل گزر چکی ہے کہ اہل حق کا جھگڑا اہل بدعت سے علوم
خمسہ کے جزئیات میں نہیں ہے وہ تو باذن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور حضرات اولیاء عظام کو کشف اور
الہام کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں۔ جھگڑا صرف کلیات میں ہے۔
سرفراز صاحب نے اس عبارت میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ وحی اور

الہام و کشف سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو غیوب خمسہ کی جزئیات کا علم
ہوتا ہے۔
سرفراز صاحب جب جزئیات خمسہ کا علم آپ کے نزدیک انبیاءؑ
اولیاء کے لیے مسلم ہے تو پھر آپ نے ص ۵۲۷، ۵۲۸ پر یہ کیوں لکھ
دیا ہے کہ آپ کا سلونی فرمانا اس امر پر مبنی نہ تھا کہ آپ کو علم غیب تھا
اگر آپ کو علم غیب نہ تھا تو پھر ان جزئیات کا علم کیونکر حاصل تھا۔ مگر
اس کے حصول کو تو آپ اولیاء کے لیے بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ یاد رکھیے
علم غیب کی نفی میں جزئیات کی نفی بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ علم غیب جیسے کلی پر
بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی جزی پر بولا جاتا ہے۔
فلہٰذا آپ کا یہ کہنا باطل و مردود ہے کہ آپ کا سلونی فرمانا علم غیب
پر مبنی نہ تھا۔
باقی ص ۵۲۷ شرح مسلم کی عبارت حضرت عمرؓ کا بیان بخاری مسلم
سے جو نقل کیا ہے کہ آپ نے
کہا تب آپ کا غصہ ختم ہوا تو یہ عبارات و روایات بھی ہمارے خلاف
نہیں۔ کیونکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ناراضگی کا اظہار علم غیب کے منافی نہیں
ہے۔ علم غیب ہوتے ہوئے بھی اظہار غضب ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اہل علم
سے مخفی نہیں ہے۔ اس لیے ان عبارات کو نقل کرنے سے سرفراز صاحب
کو آخر کیا حاصل ہوا۔

دوسرا اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں:
وثانیاً اگر اس ارشاد کو غصے پر محمول نہ بھی کریں تب بھی صحیح روایات
میں اس امر کا واضح اور روشن دلیل موجود ہے کہ آپ نے
امور عظام اور بڑے بڑے اہم مسائل کے بارے میں سوال کرنے
کی اجازت دی تھی نہ یہ کہ ہر کہ و مہ امر کی اجازت آپ نے

لوگوں کو دی تھی۔

چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ:

قام علی المنبر فذکر الساعة وذکر بین یدیها امورا عظاما ثم قال من احب ان یسأل عن شیئ فلیسأل عنه فواللہ لا تسألونی عن شیئ الا اخبرتکم به مادمت فی مقامی هذا الحدیث (بخاری جلد دوم ص ۱۰۸۳ و مسلم جلد ۲ ص ۲۶۳)

اور حضرت عمرؓ فاروق فرماتے ہیں:

وخص رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ابواب الغیب وقال سلونی الخ مع لا تسألوا عن اشیاء الایة۔

کہ منصب نبوت سے متعلقہ امور ہی پوچھے جائیں اور نزول قرآن سے نزول وحی کا زمانہ مراد ہے آیت میں حین ینزل القرآن ہے جیسا کہ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے۔

جواب:

قارئین کرام ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اظہار ناراضگی اور علم غیب میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اگر سرفراز صاحب کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر لازم یہ آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی اور غصہ کی حالت میں خلاف واقعہ بات کہی ہے۔ یعنی جانتے تو نہ تھے۔ مگر فرمایا کہ جو چاہو پوچھو میں تم کو بتاؤں گا۔ کیا کوئی مسلمان آپ کے بارے میں یہ تصور کر سکتا ہے کہ آپ کے خلاف واقعہ بات کریں اور کذب بیانی سے کام چلائیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اب یہاں سرفراز صاحب فرماتے ہیں آپ نے صرف امور عظام اور بڑے بڑے اہم مسائل کی اجازت دی تھی۔ سرفراز صاحب کو مغالطہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود امور عظام بیان کر دیئے تھے اجمالاً اور اس کے

بعد مزید تفصیلات کے سوال کی اجازت دی تھی۔

علاوہ ازیں یہ کہ حضرت انس بن مالک کی جو روایت سرفراز صاحب نے بخاری سے نقل کی ہے وہ خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے۔ کیونکہ سرفراز صاحب ص ۵۲۶ پر بخاری ومسلم سے حدیث ابو موسیٰ اشعری نقل کر کے یہ ثابت کر چکے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلونی پر بربنائے غصہ وغضب فرمایا تھا۔ مگر حدیث انسؓ بن مالک میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم از خود بغیر غصہ وناراضگی کے یوں ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی چیز کے بارے سوال کرنا چاہتا اور پسند کرتا ہے وہ سوال کرے۔

اس ارشاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بغیر غصہ کے سوال کی اجازت فرمائی ہے۔ سرفراز صاحب کے بیان کردہ موقف کے یہ خلاف ہے۔ یہ حدیث ہمارے نزدیک تطبیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء سے اجازت مرحمت فرمائی سلونی فرما کر تو پھر ناقابل دریافت سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ایسے سوالات بکثرت ہونے لگے تو آپ نے غصہ کی حالت میں یہ فرمایا تو غصہ اس وجہ سے تھا کہ سوالات بکثرت کیے جانے لگے اور وہ بھی غیر ضروری

ہماری بات پر روشن دلیل ہے۔ اکثار سوال کا ذکر ہے یعنی علت غضب اکثار سوال ہے۔ عدم علم علت غضب نہیں۔

جیسا کہ سرفراز صاحب نے سمجھا ہے اور اگر حضرت انسؓ والی حدیث کے واقعہ کو الگ واقعہ قرار دیا جائے تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بہر حال ایک ہی واقعہ ہونے کی صورت میں بھی ہمارے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ اس محفل میں آپ سے جیسا بھی سوال کیا گیا آپ نے جواب ضرور دیا کسی

سوال کے جواب سے انکار یا سکوت نہیں فرمایا اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے تو غیر ضروری سوالات کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ غیر ضروری سوالات بھی کیے گئے ورنہ غضبناک ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی خصوصاً جبکہ خود اجازت بھی فرمائی ہو اور بعض روایات میں کلمہ ما موضوعہ العموم بھی وارد ہوا ہے کہ فرمانا سلونی ما شئتم جو تم چاہو سو پوچھو عموم کے لیے ہے۔ بلا دلیل اور بلا قرینہ اس کی تخصیص جائز نہیں ہے۔ خود سرفراز صاحب نے تسکین الصدور میں ولوانی جہرا ذخلوا الاذن کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

باقی حضرت عمرؓ کی روایت کے ترجمہ میں سرفراز صاحب نے بد دیانتی کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ ص ۵۲۸ پر ابواب الغیب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

غیب کے بعض ابواب حالانکہ روایت میں ہرگز کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا ترجمہ بعض کیا جائے۔ سرفراز صاحب نے لفظ بعض کا ترجمہ میں اضافہ کر کے بد دیانتی کا حیرتناک مظاہرہ کیا ہے اور کمال یہ ہے کہ مثبت علم غیب روایت کو نافی علم غیب بنا دیا ہے۔

وخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب الغیب وقال سلونی الخ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کے دروازوں کی تخصیص فرمائی اور فرمایا ان امور غیب میں سے جو پوچھنا چاہو پوچھو۔

خود سرفراز صاحب کا ترجمہ بھی پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں:

کہ تم مجھ سے جو کچھ بھی (ان مخصوص امور غیب میں سے) سوال کرو گے تو میں تمہیں اس کی اطلاع دے دوں گا۔

ان الفاظ ترجمہ کو غور سے پڑھیں۔ کیا یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت

فاروقؓ کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ فرمایا کہ غیب کی جو بات تم مجھ سے پوچھو گے تو میں تم کو وہ بتاؤں گا کیا ایسی روایت علم غیب کو ثابت کرتی ہے یا اس کی نفی کرتی ہے۔ سرفراز صاحب ایسے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ مثبت اور نافی کا فرق بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ پہلے اعتراض سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ علم غیب کے اظہار کے لیے آپ نے سلونی نہیں فرمایا۔ بلکہ اظہار ناراضگی کی بناء پر فرمایا ہے۔ مگر یہی روایت فاروقی خود پیش کر کے تسلیم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواب غیب کی تخصیص فرما کر یہ فرمایا ہے تم مجھ سے ان مخصوص امور غیب میں سے جو کچھ بھی پوچھو گے میں تم کو اس غیب کی خبر دوں گا۔

کیوں سرفراز صاحب جو غیب نہیں جانتا وہ غیب کی خبر دے سکتا ہے۔ کیوں جناب یہ فاروقی روایت ہمارے حق میں اور آپ کے خلاف ہے یا نہیں۔ یقیناً آپ کے خلاف ہے اور ہمارے حق میں ہے۔ اس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے سلونی امور غیب ہی کے متعلق فرمایا تھا اس لیے آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہو گیا کہ آپ نے صرف منصب نبوت سے متعلقہ امور پوچھنے کی اجازت دی تھی نہ کسی اور چیز کی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سوال کا اس موقعہ پہ جواب دیا ہے جو علم کی دلیل ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب نے خود شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۳ کی عبارت میں یہ بھی نقل کر دیا ہے ص ۵۲۷ پر کہ:

وکان اختیارہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک تلک المسائل لکن و افقہم فی جوابہا لانہ لا یمکنہ رد السوال لما راہ من حرصہم علیہا الخ

یعنی حضور کو تو یہی پسند تھا کہ ایسے سوالات نہ کیے جائیں مگر سائلین

کی حرص اور اصرار کو دیکھ کر آپ نے اُن کے ہر قسم کے سوالات کے جوابات دیئے یہ عبارت واضح دلیل ہے کہ غیر ضروری سوالات کے جوابات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے اور جوابات دینا علم کی دلیل ہے عدم علم کی نہیں۔ وہوالمدعا۔

ص ۵۲۹ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلونی ضروری مسائل دریافت کرنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا ہے مگر صرف وہ امور جن کی لوگوں کو حاجت تھی اور وہ منصب نبوت کے مناسب بھی تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر سلونی کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ لکھتے ہیں:

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سلونی۔ ھذا لیس بمخالف للنھی عن سوالہ فان ھذا الماموربہ ھو فیما یحتاج الیہ وھو موافق لقولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر انتہیٰ نووی

(شرح مسلم جلد ص ۲۹)

اور امام ابن حجرؒ اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

واللہ من ذکر فی کثرۃ السوال الحیث عن امور مغیبہ وردالشرع بالایمان بہا مع ترکت کیفیتہا الخ

فان قلت من این عرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ابنہ قلت اما بالوحی وھو الظاھر او علم الفراسۃ او بالقیاس او بالاستلحاق۔ (عمدۃ القاری جلد ۹ ص ۵۰۹)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کل حاصل ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا بے بنیاد دعویٰ ہے تو جب حضرت عبداللہ بن حذافہ نے سوال کیا تھا۔ من ابی۔ کہ میرا باپ کون ہے اور آپ نے

فرمایا ہے حذافہ تو شیخ الاسلام عینیؒ کو صاف یہ فرما دینا چاہیئے تھا کہ چونکہ آپ کو یہ کلی غیب تھا۔ اس لیے یہ فرما دیا۔ انہوں نے یہ کیوں فرمایا کہ اس وقت آپ پر وحی آئی تھی یا قیاس وغیرہ سے جواب دیا تھا۔ جس کو علم غیب کلی ہو اس کو فراست اور قیاس وغیرہ کی کیا ضرورت ہے الخ۔

جواب:

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے ایک یہ سوال کیا ہے کہ کبھی کبھی سلونی ضروری مسائل کے لیے بھی فرمایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہی ہے کہ اگر آپ کو علم غیب کلی ہوتا تو امام عینیؒ یہ نہ فرماتے کہ آپ کو وحی سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حذافہ کے بیٹے تھے۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات یا کبھی کبھی ضروری مسائل کے متعلق سلونی فرمایا ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جب بعض اوقات ایسا ہوتا ہے تو عموماً یا کم از کم کبھی کبھی سلونی غیر ضروری مسائل کی دریافت کے لیے بھی بولا گیا ہے۔ اس کو تو سرفراز صاحب نے گویا خود ہی بعض اوقات کہہ کر تسلیم کر لیا ہے۔ اب جب یہ حقیقت ہے کہ کبھی ضروری مسائل کے لیے اور کبھی ضروری و غیر ضروری دونوں قسم کے مسائل و حالات کے لیے استعمال ہوا ہے تو پھر حدیث مذکورہ میں جب تک کوئی قرینہ ضروری مسائل پر محمول کرنے کا نہ ہو۔ کیونکر ضروری مسائل پہ محمول کر سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ یہاں صحابہ کرام نے تعمیم ہی مراد لی ہے۔ اگر تعمیم نہ مراد لی ہوتی تو من ابی یا میرا ٹھکانا کہاں ہے کہہ کر ہرگز صحابہ سوال نہ کرتے۔ صحابہ کرام کا یوں سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے تعمیم ہی مراد لی تھی اور حضرت عمر فاروقؓ کی جو روایت سرفراز صاحب نے خود ص ۵۲۸ پر ابو داؤد طیالسی سے نقل کی ہے کہ:

خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب الغیب وقال سلونی الخ

یہ روایت بھی ہماری بات کی تائید کرتی ہے کہ مراد ضروری مسائل کا دریافت
کرنا ہی نہ تھا بلکہ مراد عام تھی کہ جو چاہو سو پوچھو خواہ امور غیب ہی کیوں نہ
ہوں۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ امام عینیؒ کے قول اما بالوحی سے استدلال
بھی سرفراز صاحب کی جہالت ہے اول تو اس لیے کہ بذریعہ وحی معلوم ہوتے
ہیں اور علم غیب ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک علم
غیب کل بالتدریج بذریعہ وحی ہی حاصل ہوا ہے۔ کیا جب بذریعہ وحی آپ
کو معلوم ہوا تو آپ کو ماسوا صحابہ کرام کو بھی آپ کے بتائے بغیر معلوم ہو گیا
تھا ہرگز نہیں آپ کے ماسوا کی نسبت سے وہ غیب ہی تھا اس لیے اس
کا علم علم غیب ہی ہوگا۔ اور سرفراز صاحب خود بھی اس کے غیب جزئی ہونے
کے ضمن میں اس کے علم غیب ہونے کو تسلیم کر چکے ہیں ص ۵۲۶ پر۔

ثانیاً یہ کہ کیا اس موقعہ پر نزول قرآن کی تکمیل ہو چکی تھی۔ کیا یہ واقعہ
نزول کی تکمیل کے بعد کا ہے اگر بعد کا ہے تو اس کا ثبوت درکار ہے اگر
پہلے کا ہے تو ہمارے دعویٰ وعقیدہ کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ بارہا
مذکور ہو چکا ہے۔

سرفراز ص ۵۰۳ پر لکھتے ہیں کہ:

مفتی احمد یار خاں صاحب تفسیر خازن پ زیر آیت ماکان اللہ
لیذر الآیۃ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب
کی زبانی یوں ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم پر ہماری اُمت
پیش فرمائی گئی ہے۔ اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح
کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی۔ ہم کو بتا دیا گیا
کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا یہ خبر منافقین

کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ وہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ
ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی ہم
تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام
کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کی پھر
فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعنے کرتے ہیں۔
اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے
پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم
ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعنے کرنا منافقوں
کا طریقہ ہے دوسری یہ قیامت تک کے واقعات سارے
حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔

اب اس پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب جواب کے
عنوان میں لکھتے ہیں کہ:

جواب:

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی بے سروپا روایتوں سے
یہ مورچہ ہرگز ختم نہیں ہو سکتا ہے۔ اس روایت کی سند مبارک
یوں ہے:

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث

(دیکھیے معالم ومظہری وغیرہ)

اور لا تعلمھم نحن نعلمھم کی تشریح میں ہم سدی کا ذکر کر چکے
ہیں کہ حضرات محدثین کرام کے نزدیک اس کی روایت میں کیا
پائیہ ہے۔ پھر سدی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
درمیان کتنے راوی اور وہ کیسے ہیں تقریباً ضعیف۔

قاضی ثناء اللہ صاحب اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے

ہیں کہ:

قال الشیخ جلال الدین السیوطی لم اقف علی ھذہ الروایۃ۔ (تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۱۸۵)

جواب الجواب:

سرفراز صاحب کیا من نمے دانم آنچہ پس دیوار است کی سند آپ یا آپ کے اکابر پیش کر کے مورچہ ختم کر چکے ہیں کیا اس بے سند روایت کو آپ کے اکابر براہین غیر قاطعہ میں پیش کر کے مورچہ ختم کرنے کی ناکام کوشش نہیں کر چکے۔ کیا شیخ محقق نے اس کے بارے میں ہیچ اصلے ندارد فرما کر اور امام ابن حجر عسقلانی نے لا اصل لہ فرما کر اس کو بے اصل بے بنیاد موضوع و منگھڑت قرار نہیں دے دیا کمال درجہ کا بغض رسول یہاں مشاہدہ میں آیا ہے کہ نفی کمال کی بے سند روایت بھی دیوبندیوں کے اکابر کی آنکھوں کا سرمہ بن جاتی ہے۔ مگر اثبات کمال و فضیلت میں صحیح اور معتبر و مقبول عند العلماء روایات کو بھی یہ لوگ رد کر دیتے ہیں۔

نہ معلوم ایسا کرتے وقت ان کو خوف خدا کیوں دامن گیر نہیں ہوتا اور یہ لوگ کیوں وحیا سے یکسر عاری ہو جاتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے اپنا اپنا مقدر ہے ان کے مقدر ہی میں تحقیر و توہین رسول لکھی جا چکی ہے۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند مبارک یوں ہے۔

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے سند کے وجود کو تسلیم کر لیا ہے مگر اس سے ایک ہی سطر پہلے اس روایت کو بے سروپا بھی قرار دیا ہے۔

قارئین کرام غور فرمایئے کہ جس کی سند کو تسلیم کر لیا جائے پھر اسی کو بے سروپا قرار دے دیا جائے پھر اسی کی سند کے وجود کو تسلیم کر لینا

کیا کسی ذی ہوش اور عقلمند سے متوقع یا متصور ہو سکتا ہے۔ سند کا ضعف موصوف کے بغیر کیونکر متصور ہو سکتی ہے۔ ضعف عرض ہے موصوف کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ موصوف ہی نہ ہو تو صفت کیسے ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب نے سند کا ضعف ثابت کر کے اصل سند اور وجود سند کو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر وجود سند اور اصل سند کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کو بے سروپا قرار دینا سرفراز صاحب کی جہالت کی روشن ترین دلیل ہے۔

رہا یہ کہ اس کی سند میں سدی ہے اور سدی محدثین کے نزدیک معتبر نہیں تو اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے کہ سرفراز صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس روایت کی صرف یہی ایک سند ہے اور دوسری کوئی سند ہے ہی نہیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ یہ سدی کون سا ہے الکبیر ہے یا الصغیر کیونکہ اگر سدی الکبیر ہے جس کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ ہے تو پھر اس کے متعلق میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۳۶ میں ہے:

قال یحیی القطان: لا بأس لہ۔ وقال احمد ثقۃ۔ وقال ابن عدی وھو عندی صدوق وقال ابن المدینی سمعت یحیی بن سعید یقول: ما رأیت احدا یذکر السدی الا بخیر وما ترکہ احد۔

یعنی امام ابن یحیٰی بن قطان فرماتے ہیں اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں یعنی قوی ہے اور امام احمد فرماتے ہیں ثقہ ہے۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں وہ میرے نزدیک صدوق ہے اور امام ابن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن سعید سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے جس کو بھی سنا وہ سدی کا بھلائی کے ساتھ ہی ذکر کرتا تھا اور کسی نے بھی اس کو ترک نہیں فرمایا اور تقریب ص ۳۶

ہیں ہے صدوق بہ صدوق ہے۔

اور سُدی الکبیر کو سرفراز نے ص ۳۱۴ پر خود بھی فن تفسیر قرآن کا امام تسلیم کیا ہے۔

بنابریں سرفراز صاحب کا اس روایت کو بے سروپا قرار دینا اُن کی جہالت کی واضح دلیل ہے۔

مزید براں یہ کہ اس روایت کو معالم اور مظہری اور خازن اور روح المعانی وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے اگر یہ روایت ان کے نزدیک بالکل ہر طرح ساقط الاعتبار ہوتی تو یہ حضرات مفسرین کرام ہرگز اس کو سرے سے نقل ہی نہ کرتے یا اگر کرتے تو ہر طرح ساقط الاعتبار قرار دیتے۔ مگر اس کو بالکل ساقط الاعتبار کسی نے بھی قرار نہیں دیا۔

رہا یہ کہ قاضی ثناء اللہ صاحب نے امام جلال الدین السیوطی سے نقل کیا ہے کہ:

لم اقف علی ھذہ الروایۃ

تو اولاً تو سرفراز صاحب نے یہاں نقل عبارت میں اپنے قدیمی ورثہ کے مطابق یہ بددیانتی کی ہے کہ قاضی صاحب کی یہ عبارت نقل نہیں کی: ان الرسول مجتبیٰ بالاطلاع علی الغیب فھو یعرف کفر کم لا یظہر

یعنی رسول کو مطلع الغیب فرما کر مجتبیٰ کیا گیا ہے اور وہ تمہارے کفر کو جانتا ہے۔ مگر ظاہر نہیں کرتا۔ یہ عبارت بتاتی ہے کہ قاضی صاحب کے نزدیک آپ کو کفار کے کفر کا علم تھا۔

ثانیاً اس کے متعلق گذارش ہے کہ امام سیوطی ہرگز آئمہ جرح و تعدیل سے نہیں ہیں۔ تاکہ اُن کی جرح قابل قبول ہو۔

ثالثاً اُن کی جرح مبہم ہے مفسر نہیں ہے۔

رابعاً انہوں نے اپنی عدم واقفیت کا ذکر کیا ہے یہ ہرگز نہیں فرمایا

کہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ یا میرے نزدیک ضعیف ہے اور کسی ایک امام کا اپنی عدم واقفیت کو بیان کرنا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اور کوئی بھی اس سے واقف و باخبر نہ ہو۔

بنابریں سرفراز صاحب کا امام سیوطی کے قول سے استدلال کرنا جہالت پر مبنی ہے۔

سرفراز صاحب ص ۱۳۵ پہ لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور ان کی جماعت کو دین کی سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت کے ساتھ دین کی سمجھ حاصل ہی کہاں ہو سکتی ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ براہین قاطعہ نامی کتاب میں سرفراز صاحب کے اکابر نے جس وسعت علمی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نفی کی تھی بعینہٖ اُسی وسعت علمی کو شیطان ابلیس کے لیے ثابت کیا ہے اور وہ بھی نصوص قرآنیہ سے بلکہ جس وسعت علمی کو حضور کے لیے ماننا شرک قرار دیا تھا۔ اُسی کو شیطان ابلیس کے لیے ماننا عین ایمان اور عین توحید قرار دیا ہے اور نصوص قرآنیہ کے عین مطابق مانا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام کے لیے علمی کمال کو ماننا تو شرک ہے۔ مگر ابلیس کے لیے ماننا عین توحید ہے۔

کیوں سرفراز صاحب کیا نبی کو شریک خدا قرار دینا آپ کے دھرم میں کفر ہے اور ابلیس لعین کو شریک خدا بنانا آپ کے دھرم میں شرک کی بجائے توحید و ایمان ہے۔ سرفراز صاحب ابلیس کو شریک خدا تم اور تمہارے اکابر مانیں اور مشرک ہونے کا طعنہ اہلسنت و اہل حق کو دیں۔ سرفراز صاحب امکان کذب باری تم مانوں رسول کے علم کو بچوں پاگلوں

بہائم کے علم سے تشبیہ تم دو ابلیس کے علم سے رسول کا علم کم تم بتاؤ۔ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کو خیال عوام تم بتاؤ۔ اس طرح گستاخی خدا و رسول کے مرتکب تم ہو اور مشرک و بدعتی اہل حق کو کہو۔ شرم تو نہیں آتی۔ چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانے کا مقام ہے۔ مگر بے حیاداروں کے لیے آپ جیسے لوگوں کو اس کی کیا پرواہ ہے کیا ایسی گستاخیوں کے ساتھ دین کی سمجھ جمع ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

سرفراز صاحب ص ۵۳۱ پر ہی فرماتے ہیں کہ،

مفتی صاحب کو ارشاد الباری کا حوالہ جس میں نبی کے لیے علم غیب کا ضروری ہونا منافقوں کا نظریہ قرار دیا گیا ہے اور پھر حضرات فقہاء احناف کی تکفیری عبارات بغور ملاحظہ کرنی چاہئیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت صاف ہو کر سنر لہ پر آجائے گی۔

جواب:

قارئین کرام ارشاد الباری کی عبارت کے جواب میں ہم سرفراز صاحب کی جہالت کو آشکارا کر چکے ہیں وہاں آپ نے پڑھ لیا ہوگا کہ نبی کے لیے علم غیب ماننا نبی ماننے کا فرع ہے۔ جب منافق اصل ہی کو نہیں مانتے تو فرع کو کب مان سکتے ہیں۔ یہ سرفراز صاحب کی حماقت ہے کہ ابن ہشام اور ارشاد الباری وغیرہ کی عبارات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

ان عبارات کا صحیح نتیجہ ہم بتا چکے ہیں کہ منافق نبی کے لیے علم پہ طعنہ زنی کرتے تھے۔ منافقوں نے کبھی بھی نبی کے لیے علم غیب تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اس کا انکار کرتے تھے۔ اگر سرفراز صاحب سچے ہیں تو پھر ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ وہ ان عبارات کے نتیجہ پہ ہی بحث کر لیں۔ یا پھر بذریعہ عدالت نوٹس دے کر اس نتیجہ کو عدالت میں صحیح ثابت

کر کے پانچ ہزار روپے نقد انعام بذریعہ عدالت ہی حاصل کریں۔ اگر عدالت کے جج صاحب یہ فیصلہ کر دیں کہ ارشاد الباری اور ابن ہشام کی عبارات سے جو نتیجہ سرفراز صاحب نے اخذ کیا ہے وہ درست ہے تو وہ مذکورہ بالا انعام کے مستحق ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ہرگز نہ کر سکیں گے تو پھر ہم ان کو رئیس المحرفین اور رئیس الکاذبین سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔

باقی فقہاء کرام کی عبارات کے جوابات سابقہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ دیئے جا چکے ہیں ان کو سرفراز صاحب پڑھ لیں تاکہ ان کا اپنا مزاج درست ہو جائے۔

اگر ان سے مزاج ٹھیک نہ ہو سکا تو پھر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا انجکشن لگائیں گے کہ سرفراز صاحب کو پھر کسی اسہال کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

آٹھویں حدیث:

اس عنوان میں سرفراز صاحب مفتی صاحب کا استدلال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مفتی احمد یار خاں صاحب مشکوٰۃ باب المعجزات سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ۔ شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک صاحب (حضور علیہ السلام) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ) میں ہیں۔ اور تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔ (جاء الحق بلفظہ ص ۶۹)

جواب:

اس روایت کا صحیح مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ نے ماسبق اور آئندہ کی بے شمار خبریں بتا دی ہیں مگر اس سے مفتی صاحب کا استدلال لفظ ما کے عموم استغراق پر مبنی ہے۔ کیونکہ روایت کے یہ الفاظ ہیں وینجر کم بما مضی وما ھو کائن بما بعد ثم اور ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ ما عموم میں نص قطعی نہیں ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ کر لیں آپ نے دیکھا کہ فریق مخالف کی گاڑی اکثر چار پہیوں پر چلتی ہے۔ لفظ کل۔ لفظ ما اور لفظ شیئ وغیرہ کا عموم اور الٹی سمجھ اور اس گاڑی کے اوپر جو ڈھانچہ ہے وہ توحید و سنت اور حق اور اہل حق سے نفرت اور گریز ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم

جواب الجواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب کے خبط کا اندازہ تو لگائیے کہ ایک طرف یہ عقیدہ بنا رکھا ہے کہ کلی کی کسی کو کوئی خبر نہیں اور دوسری طرف یہاں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے ماسبق اور آئندہ کی بے شمار خبریں بتا دی ہیں۔ سرفراز سے دریافت کریں کہ جب کل کا کسی کو پتہ ہی نہیں نہ نبی کو نہ رسول کو تو پھر آئندہ کی بے شمار خبریں کیونکہ بتا دی ہیں۔ اگر بتا دی ہیں تو پھر آپ کو کھل کر تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ کو کل کے حالات واقعات کا علم بھی عطا ہوا ہے۔

باقی۔ ہاں یہ کہ مفتی صاحب کا استدلال ما کے عموم و استغراق پر مبنی ہے تو یہ بالکل درست ہے۔ مفتی صاحب ما کے عموم استغراق ہی کو مستدل بناتے ہیں اور یہ بالکل حق اور صواب ہے۔ کیونکہ ما کی وضع

ہی عموم کے لیے ہے۔ جیسا کہ پہلے متعدد حوالجات کتب اصول سے نقل کر کے اس کو مبرہن کر دیا گیا ہے یہاں اس طویل بحث کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ فرما لیں اور ہم یہ بھی مبرہن کر چکے ہیں کہ ما عموم میں نص قطعی ہے۔ البتہ جہاں معنیٰ حقیقی کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ پایا جائے گا۔ تو وہاں حقیقی معنیٰ ترک کر کے مجاز کو مراد لیا جائے گا ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ استغراق بھی دو طرح کا ہے ایک حقیقی دوسرا عرفی۔ حقیقی کا مفاد غیر متناہی اشیاء کا علم ہے اور عرفی کا مفاد متناہی ہے اور غیر متناہی سے متناہی سے متناہی کی عقلی تخصیص کی جاتی ہے۔ ما کے عموم کی اور استغراق کی بحث مفصل طور پر پہلے باب میں اور دیگر صفحات میں مدلل طور پر گزر چکی ہے۔

سرفراز صاحب عموماً گاڑیاں چار ہی پہیوں پر چلتی ہیں دو اور تین پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ نسبتاً پھر حقیقت یہ ہے کہ چار پہیوں والی گاڑیاں تین اور دو پہیوں والی گاڑیوں سے زیادہ بڑی اور مضبوط و مستحکم بھی ہوتی ہیں۔ چار پہیوں والی گاڑی کو اتنا خطرہ نہیں ہوتا جتنا تین یا دو والی کو ہوتا ہے۔

ہماری گاڑی کو بفضلہ تعالیٰ چار ہی پہیوں پر چلتی ہے اور وہ ہیں لفظ کل۔ لفظ ما اور لفظ شیئ چیز لغی ہیں۔ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی گاڑی کے پہیے ہیں۔ بغض انبیاء و رسل اور بغض اولیاء کرام یہ دونوں پہیے انتہائی کمزور ہیں اور انتہائی خطرناک بھی ہیں ان پر چلنے والی گاڑی یقینی بات ہے کہ دوزخ ہی کو لے جاتی ہے۔ یا تو بغض رسل اور توہین اولیاء آپ کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ یہ بھی دوزخ کو لے جاتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری گاڑی کے تین پہیے ہیں تو پھر تیسرا ہوگا حُبِّ ابلیس۔ کیونکہ حب ابلیس ہی کا نتیجہ ہے کہ علم ابلیس کی

وسعت کو نصوص قرآنیہ سے مقابلہ علم رسول ثابت کرنا آپ کے اکابر کا
کارنامہ ہے۔

سرفراز صاحب گاڑی پر ڈھانچہ نہیں ہوتا بلکہ سواریاں ہوتی ہیں۔ جن
گاڑیوں کے پہیے بعض انبیاء اور بعض اولیاء یا توہین انبیاء و توہین اولیاء
ہیں اُن کی سواریاں دیوبند سے ٹکٹ خرید کر لاتی ہیں اور دیوبندی علماء
اُن کی سواری فرماتے ہیں۔ مگر بحمدہ تعالیٰ ہماری گاڑی کی سواریاں مدینہ طیبہ
سے ٹکٹ خرید کر لاتی ہے اور اُن پر سواری کرتے ہیں۔ علماء حق اہلسنت
بریلوی فالحمد للہ علی ذلک۔

لقد صدق اللہ تعالیٰ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم
وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم۔ وقالوا
قلوبنا غلف بل طبع اللہ علی قلوبہم

تاویلِ حدیث:

اس عنوان میں سرفراز صاحب حضرت عبداللہ بن عمرو کی
روایت ذکر جس میں یہ ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو
ایسی کتابیں دی گئیں جن میں جنتیوں اور ان کے آباؤ اجداد کے
نام اور دوزخیوں اور اُن کے آباؤ اجداد کے نام (دو قبائل
کے نام تھے) سے مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کے استدلال
پر اعتراض کرتے ہوئے ص ۵۳۲، ۵۳۳ پر لکھتے ہیں کہ:

جواب:

اس سے بھی فریق مخالف کا استدلال باطل ہے۔
اولاً اس لیے کہ یہ دونوں کتابیں حقیقی اور حسی تھیں یا مثالی
شراح حدیث نے دونوں قول کیے ہیں۔ دیکھیے مرقات

حاشیہ مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۱ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کو حسن کہہ کر اس قول کو
زیادہ پسند کرتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حسی تھیں اور حضرات صحابہ کرام نے
بھی دیکھی تھیں۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۳ ص ۱۸۷۔
مگر ان دونوں کتابوں کے مثالی ہونے کا بھی انہوں نے تذکرہ
کیا ہے۔ الخ

جب ان دونوں کتابوں کے حسی اور مثالی ہونے میں ہی شراح
حدیث کا اختلاف ہے تو فریق مخالف کا دعویٰ ان کو علی التعین
حقیقی اور حسی سمجھ کر کیسے صحیح ہوگا۔

جواب الجواب:

شراح حدیث کا ان کے حسی یا مثالی ہونے میں اختلاف سے ان سے
حاصل شدہ علم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کتابیں خواہ حسی ہوں یا مثالی۔ بہر حال
اُن کتابوں کے مندرجات اور مشمولات کا علم آپ کی ذات اقدس
کے لیے ثابت ہے۔ سرفراز صاحب حسی اور مثالی کے اختلاف کو بتا
کر آپ کی گلو خلاصی نہیں ہو سکتی اگر حسی نہ ہوں بلکہ مثالی ہوں تو کیا ان میں
مذکورہ اشیاء کا علم نہ ہوگا۔ علم تو ضرور ہوگا۔ آپ کا یہ اعتراض آخر کیا
معنیٰ رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض انتہائی لچر اور ازحد بودہ ہے
اور سرفراز صاحب کس نے علی التعین حسی قرار دے کر استدلال کیا ہے
یہ آپ کا الزام ہے جس کو ثابت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

دوسرا اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب ص ۵۳۳ پر لکھتے ہیں:
وثانیاً اگر یہ دونوں کتابیں حسی بھی ہوں اور حضرات صحابہ کرام
نے ان کو دیکھا بھی ہو۔ تب بھی اس روایت میں صرف اس کا
ذکر ہے کہ جنتیوں کے اور اُن کے آباؤ اجداد اور اُن کے

قبائل کے نام اور اسی طرح دوزخیوں کے اور اُن کے آباء کے
اور قبیلوں کے نام درج تھے۔ اس میں اس کا ذکر کہاں ہے
کہ ہر ہر آدمی کی زندگی کے پورے اور تفصیلی حالات بھی
ان میں درج تھے۔ اور اس کا ذکر اس میں کہاں ہے کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کتابوں کے اندر درج شدہ
پورے ناموں کی مکمل تفصیل کا بھی علم تھا۔ اگر اس کو بھی مان
لیا جائے تو پھر فریق مخالف یہ بتائے کہ جانوروں اور کیڑے
مکوڑوں وغیرہ کا جو غیر مکلف مخلوق ہے اور جنت و دوزخ
میں نہیں جائیں گے۔ (الدا فاثبت فی البعض) تو ان کا ذکر
ان کتابوں میں کہاں ہے۔ علم غیب کلی صرف مکلف مخلوق کے
ناموں اور ان کے اجمالی و تفصیلی حالات ہی کا نام تو نہیں۔ بلکہ
علم غیب کلی تو زمین کے ہر ہر ذرہ اور درخت کے ہر ہر پتہ
اور دریا کے ہر ہر قطرہ وغیرہ کا نام ہے اور اس روایت سے
ان کے بارے میں علم غیب کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں ہوتا جیسا
کہ بالکل عیاں ہے۔

جواب:

قارئین کرام اس عبارت میں سرفراز صاحب نے ایک بات یہ
کہی ہے کہ ان کتابوں میں ہر ہر آدمی کی زندگی کے پورے اور تفصیلی حالات
کا ذکر نہیں تھا بلکہ صرف جنتیوں اور دوزخیوں کے ناموں اور ان کے آباء
اجداد قبائل کا ذکر تھا۔

دوسری بات یہ کہی ہے کہ ان کتابوں میں درج شدہ ناموں کے
مکمل تفصیلی حالات کا علم بھی نہ تھا۔

تیسری بات یہ کہی تھی کہ غیر مکلف مخلوق کیڑوں مکوڑوں کے حالات

وغیرہ کا ذکر کب ہے علم کلی تب ہو جب یہ تمام امور مذکور ہوں۔

قارئین کرام پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ:

فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء اٰبائھم وقبائلھم
ثم اجمل علی اٰخرھم۔

ان الفاظ حدیث میں کوئی کلمہ حصر مذکور نہیں ہے جس کا یہ مطلب ہو کہ
ان کتابوں میں صرف اور صرف ان کے اور ان کے آباء اور قبائل کے اسماء
ہی تھے اور کسی چیز کا ذکر نہ تھا۔ یعنی اگر کلمہ حصر ہوتا تو پھر ماسوا مذکور کی نفی
ہوتی۔ مگر چونکہ کلمہ حصر ہرگز موجود نہیں ہے۔ اس لیے ماسوا مذکور کی
نفی سمجھنا سرفراز صاحب کی جہالت ہے اگر کوئی یہ کہے کہ میری جیب میں
روپے ہیں تو کیا اتنا کہنا سے روپوں کے علاوہ دیگر قلم وغیرہ اور کاغذات
کی نفی ہوگی ہرگز نہیں۔ اسی طرح یہاں یہ کہا گیا ہے کہ ان کتابوں میں جنتیوں
اور دوزخیوں اور ان کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ اسماء کا ذکر غیر اسماء
کے عدم ذکر یا عدم علم کو کب اور کیونکر مستلزم ہے۔ اسی طرح مکلف مخلوق
کا ذکر غیر مکلف مخلوق کے علم کی نفی کو کب مستلزم ہے جس طرح تقیکم الحر میں
کپڑوں کے گرمی سے بچانے کا ذکر ہے اور سردی سے بچانے کا ذکر نہیں
مگر سردی سے بچانے کی نفی مفہوم نہیں ہوتی۔ اسی طرح حدیث میں جنتیوں اور
دوزخیوں کے اور ان کے آباء و اجداد و قبائل کے اسماء کا مذکور ہونا اس بات
کی ہرگز دلیل نہیں ہوسکتی کہ ماسوا مذکور منفی ہے۔

معلوم ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی جہالت کا پلندہ اور تار
عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ثم اجمل جو فرمایا گیا ہے
وہ دلیل ہے کہ پہلے تمام ناموں کی تفصیل بتائی گئی ہے اور بیان کی گئی ہے
پھر آخر میں اس کو ایک اجمال کی شکل میں بیان کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صـ ۷۰ ا میں فرماتے ہیں کہ:

(ثم اجمل علی اٰخرھم) من قولھم اجمل الحساب اذا تمم ورد التفصیل الی الاجمال واثبت فی اٰخر الواقعۃ مجموع ذلک وجملتہ۔ کما ھو عادۃ المحاسبین ان یکتبوا الاشیاء مفصلۃ ثم یوقعوا فی اٰخرھا فذلکۃ ترد التفصیل الی الاجمال۔

یعنی یہ اجمل اس محاورہ سے ماخوذ ہے کہ اجمل الحساب الخ۔ یعنی جب حساب کی تکمیل ہو جاتی ہے تو پھر تفصیل کو اجمال کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ اور ورقہ یا صفحہ کے آخر میں پوری رقم کا مجموعہ لکھا جاتا ہے۔ جیسے کہ حساب کرنے والوں کی عادت اور طریقہ ہے کہ پہلے تمام اشیاء کی تفصیل لکھتے ہیں۔ پھر آخر میں اس کو جمع کر کے تفصیل کو اجمال کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

یہ عبارت روشن دلیل ہے کہ اس حدیث میں مذکورین کے اسماء کی مکمل تفصیل بیان کی گئی ہے اور سرفراز صاحب نے اپنے رسالہ علم غیب وحاظر و ناظر و ملا علی قاری میں صـ ۴۵ میں تسلیم کیا ہے کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات اور صریح عبارات کو سند کا درجہ حاصل ہے۔ اس لیے انہی کی مفصل اور صریح عبارت پیش کر دی گئی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ سرفراز صاحب اس کو سند تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔

تیسری بات کا جواب بھی یہ ہے کہ غیر مکلف مخلوق کے حالات کی نفی سمجھنا بھی انہی وجوہات کی بنا پر مردود ہے جو پہلی بات کے جوابات میں بیان کی گئی ہیں۔

رہا یہ کہنا کہ کلی علم غیب تو ہر ہر ذرہ زمین اور ہر ہر پتہ اور ہر ہر

قطرہ دریا کا نام ہے تو اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ علم غیب کلی کی جو تعریف سرفراز صاحب نے کی ہے اُس میں زمین کی قید لگائی ہے آسمان کا ذکر نہیں ہے (اور بزعم سرفراز صاحب ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی ہے) ایسی صورت میں صرف زمین کا ہر ہر ذرہ کا علم علم کلی ہوگا اور ادھر علم کلی کو سرفراز صاحب ذات باری تعالیٰ کا خاصہ بھی قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین کے ہر ہر ذرہ کا علم ذات باری کا خاصہ ہوگا۔ حالانکہ زمین کے ہر ہر ذرہ کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی۔ اول بھی ہے اور آخر بھی اور جس کی ابتداء وانتہاء اول و آخر ہو وہ محصور بین الحاصرین ہوتا ہے اور جو محصور بین الحاصرین ہوتا ہے اور جو محصور بین الحاصرین ہو وہ متناہی و محدود ہوتا ہے۔

نتیجہ بالکل ظاہر و عیاں ہے کہ علم مذکور متناہی و محدود ہے۔ مزید یہ کہ جب زمین کی قید کی وجہ سے آسمانی اشیاء تعریف مذکور سے خارج ہو گئیں تو پھر اس کو کلی کہنا کیونکر درست ہوگا۔ ایسی صورت میں تعریف جامع نہ رہے گی۔

ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کی علم کلی کی تعریف نامکمل و ناقص ہے اور غیر صحیح ہے اس لیے سرفراز صاحب کو چاہیئے تھا کہ تعریف ایسی کرتے جو نہ صرف مانع بلکہ جامع بھی ہوتی

اسی صفحہ پہ ہی تیسرا اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مثلاً اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے علی التعیین نام معلوم تھے تو آپ نے ابوطالب اور عبد اللہ ابن ابی وغیرہ کے لیے جو خدا تعالیٰ کے علم میں دوزخی تھے۔ کیوں مغفرت کی دعا کی اور اس پہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے تنبیہ اور نہی کیوں نازل ہوئی کیا آپ نے جان بوجھ کر دوزخیوں کے لیے دعاء مغفرت کی۔ الحاصل اس روایت سے علم غیب کلی ثابت کرنا ناجائز ہے۔ بشرطیکہ کسی کو سمجھ اور انصاف سے کچھ حصہ ملا ہو۔

جواب:

تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے علی التعیین نام آپ کو معلوم نہ تھے۔ بقول سرفراز صاحب تو پھر سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ یہ دو کتابیں آخر کس مقصد کے لیے عطا ہوئی تھیں۔ جب بقول سرفراز صاحب ان کتابوں میں ان کے اسماء کے سوا اور کسی چیز کا ان میں علم مندرج ہی نہ تھا اور بقول سرفراز صاحب ان کے اسماء کا بھی علم نہ تھا تو پھر یہ کتابیں آپ کو کس لیے دی گئی تھیں۔ پھر حدیث میں ثم اجمل علی اٰخرھم کے الفاظ اور ان کی شرح میں ملا علی قاری کی شرح مرقات کی عبارت جو پہلے نقل کر دی گئی ہے اس سے تو صاف واضح ہو چکا ہے کہ تمام نام تفصیل کے ساتھ ان کتابوں میں بیان کر دئیے گئے تھے۔ ایسی صورت میں علی التعیین ناموں کے علم کا نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ سرفراز صاحب آنکھوں سے عناد اور تعصب کی پٹی کو اتار کر اور دل پر لگے ہوئے ضلالت کے قفل کو کھول کر ثم اجمل علی اٰخرھم اور اس کی شرح میں ملا علی قاری کی عبارت کو بغور پڑھیں تاکہ آپ کو حق نظر آ سکے اور پھر حق کے نظارہ سے متلذذ ہو سکیں۔

رہا یہ کہنا کہ اگر ان کے نام معلوم تھے تو پھر آپ نے ابوطالب و عبداللہ بن ابی وغیرہ کے لیے دعاء مغفرت کیوں کی تھی اور خدا تعالیٰ نے تنبیہ و نہی کیوں فرمائی تھی تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ دعاء مغفرت کرنا عدم علم کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ علم کے

بعد آپ پر ذات باری کی طرف سے بہ بنائے حکمت ربانی نسیان یا ذہول طاری کر دیا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکمت ہی کی بناء پر خداوند قدوس نے آپ کی توجہ ادھر مبذول نہ ہونے دی اور ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے اس سے نسیان یا ذہول کے طاری کرنے کی کہ علام الغیوب کی ذات کو معلوم تھا کہ آیات قرآنیہ مخصوصہ متعلقہ عدم مغفرت کفار کا سبب نزول ان کی دعاء مغفرت ہی پر مرتب ہو گا۔ یعنی خدا جانتا تھا کہ یہ مقدمہ ہو چکا ہے کہ آپ دعاء مغفرت کریں گے تو آیات نہی کا نزول ہو گا اور دعاء تب ہو گی جب نسیان یا ذہول طاری ہو گا۔

اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بوجھ کر دعاء مغفرت برائے کفار نہیں کی۔ بلکہ یہ نسیان یا ذہول پر مبنی تھی اور اہل علم جانتے ہیں کہ نسیان یا ذہول کو عدم علم کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

جواب نمبر ۲:

یہ دعاء مغفرت یقیناً نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی بات ہے بعد کی نہیں۔

بنا بریں یہ اعتراض سرفراز صاحب کی نادانی کی روشن دلیل ہے۔ اگر جان بوجھ کر بھی یہ دعاء کی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تکمیل نزول قرآن سے قبل کی بات ہے یا کفار و مشرکین کے لیے دعاء کی ممانعت و نہی سے پہلے کی بات ہے۔ جب نہی و ممانعت نہ فرمائی گئی تھی۔

الغرض سرفراز صاحب اگر یہ ثابت کر دیں کہ دعاء مغفرت برائے ابوطالب یا برائے عبداللہ بن ابی کے وقت آپ پر نسیان طاری ہوا نہ ذہول کا طریان ہوا نہ آپ کی توجہ ہٹائی گئی نہی و ممانعت سے پھر وہ اپنا مذکورہ اعتراض پیش کر سکتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکے اور ان شاء اللہ

تعالیٰ قیامت تک بھی ایسا ثبوت نہیں دے سکتے تو پھر اُن کو ماننا ہوگا کہ اُن
کا اعتراض باطل و مردود اور انتہائی کمزور ہے۔

دسویں حدیث:

اس عنوان میں سرفراز صاحب اعلیٰ حضرت اور مولانا محمد عمر صاحب
مرحوم اور مفتی صاحب کا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

خاں صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں
صاحب لکھتے ہیں کہ واللفظ لہ شرح مواہب الدنیہ للزرقانی
میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے:

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن
فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ

(جاء الحق ص ۴۳ انباء المصطفیٰ ص ۸ مقیاس ص ۲۶۹)

البتہ خاں صاحب اس میں بحوالہ طبرانی اور کتاب الفتن لنعیم بن حماد
اور حلیہ لابی نعیم کے حوالے سے کفی ہذہ کے بعد یہ ٹکڑہ بھی زیادہ
روایت کرتے ہیں کہ:

جلیا نا من اللہ جلاہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم کما جلاہ للنبیین
اللہ نے اپنے نبی کے لیے روشنی فرمائی جیسے مجھ سے پہلے
انبیاء کے لیے روشنی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث سے روشنی کہ سموات والارض اور جو کچھ اُن
میں اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس کا علم انبیاء کرام علیہم
السلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عزت جلالہ نے اس تمام
ماکان و مایکون کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا۔ مثلاً
شرق سے غرب تک۔ سماک سے سمک تک۔ ارض سے

فلک تک بلفظہ انباء المصطفیٰ۔
اس استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب ص ۳۴۵ پر یوں
رقم طراز ہیں:

جواب:

یہ روایت حلیہ لابی نعیم ص ۱۰۱ ابن سعید بن سنان الرہاوی
کی سند سے مذکور ہے بلا شک یہ روایت فریق مخالف کے
لیے بڑی کارآمد اور اکسیر تھی۔ مگر کاش کہ وہ صحیح نہیں ہے
کیونکہ امام طبرانی کی جملہ تصانیف حضرات محدثین کرام کے نزدیک
کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے
بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ:

واکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع
برخلاف آنہا منعقد گشتہ۔ عجالہ نافعہ ص ۷۔

جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت
نہ کی جائے اس سے احتجاج درست نہیں ہے اور امام ابو
نعیم کی جملہ تالیفات طبقہ رابعہ سے ہیں۔ جن کے بارے میں
فیصلہ یہ ہے:

ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا
عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔

جواب الجواب:

سرفراز صاحب نے ایک بات یہ کہی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے
بلکہ ضعیف ہے۔ ازالہ ص ۵۳۵ پر نقل کرتے ہیں کہ سندہٗ ضعیف۔ کنز العمال
جلد ۶ ص ۹۵ علامہ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ابن حجر کے استاذ طبرانی کے
حوالہ سے یہ روایت حضرت عمرؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں جس میں کفی ہذہ

کے الفاظ بھی موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے باقی راوی تو ثقہ ہیں مگر
علی خصف کثیر فی الصید بن سنان الرھاوی۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۸۷)

دوسری بات یہ کہی ہے کہ کیونکہ امام طبرانی کی جملہ تصانیف محدثین کرام کے نزدیک کتب احادیث کے طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ اس طبقہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک قابل عمل نہیں ہیں۔

تیسری بات یہ کہی ہے امام ابونعیم کی جملہ تالیفات طبقہ رابعہ سے ہیں جن کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بانہا تمسک کردہ شود۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ کنز العمال اور نہ مجمع الزوائد سے سرفراز صاحب نے جو جرح نقل کی ہے وہ جرح مبہم ہے۔ مفسر جرح نہیں اور جب تک جرح مفسر نہ ہو وہ قابل قبول نہیں ہے۔

چنانچہ خود سرفراز صاحب اپنی کتاب سماع موتی میں بھی اس کا اعتراف کر چکے ہیں کہ جرح مبہم معتبر و قابل قبول نہیں ہے۔ دیکھئے سماع موتی ص اور مولوی خیر محمد صاحب دیوبندی ملتانی بھی اپنے رسالہ عمدۃ الاصول میں ص پر لکھتے ہیں کہ جرح مبہم معتبر نہیں ہے اور یہی کچھ اصول حدیث اور اصول فقہ کی کتابوں سے پہلے ابواب و صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

مزید یہ کہ اس روایت کو طبرانی کے حوالہ سے ابن حجر کے استاذ علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی نقل کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے برہادی کے سوا باقی تمام راوی ثقہ ہیں صرف برہاوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ جرح مفسر نہیں مبہم ہے۔ جو معتبر

و قابل قبول نہیں ہے۔

دوسری بات کا جواب عرض خدمت ہے کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث کے عند الفقہاء قابل عمل اور معمول بہ نہ ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس طبقہ کی کوئی ایک روایت بھی قابل عمل و قابل قبول نہ ہو کیونکہ عجالہ نافعہ کی عبارت میں لفظ اکثر مذکور ہے اور ظاہر ہے۔ کہ احادیث کی اکثریت کے معمول بہ نہ ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی روایت بھی قابل قبول یا معتبر نہ ہو بلکہ بعض کا قابل قبول اور معتبر ہونا ناقابل انکار ہے۔ اگر سرفراز صاحب عبارت کے لفظ اکثر پر غور کر لیتے تو یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی۔

نیز عند الفقہاء کسی طبقہ کی اکثر احادیث کا معمول بہ نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اب یہ روایت فقہاء کے علاوہ محدثین کے نزدیک بھی معمول بہ اور معتبر نہیں ہے۔ اس عجالہ کی عبارت میں عند الفقہا معمول بہ نہ ہونے کا ذکر ہے۔ عند المحدثین معمول بہ نہ ہونے کا نہ عجالہ نافعہ میں ذکر ہے نہ کسی اور کتاب میں اس لیے سرفراز صاحب کا عجالہ کی عبارت سے استدلال کرنا مبنی بر جہالت ہے۔

ہماری اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض محدثین کرام نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل اور روایت کیا ہے بلکہ معرض استدلال میں پیش فرمایا ہے۔

مشہور محدث علامہ قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں اور امام علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی شرح مواہب میں اور امام ابو نعیم حلیہ میں اور طبرانی کے مؤلف طبرانی میں نقل فرماتے ہیں اگر یہ روایت محدثین کے نزدیک ہر لحاظ سے قابل اعتبار اور قابل قبول ہوتی تو یہ اکابر محدثین کرام اس کو کیونکر نقل فرماتے۔

معلوم ہوا کہ فقہاء کے نزدیک کسی روایت کا معمول بہ نہ ہونا اس بات کی ہرگز دلیل نہیں ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک بھی معتبر نہیں ہے۔ سرفراز صاحب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس روایت کا اصول حدیث کے لحاظ سے مردود اور ناقابل اعتبار ہونا ثابت کریں اور رواۃ پہ جرح مفسر نقل کریں کیونکہ جرح مبہم تو آپ کے نزدیک بھی معتبر و قابل قبول نہیں ہے خود سرفراز صاحب بھی ص ۵۳۰ پر تسلیم کر چکے ہیں کہ طبرانی کے حوالے سے ابن حجر کے استاذ علامہ نورالدین علی بن الہیثمی نے اس روایت کو مرفوعاً حضرت عمر سے نقل کیا ہے۔

تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ امام ابونعیم کی تالیفات طبقہ رابعہ سے ہیں اور ان احادیث سے کسی قطعی عقیدہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اور اسی طرح کسی عمل کی فرضیت یا وجوب کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی ظنی عقیدہ بھی ثابت نہیں ہوتا اور کسی عمل کا رجاحت استحباب بھی ثابت نہیں ہوتا اور جمیع ماکان و مایکون بمع جزئیات خمسہ کے حصول کا عقیدہ ہرگز قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اس لیے اس کا اثبات ایسی روایات سے بالکل درست ہے۔

نوٹ:

قارئین کرام سرفراز صاحب اپنی عادت مالوفہ قبیحہ سے یہاں بھی باز نہیں آئے۔

چنانچہ انہوں نے شرح مواہب اللدنیہ کی جو عبارت مقیاس حنفیت سے نقل کی ہے یا جاء الحق سے اس عبارت کو واللفظ لہ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ مفتی صاحب نے نقل کی ہے۔ مگر سرفراز صاحب مولانا محمد عمر صاحب مرحوم و مغفور کا آخر میں ذکر کر کے واللفظ لہ کیوں نہیں لکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد عمر صاحب مرحوم و مغفور نے اس روایت کو

شرح مواہب سے بمع شرح کی عبارت کے نقل کیا ہے اور شرح کی عبارت سرفراز صاحب کو چونکہ راس نہیں آ سکتی تھی کیونکہ وہ ان کے مذہب باطل کی بیخ کنی کرتی تھی اس لیے انہوں نے یہ بہتر سمجھا کہ بجائے مولانا محمد عمر صاحب کی عبارت کی طرف اشارہ کرنے کے مفتی صاحب کی نقل کردہ عبارت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ تاکہ جو عبارت ان کے خلاف ہے اور ان کے مذہب باطل کی بیخ کنی کرتی ہے وہ ان کی کتاب ازالۃ الریب میں منظر عام پر نہ آئے وہ عبارت شرح مواہب اللدنیہ کی یہ ہے۔

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد وضع (ای اظہر وکشف (لی الدنیا) بحیث احطت بجمیع ما فیہا (فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ) اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ الخ۔

(جلد ۷، ص ۲۰۴، ۲۰۵)

اس عبارت میں جمیع ما فی الدنیا کے علم محیط کا ذکر صراحتہً موجود ہے اور پھر یہ کہ یہ دیکھنا مجازی نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے چونکہ اس عبارت میں آپ کے احاطہ کی تصریح تھی۔ اس لیے سرفراز صاحب نے اس سے بدک اور گھبرا کر اس کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اور اس کو نقل کرنے سے بھی خوف محسوس کیا۔ کیونکہ اہل حق کی صریح طور پہ مؤید تھی۔ مگر سرفراز صاحب ایسی گھبراہٹ اور خوف سے آپ کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سوائے اس کے کہ ایسی کارروائی کر کے آپ اپنے بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کریں گے۔

سرفراز صاحب ص ۵۳۵ پر ہی لکھتے ہیں کہ:

اور ضعیف حدیث کی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

نسبت اور پھر اُس سے نصوص قطعیہ کے خلاف عقیدہ ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ اگر ضعیف حدیث کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنا ناانصافی ہے تو پھر سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ ہدایہ شریف جو فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب ہے کیا اس میں ضعیف روایات کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہوئے اکثر متعددہ میں استدلال نہیں کیا گیا کیا مسح رقبہ کی کوئی روایت یا اُس کی کوئی ایک سند صحیح ثابت ہے ہرگز نہیں پھر کیا فقہاء کرام نے ان سے استدلال نہیں کیا اور کیا ان کی نسبت آپ کی طرف کرنا ناانصافی ہے۔

اور آئیے خود سرفراز صاحب ہی کے قلم سے ثابت کریں کہ حدیث ضعیف کے فضائل اعمال میں حجت ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب تسکین الصدور ص ۳۵۶، ۳۵۷ پر لکھتے ہیں باقی جواز و استحباب کے لیے ضعیف حدیث بھی قابل قبول ہے۔

چنانچہ امام نوویؒ اور غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین کی کتاب الاذکار طبع مصر، اور فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۲۶۵ کی عبارات بھی سرفراز صاحب نے نقل کی ہیں بلکہ نواب صدیق حسن خاں کی دلیل الطالب ص ۸۸۹ کی عبارت بھی نقل کی ہے کہ جو ضعیف حدیث موضوع نہ ہو اُس سے استحباب اور جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ حکم حدیث موقوف وغیرہ ہی کا نہیں بلکہ حدیث مرفوع کا بھی یہی ہے۔ اس لیے اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ جب آپ کے نزدیک بھی حدیث ضعیف (خواہ مرفوع ہو یا موقوف) فضائل اعمال میں حجت اور قابل استدلال و قابل قبول ہے تو اب بتائیے جب یہ حدیث مرفوع ہوگی اور سند "ضعیف" بھی ہوگی تو اس کی نسبت آپ کی

طرف کریں گے یا نہیں یقیناً کریں گے تو کیا اس صورت میں ناانصافی نہ ہوگی آپ کے بقول تو ضرور ناانصافی ہوگی ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ قول کالعدم باطل و مردود ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب تسکین کے مندرجہ بالا صفحات میں یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ جواز و استحباب کے ثابت کرنے کے لیے حدیث ضعیف غیر موضوع سے استدلال کرنا بالکل درست ہے مگر جب اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں تو پھر اہلسنت کے تقابلہ میں ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں شیطانی رگ جب پھڑکتی ہے تو پھر ایسا ہی ہوا کرتا ہے اس میں سرفراز صاحب کا قصور نہیں ہے۔

باقی کسی ضعیف حدیث کو نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں پیش کرنے کے متعلق گذارش ہے کہ یہ بھی سرفراز صاحب کے اکابر ہی کا کارنامہ ہے کیونکہ وہی نصوص قرآنیہ قطعیہ کے مقابلہ میں من نمی دانم آنچہ پس دیوار است جیسی موضوع منگھڑت اور بے اصل و بے سند روایات کو لاتے رہے ہیں اور اپنا مستدل بناتے رہے ہیں۔ بحمدہ تعالےٰ اہلسنت میں کسی نے بھی آج تک قرآن کی کسی نص قطعی کے مقابلہ میں ضعیف تو در کنار کسی صحیح حدیث کو بھی پیش نہیں کیا نہ ایسا کرنا ان کے نزدیک جائز ہے۔ بشرطیکہ خبر واحد ہو یہ کارروائی سرفراز صاحب اور ان کے اکابر ہی کو مبارک ہو۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۳۵۵ پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

خاں صاحب نے ایک مقام پر کیا ہی خوب کہا ہے کہ:

حدیث ماننے اور حضور کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لیے ثبوت چاہیئے بے ثبوت نسبت جائز نہیں ہے۔ عرفان شریعت حصہ سوم ص ۲۷

اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں اور نہ اس سے کوئی عقیدہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

جواب :

قارئین کرام سرفراز صاحب کی جہالت کا کون اندازہ کر سکتا ہے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ حدیث ماننے اور نسبت کرنے کے لیے ثبوت کا ضروری ہونا کسی حدیث کی سند کے ضعف کے خلاف نہیں ہے۔ یا سند کا ضعف حدیث ماننے کے اور نسبت کرنے سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ ضعف سند کی صفت ہے اور سند اس کا موصوف ہے اور کوئی صفت بغیر موصوف کیونکر ہو سکتی ہے۔ حدیث متنازعہ کا موضوع ہوتا تو خود سرفراز صاحب بھی نہیں لکھ سکے صرف ضعیف ہونا لکھا ہے گویا ضعف مان کر سرفراز صاحب نے اصل سند کو تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ ص ۳۴۵ پر جواب کے عنوان میں صریح الفاظ میں اس کی سند کو تسلیم کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند موجود ہے سند کی موجودگی میں نسبت یا ثبوت کا انکار سرفراز صاحب کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے نسبت اور ثبوت کو صحت پر موقوف سمجھنا بھی سرفراز کی جہالت ہے کیا احادیث قولیہ یا فعلیہ مرفوعہ ضعیفہ کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاتی ہے پھر کیا اس کا انکار ممکن ہے ہرگز نہیں بے ثبوت تو وہی حدیث ہوگی جس کی سند ہی موجود نہ ہو جس کی سند موجود ہے خواہ قوی ہے یا ضعیف اس کو ثابت ماننا پڑے گا ورنہ احادیث کے بیشمار ایسے ذخیرہ کا انکار کرنا پڑے گا۔ جس کو فقہاء احناف کتب فقہ میں مسائل فرعیہ کے اثبات کے لیے اپنا مستدل بناتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اہل علم پر واضح ہے۔ مثلاً عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی بیس تراویح والی روایت ہی کو دیکھئے کو اس کو متعدد محدثین کرام واکابر اسلام نے ضعیف کہا ہے مگر باوجود اس کے فقہاء کرام احناف نے بیس تراویح ہی کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح آذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سُن کر انگوٹھے چومنے کو علامہ شامی نے باب الآذان میں مستحب قرار دیا ہے مگر لم یصح کہہ کر روایت کی صحت اصطلاحی کا انکار بھی کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی تار عنکبوت سے زیادہ کمزور اور سرفراز صاحب کی جہالت کی روشن دلیل ہے۔

سرفراز صاحب کی جرح کا حشر :

امام طبرانی کی اور امام ابو نعیم کی کتابوں کے طبقہ ثالثہ اور طبقہ رابعہ سے ہونا موضوع اور شدید ضعیف ہونا تو درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں صحاح۔ حسان۔ صالح۔ ضعیف موضوع ہر نوع کی احادیث موجود ہیں۔ اس اختلاط کی وجہ سے احتمال ضعف کے پیش نظر ان سے عقائد واحکام میں استدلال واحتجاج درست نہیں ہے الّا یہ کہ کسی روایت کا صحیح یا حسن ہونا ثابت ہو جائے باقی فضائل میں چونکہ حدیث ضعیف معتبر وقابل قبول ہوتی ہے۔ اس لیے صحت یا حسن ثابت کرنا ضروری نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے قول میں :

> احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔

کا مطلب ومراد بھی یہی ہے۔ اُن کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کتابوں تمام حدیثیں موضوع باطل اور ساقط ہیں فضائل میں بھی پیش نہیں کی جا سکتیں ایسا دعویٰ تو ادنیٰ عقل والا بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ شاہ عبدالعزیز صاحب

جیسا فاضل کرے۔

اولاً خود شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است کہ نظیر او در اسلام تصنیف نشدہ۔

یعنی امام ابونعیم کی ایک کتاب حلیۃ الاولیاء ہے۔ جس کی نظیر اسلام میں تصنیف نہیں ہوئی۔

اور امام خطیب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی ایک کتاب اقتضاء العلم العمل ہے۔ جو بسیار خوب کتابے است۔ بہت اچھی کتاب ہے۔

خطیب کی دیگر تصانیف کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں:

التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین وعروتھم

یعنی ان کی تصانیف فائدہ بخش اور فن حدیث میں محدثین کی پونجی اور محل تمسک ہیں۔

اس کے بعد شاہ صاحب امام حافظ ابوطاہر سلفی سے ان کی تصانیف کی مدح بھی نقل فرمائی ہے۔ اندازہ لگائیے کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد اور کہاں ان کے قول مذکور کی بے ہودہ مراد جو سرفراز صاحب نے بتائی ہے۔

ثانیاً یہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب جو تقریر طبقات کے موجد ہیں حجۃ اللہ البالغہ ہی میں فرماتے ہیں طبقہ رابعہ کے متعلق فرماتے ہیں:

اصلح ھذہ الطائفۃ ما کان ضعیفا متحملا۔

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

کیونکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ ضعیف محمل ادنیٰ انجبار خود احکام میں

بھی حجت ہوتی ہے۔ اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی معتبر و مقبول و کافی ہے۔

ثالثاً خود شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں کہ:

چونکہ نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید این عزیزان دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند۔ پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آن را دیدہ و دانستہ گذاشتہ بودند و غرض ایشان ازین جمع آن بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دران احادیث تامل کنند و موضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف زیکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و حسن و متاخران در احادیث خطیب و طبقہ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود باین مقاصد تصریح نمودہ اند۔

ان عبارات میں یہ تصریح موجود ہے کہ طبقہ رابعہ کی کتابوں میں نہ صرف ضعیف محمل ہیں بلکہ حسان بھی موجود ہیں۔

رابعاً خود شاہ صاحب عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی اور تحفہ اثناء عشریہ میں جگہ جگہ طبقہ رابعہ کی احادیث بطور احتجاج و استدلال پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر عزیزی میں فاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابونعیم و دیلمی از ابودرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ خاتم الکتاب کفایت میکند از آنچہ
ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند الحدیث۔

ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ شاہ عبد العزیز کے قول کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو سرفراز صاحب نے گھڑا ہے ورنہ ابو نعیم کی روایت سے وہ کہیں بھی استدلال نہ کرتے۔

خامسًا یہ کہ شاہ صاحب نے تو امام حاکم کی تصانیف کو بھی طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ بلا شبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں۔ بلکہ اس میں سینکڑوں احادیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحاح ہیں۔ ہمارے اس بیان سے واضح ہو گیا ہے کہ سرفراز صاحب کا اعتراض بے ہودہ اور انتہائی لچر اور مبنی بر جہالت ہے۔

قارئین کرام اس باب میں اکابر اہلسنت کی پیش کردہ دس عدد احادیث پر سرفراز صاحب نے جو جو اعتراضات کیے تھے اس ناچیز نے حتی المقدور اُن کے جوابات پیش کر دیئے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ جوابات بھی دندان شکن دیئے گئے ہیں امید ہے کہ اب ان اہل حق کے دلائل کے انبار و قوت کے بوجھ کے نیچے یہ اہل باطل دب کر رہ جائیں گے اور پھر کبھی آسانی کے ساتھ سر نہ اٹھا سکیں گے اور ڈھیٹ بن کر اگر سر اٹھانے کی کوشش کریں گے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بھی ایک ضرب کاری لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس فتنۂ دیوبندیت کو دفن کر دیں گے۔

بنے ہم سنگدل مجبور ہو کر اس ستم گر سے
جواب آخر ہمیں دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

قارئین محترم بندہ نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ غلطی سے بچا جائے۔ چونکہ انسان سے خطا و نسیان کا وقوع بعید نہیں اس لیے اگر کسی مقام پر کوئی ایسی بات پائیں جس کی تائید میں کوئی روایت یا قول نہ ملتا ہو یا

اور کوئی کمی ہو تو ضرور بندہ کو بذریعہ خط آگاہ فرما دیں تاکہ اُس کی اصلاح کی جا سکے۔ حق وصواب قبول کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے گی۔

قارئین کرام سے بندہ کی استدعا ہے کہ اس ناچیز اور ناچیز کے اساتذہ کرام ومعاونین اور اس کے ناشرین اور خصوصًا محبی ومخلصی محمد عبد اللہ صاحب رضوی بریلوی اور شیخ محمد افضل صاحب کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حق پر استقامت اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے طفیل خدمت دین اور مذہب حق اہلسنت حنفی بریلوی پر دوام اور ان کی خدمت کی توفیق انیق مرحمت فرمائے اور قرآن و سنت اور صحابۂ کرام واہل بیت اطہار واولیاء اُمت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور قیامت کے دن ان نفوس قدسیہ کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔ آمین۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ یوم الدین۔

ختم شد

مورخہ ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۰۲ ھجری بمطابق ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء

ڈنیائے سنیت کو ایک اہم اور عظیم خوش خبری

مفتاح الجنت بجواب راہ سنت

(دو ضخیم جلدوں میں)

مصنف

شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام فرید صاحب رضوی

یہ کتاب بھی رئیس المحرفین اور جہالت کے پتلے سرفراز خاں صاحب گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" کا مکمل اور لاجواب جواب ہے۔

اس کتاب میں گکھڑوی صاحب کے دجل وفریب۔ تحریف وخیانت کو عیاں کر کے اور انبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اولیائے عظام (علیہم الرحمت والرضوان) کے ساتھ دشمنی اور گستاخیوں کو طشت ازبام کر کے علامہ غلام فرید صاحب رضوی نے کافی اور شافی جوابات دیئے ہیں۔

اس کے علاوہ مخالف مذکور کی کھائی ہوئی ٹھوکروں کو واضح کر کے راہ حق کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

(واللہ بالتوفیق)